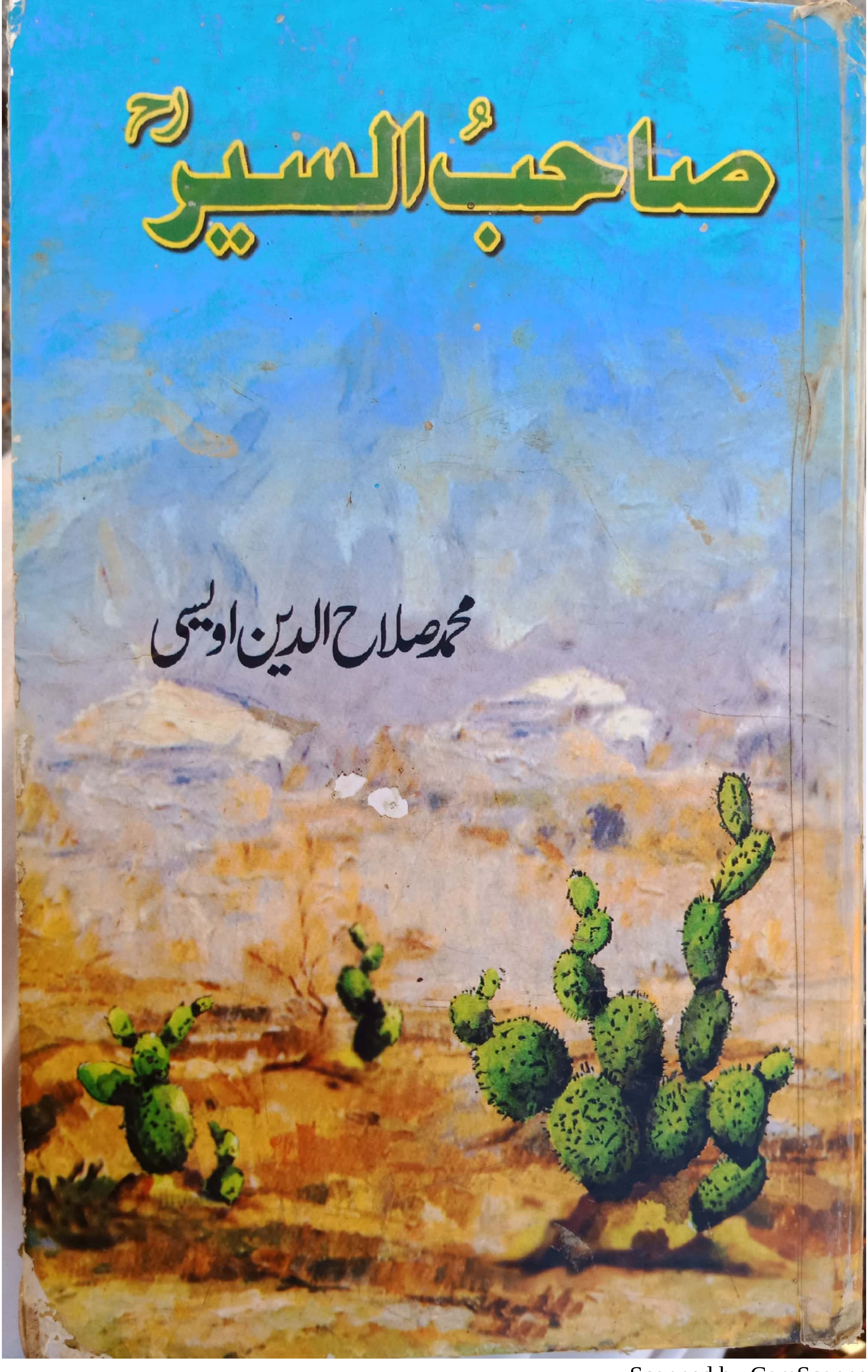


صاحبُ السیرؒ

محمد صلاح الدین اویسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فخر العقول

کتاب نمبر

۹

صاحب السیرؒ

محمد صلاح الدین اویسی

ثانی سجادہ نشین پنجم

درگاہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر آستانہ سیرانی۔ خانقاہ شریف صاحب السیرؒ بہاول پور

نام کتاب	صاحب السیرؒ
تحریر	محمد صلاح الدین اویسی
	ثانی سجادہ نشین دربار عالیہ
	حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ
باراوّل	یکم مئی ۲۰۰۲ء
بااہتمام	کاشانہ سیرانی،
	خانقاہ شریف صاحب السیرؒ
کمپوزنگ	ڈاکٹر محمد صفدر جاوید
	پرائم کمپیوٹرز بہاول پور
تعداد	ایک ہزار
مطبع	تعریف پرنٹرز، لاہور
قیمت	۲۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

الفیصل ناشران وتاجران کتب

غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

انتساب

واجب صدِ احترام

والدہ گرامی قدر کے نام

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا
یاد سے تیری دل درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا!
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا!
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فہرست

پیش لفظ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

انبیاء علیہ السلام کی صفات اور کرامات سے مُزین انبیاء علیہ السلام کے جانشین اولیاء اللہ قرآن اور حدیث کی شرح مانے اور سمجھے جاتے ہیں۔

یہ برگزیدہ حضرات قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اور باطنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر معرفت حق تعالیٰ کے بلند مرتبہ پر جا پہنچے۔

ان برگزیدہ ہستیوں کا تذکرہ نہ صرف ان کی خدمات برائے اُمہ اسلامیہ کا اعتراف اور خراجِ عقیدت پیش کرنا بلکہ ذریعہ حصول ثواب دارین بھی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

قَولَہ تعالیٰ وَ مُلا نقُصَ علیکَ مِن آبناء الرُسل مُانثبُت بہٖ فوَادکَ O

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پیغمبروں کا حال اس لیے سناتا ہوں تاکہ تمہارا دل ان کے ذکر سے سکون حاصل کرے اور قوی ہو جائے۔

قرآن مجید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء علیہ السلام کے حالات سے بھرا پڑا ہے۔ اس لیے قرآن پاک کو قصص الانبیاء بھی کہا گیا ہے۔

ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر صالحین کفارۃ

ترجمہ: انبیاء علیہ السلام کا ذکر عبادت ہے اور صالحین کا ذکر کفارہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اولیاء اللہ کی باتیں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کے سننے سے ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں اور شکستہ دل لوگوں کو اللہ کے لشکر کی مدد حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة

ترجمہ: صالحین (نیک لوگ بمعنی اولیاء اللہ) کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ اولیاء اللہ ہماری نظر سے اوجھل ہو جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے جن سے ہمارے ایمان سلامت رہیں؟ آپ نے فرمایا: ان اولیاء اللہ کے ارشادات اور ملفوضات کے آٹھ ورق روزانہ پڑھا کرو اس سے تمہارا ایمان سلامت رہے گا۔

حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''مکتوبات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ بزرگوں کے تذکرے اور ملفوضات کا مطالعہ کرنا ایسا ہے جیسا ان کی حیات میں ان کی صحبت میں رہ کر ان کی زبانی سننا اور استفادہ حاصل کرنا۔

اور بقول مولانا روم اولیاء کرام کی لمحہ کی صحبت صدیوں کی بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ان برگزیدہ ہستیوں کے فرمودات اور ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سلسلہ کے موجد اعلیٰ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال زندگی (جو کہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں) کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے ملفوضات اور ارشادات کو ضابطہ تحریر میں لانے کا ارادہ کیا اور اس پر قلم اٹھایا۔ ان حضرات کے مریدین اور معتقدین کو ان حضرات کی عبادتوں، ریاضتوں، مجاہدوں، کرامات اور فیوض و برکات کے علاوہ ان حضرات کی پاکیزہ اور سادہ طرز زندگی کے حالات سے روشناس کرانے کے علاوہ مقصد حصول ثواب بھی تھا۔

حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق میرا عقیدہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے قارئین استفادہ حاصل کر کے نہ صرف سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہوں گے بلکہ یہ ان کیلئے ذریعہ سلامتی ایمان بھی ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

میری قارئین سے درخواست ہے کہ جب اس کتاب کے مطالعہ سے مستفیض ہوں تو میری اس ادنیٰ خدمت کو یاد رکھیں اور میرے لیے دعا خیر فرماویں کہ جس نیت سے میں نے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان برگزیدہ ہستیوں کے طفیل مجھے اس کا اجر عطا فرمائے۔ (آمین۔ ثم آمین)

محمد صلاح الدین اویسی

ثانی سجادہ نشین پنجم آستانہ عالیہ سیرانیہ اویسیہ

خانقاہ شریف صاحب السیرؒ بہاول پور

صاحب السیرؒ

مشائخِ عظام کی نظر میں

میرے جدامجد سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ میری اولاد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے پہچانی جائے گی۔

حضرت کے فرمان کی کرامت ہے کہ آج ڈھائی سو سال گزرنے کے باوجود ہماری شناخت حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور ہمیں لوگ صاحب السیرؒ والے کہتے ہیں۔

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت ومحبت کے علاوہ۔بے حد ادب واحترام تھا۔

یہ بات باعث اطمینان ہے کہ حضرت کے سجادہ نشین محمد صلاح الدین اویسی صاحب بھی حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اس سنت پر سختی سے کاربند ہیں۔

آپ نے سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات تحریر کر کے خاندان سیرانیہ، اویسیہ کے لیے قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ بلکہ حضرات کے مریدین اور عقیدتمندوں کے لیے سرمایہ خیر وبرکت فراہم کیا ہے۔

آپ کی یہ کاوش لائق تحسین ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت کی اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے جزاخیر عطا فرمائے۔(آمین)

غلام اویس اویسی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ عبدالخالق صاحبؒ

خانقاہ مبارک تحصیل چشتیاں ضلع بہاول نگر

مقتدر سلاسل کے اکابرین نے برصغیر پاک و ہند میں فروغ اسلام اور خلقِ خدا کی فلاح اور اصلاح کے لیے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے۔

سلسلہ اویسیہ کی عظیم ہستی حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ان صف اوّل کے اکابرین کی فہرست میں آتا ہے۔

حضرت نے تمام عمر دور دراز تک کٹھن سفر اختیار فرما کر اسلام کی روشنی پھیلائی اور گمراہ قوم کو صراطِ مستقیم دکھائی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان حضرات کے ملفوضات اور ارشادات کو عام کیا جائے تا کہ موجودہ نسل اس سے استفادہ حاصل کر سکے۔

حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین محمد صلاح الدین اویسی صاحب نے حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات تحریر کر کے لوگوں کو حضرت کی خدمات اور تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

مخدوم شاہ محمود حسین قریشی

سجادہ نشین

درگاہ عالیہ حضرت غوث بہاؤالحق ذکریا رحمۃ اللہ علیہ

ودرگاہ عالیہ حضرت شاہ رکنِ عالم رحمۃ اللہ علیہ

ملتان شریف

خطہ ارض پاک کے اندر مقتدر سلاسل کے اکابرین نے اپنی انتھک محنت سے گاؤں گاؤں، شہر شہر، قریہ قریہ، دشت و دریا، کوہ و صحرا دشوار گزار سفر اختیار کر کے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور اپنے قول اور فعل کی صداقت سے ان گنت لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل فرمایا۔

قبلہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں نوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کر کے دائرہ اسلام میں شامل کیا۔

آج ہم نے ان اکابرین کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے اور ان کی تعلیمات اور فرمودات کو بھلا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ فرقہ واریت اور دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم لوگوں کو ان بزرگان دین کی تعلیمات، فرمودات اور ملفوضات سے روشناس کرائیں۔

یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ سلسلہ اویسیہ سیرانیہ کے سجادہ نشین محمد صلاح الدین اویسی صاحب نے اپنے بزرگان کی تعلیمات، فرمودات اور ملفوضات کو ضابطۂ تحریر میں لا کر ضرورت کے عین مطابق خدمت سرانجام دی ہے۔

سلسلہ اویسیہ کے اس عظیم فرزند نے اگرچہ پہلی بار اس موضوع پر لکھا ہے لیکن تحریر سے کہیں محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ان کی پہلی کاوش ہے۔ خداوند تعالیٰ بزرگ و برتر کے حضور دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کی اصلاح اور فلاح کیلئے کارآمد بنائے۔ (آمین)

دیوانِ بختیار سید محمد

سجادہ نشین دربار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ایوان گنج شکر پاک پتن شریف

سلسلہ عالیہ اویسیہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کے فروغ کے لیے اپنی زندگی وقف فرما دی۔

آپ نے زہد و تقویٰ اور حسن عبادات سے خلقِ خدا کی فکری اصلاح فرما کر ان کی باطنی کثافتوں کو دور کر دیا اور نورِ معرفت سے ان کے دل و دماغ کو منور کر دیا۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان کی خدمات برائے اسلام، ان کی تعلیمات اور ملفوضات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

یہ بات باعث مسرت ہے کہ حضرت کے زیب سجادہ محمد صلاح الدین اویسی نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھ کر قابل قدر کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ ان کی یہ کاوش اولیاء کرام کی تعلیم کو فروغ دینے کا باعث بنے گی۔

علامہ سید مظہر سعید کاظمی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ غزالی زماں

حضرت سید احمد سعید کاظمی صاحبؒ

ملتان شریف

سلاسل تصوف میں سلسلہ اویسیہ اپنی ایک الگ اور منفرد شان رکھتا ہے۔
اس سلسلے کے بزرگان نے ہمیشہ دین اسلام کے فروغ کے لیے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے۔

سلسلہ اویسیہ کے بزرگان کی فہرست میں سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نمایاں ہے جن کی خدمات، تعلیمات اور کرامات سے برصغیر میں اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہوا۔

حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت صلاح الدین اویسی صاحب نے حضرت کے احوال کو ضابطۂ تحریر میں لا کر اس کام کو آگے بڑھایا ہے۔

ان کی اس کاوش پر ہم انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی اپنی تحریروں سے اسلام اور تصوف کی خدمت کرتے رہیں گے۔

صاحبزادہ میاں معین الدین مہاروی

سجادہ نشین دربار عالیہ

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

چشتیاں شریف

سلسلہ عالیہ اویسیہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کے فروغ کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ نے زہد وتقویٰ اور حسن عبادات، مخلوقِ خدا کی فکری اصلاح کر کے ان کی باطنی کثافتوں کو دور کر دیا اور نورِ معرفت سے ان کے دل و دماغ کو منور کیا۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان کی خدمات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

یہ بات باعث مشرف ہے کہ حضرت کے زیب سجادہ محمد صلاح الدین اویسی صاحب نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھ کر قابل قدر کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ ان کی یہ کوشش اولیائے کرام کی تعلیم کو فروغ دینے کا باعث بنے گی۔

خواجہ معین الدین محبوب کوریجہ

سجادہ نشین دربار حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

کوٹ مٹھن شریف

برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام اور مشائخ عظام نے اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں ان سے کوئی باشعور آدمی انکار نہیں کر سکتا۔

ان بزرگان نے ہمیشہ رواداری، بھائی چارے اور احترامِ انسانیت کا درس دیا تھا۔

صوفیاء کرام ہمیشہ محبت پھیلاتے رہے۔ کسی کے خلاف کفر اور قتل کے فتوے نہیں دیئے۔

آج ہمارے معاشرے میں انارکی، دہشت گردی اور فرقہ واریت کا زہر جس تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صوفیاء کرام کی تعلیمات اور ان کے حالاتِ زندگی کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔

اس سلسلہ میں سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ محمد صلاح الدین اویسی مدظلہ نے اپنے بزرگان کے حالات لکھ کر دیگر مشائخ کو بھی اس طرف متوجہ کیا ہے۔

میں دعا گو ہوں (اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ)

خواجہ نصر المحمود فخری نظامی محمودی سلیمانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ محمودیہ سلیمانیہ

تونسہ شریف

”ذکرِ صالحین“

حضرت محکم الدین سیرانی (صاحب السیرؒ) رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کی برگزیدہ روحانی شخصیت ہیں۔ آپ نے اپنی تمام عمر، تبلیغ و تربیت دین میں تمام کی اور ہزارہا مخلوقِ خدا کو اپنے فیضِ روحانی سے مستفیض فرمایا۔ آپ کے فیوض و برکات ایک محدود علاقے تک مخصوص نہ رہے بلکہ آپ قریہ قریہ، شہر شہر، اور ملک ملک گھومے، نہ خارزاروں میں چبھنے والے کانٹے ان کا راستہ روک سکے اور نہ دشوارگزار راہیں ان کے راہ اور استقامت میں لغزش پیدا کرسکیں اور وہ

ہر ملک، ملک ماست، کہ ملک خدائے ماست

کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہوئے تمام زندگی مصروف عمل رہے۔ وہ بزرگان کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جن کے شب و روز کی تمام ساعتیں ذکرِ خدا، فکرِ خدا، اور خوفِ خدا میں تمام ہوئیں۔ نہ انہیں مال و دولت کی چمک دمک جادۂ استقامت سے ہٹا سکیں، نہ عیش و آرام کی لذت اپنی طرف کھینچ سکی اور نہ ہی اپنوں کی کشش گرفت میں لے سکی، مئے حقیقی سے مخمور یہ مست الست، خدا پرست فخریہ طور پر یہ کہتے تھے!

”دنیا ایک دن کی ہے کہ اور ہم نے اس دن کا روزہ رکھ لیا ہے۔“

بارہویں صدی ہجری مسلمانانِ برصغیر کے لیے نہایت مبارک ثابت ہوئی اور اس میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ، حضرت خواجہ

نور محمد مہارویؒ، حضرت محکم الدین سیرانیؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات معرضِ وجود میں آئیں۔ جن کی وجہ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ابتدا ہوئی اور دسویں صدی ہجری میں جو نعرۂ حق حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بلند کیا۔ وہ زیادہ مؤثر، منور، اور طاقتور ہو کر نمودار ہوا۔ ان بزرگان نے تربیت وتبلیغ دین کے بجھتے الاؤ کو پھر سے روشن کر دیا اور کفر و بطلان کے اندھیرے کو اپنے نورِ اعمال وافعال سے دور کر دیا، حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ ان کی رشد و ہدایت کا سلسلہ بہاول پور سے گجرات اور کاٹھیاوار تک جا پہنچا اور جہاں ایک طرف ''خانقاہ شریف'' کو ان کے کمال عرفان نے فیض یاب کیا وہاں ''دھراجی'' کو بھی اپنے انوار و تجلیات روحانی سے منور کر دیا۔

پیش نظر تذکرہ ان کے اور ان کے خاندان کے احوال و واقعات پر مشتمل ہے۔ تذکرہ نگار حضرت میاں صلاح الدین صاحب سجادہ نشین چونکہ ان کے خاندان کے بطل جلیل ہیں۔ اس لیے انہوں نے اس کی تدوین و تالیف میں عمیق فکر اور وسیع مطالعہ سے کام لے کر اسے ایک یادگار تاریخی کارنامہ بنا دیا ہے، اور اتنی ژرف نگاہی سے کام لیا ہے کہ معمولی جزئیات سے بھی ''صرف نظر'' کرنا قبول نہیں کیا اور نہ صرف حضرت صاحب السیرؒ کے احوال تفصیل سے قلم بند کیے ہیں بلکہ سلسلہ اویسیہ کی توجیہ بانی سلسلہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال و واقعات اور حضرت صاحب السیرؒ کے افراد خاندان پر سیر حاصل بحث کر کے اس کتاب کو علمی خزینہ کی شکل دے دی ہے۔

موجودہ افراد خاندان پر ''قلم فرسائی'' سب سے مشکل کام ہوتا ہے، میں

نے جب اپنے خاندان پر ''خواجہ فریدؒ اوران کا خاندان'' کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا تو مجھے ہر ہر لفظ سطر اور فقرہ لکھتے ہوئے کئی کئی بار سوچنا پڑتا تھا۔ اپنے ہم زمان افراد خاندان پر کچھ لکھتے ہوئے

ایک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

کی کیفیت سے بار بار گزرنا پڑتا ہے اور مجھے حیرت ہوئی ہے کہ فاضل سوانح نگار نے اس بحر ذخائر کو بخیر یت عبور کرلیا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ خاندان جس کی تاریخ اسی خاندان کا کوئی فرد رقم کرے اور اس طرح رقم کرے جس طرح حضرت میاں صلاح الدین اویسی صاحب نے رقم کی ہے۔

خواجہ طاہر محمود کوریجہ

بہاول پور

سیرانی ٹرسٹ ۔ دہراجی کالونی، محکم الدین سیلانی چوک کراچی

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے وقف فرمادی۔

لاچار اور دکھی لوگوں کے کام آنا اور ان کی حاجت روائی آپ کی زندگی کا اہم مشن تھا۔ حضرت سیرانی سرکارؒ کے اس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اہالیان دہراجی (کاٹھیاواڑ) نے سیرانی ٹرسٹ قائم کی۔

یہ ٹرسٹ تقریباً پچاس سال سے سرکار سیلانیؒ کے کرم اور دعا برکت سے آستانہ عالیہ پر سالانہ فری آئی کیمپ، لنگر کی تقسیم اور دیگر رفاعی اور فلاحی امور انجام دے رہا ہے۔ سیرانی ٹرسٹ نے کراچی سے حضرت سیرانی سرکارؒ کی سوانح عمری کاٹھیاواڑی زبان میں شائع کرائی۔ لیکن یہاں کے لوگ اس کو نہ پڑھ سکتے تھے اور حضرت اور آپ کے خاندان کے متعلق اُردو میں کوئی مدلل کتاب دستیاب نہ تھی۔

ہمیں خوشی ہے کہ سیرانی سرکارؒ کے سجادہ نشین حضرت محمد صلاح الدین اویسی صاحب نے سیلانی سرکارؒ کے نہ صرف خاندان بلکہ آپ کے مرشد، سلسلہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال پر ایک مفصل کتاب تحریر کرکے حضرت کے عقیدتمندوں کے لیے نایاب سرمایہ فراہم کردیا ہے۔

میں سیرانی ٹرسٹ اور اہلیان دہراجی (کاٹھیاواڑ) کی طرف سے حضرت محمد صلاح الدین اویسی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مبارک باد بطور نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

حاجی ولی محمد لشکر والہ۔ چیئرمین سیرانی ٹرسٹ کراچی

باب اوّل

سلسلہ اویسیہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

سلسلہ اویسیہ کی معروف بزرگ ہستی حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کے حالات تحریر کرنے سے قبل حضرت کے سلسلہ کے بارے میں بیان کرنا بے حد ضروری ہے تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ دراصل سلسلہ اویسیہ کیا ہے؟ اور آپ کا تعلق سلسلہ اویسیہ سے کس طرح منسلک ہے؟

لوگوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ اویسی سے مراد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے۔ جس طرح اولادِ قریش قریشی، اولادِ بنو ہاشم ہاشمی کہلاتی ہے اور جن حضرات کا شجرہ نسب کئی واسطوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے صدیقی کہلاتے ہیں اور جن کے اجداد کا شجرہ نسب کئی واسطوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے فاروقی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح شاید اویسی حضرات کا سلسلہ نسب بھی کئی واسطوں سے گزر کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہوگا۔

دراصل حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی عبادات الٰہی میں بسر فرمادی۔ آپ نے نہ ہی شادی کی اور نہ ہی آپ کے اولاد ہوئی۔ آپ نے اپنی تمام عمر تارک الدنیا اور مستور (چھپا ہوا، مخفی) گزاری اور باری تعالیٰ سے وعدہ لیا کہ مجھے روزِ قیامت بھی مستور رکھا جائے گا۔

آپ اگلے باب میں جب احوال حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو حضرت کے مستور ہونے اور حضرت کا مشرف با اسلام

ہونے کا احوال معلوم ہوگا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو مشرف بہ اسلام ہونے کے لیے کسی نے تبلیغ نہیں کی اور نہ ہی آپ کو دائرہ اسلام میں لانے کے لیے کوشش کی گئی۔

جب اسلام کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہوا اور اس کی کرنوں کی روشنی نے یمن کو منور کیا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تبلیغ کے یا بغیر کسی کی طرف سے آپ کو راغب کرنے کے دینِ اسلام کو دینِ برحق جانا اور آپ کے دل نے گواہی دی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ بلا شک و شبہ ہادی برحق ہیں۔ آپ نے نہ صرف محمد ﷺ پر ایمان لائے بلکہ آپ ﷺ کے عاشق صادق بن گئے۔ یعنی آپ کے دل میں ایمان کی روشنی باری تعالیٰ کی طرف سے براہ راست داخل ہوئی اور عشق رسول کا شعلہ بھی خود بخود بھڑکا۔

اس بات کا علم صرف اور صرف اللہ تبارک تعالیٰ کے بعد آپ کے حبیب محمد ﷺ کو تھا۔ اس لیے آپ اکثر اوقات اپنے صحابہ کرام اجمعین کے سامنے اپنا سینہ مبارک یمن کی طرف کر کے فرماتے۔

انی لا جد نفس الرحمٰن من قبل یمن

ترجمہ: میں رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ اویسیہ کی بنیاد پڑی اور آپ ہی کی سنت کی پیروی کی وجہ سے اصطلاح صوفیہ میں اویسی اسے کہا جاتا ہے جو واسطہ پیر کے بغیر اور کسی پیر کے ارشاد اور تلقین کے بغیر ہی بارگاہ خداوندی سے درجہ ولایت پائے۔

مندرجہ بالا نظریہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''قدسیہ'' میں تحریر فرمایا ہے۔علماء اور مشائخ عظام نے اس بارے میں مندرجہ ذیل نظریات پیش کیے ہیں۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا قول مولانا غوثی رحمۃ اللہ علیہ نے ''گلزار ابرار'' میں اس طرح نقل فرمایا ہے:

> ''بعض اولیا اللہ جن کو اویسی کہا جاتا ہے ان کو ظاہری پیر کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ رسول اکرم ﷺ بلا واسطہ پیر ان کو ہدایت فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو کسی واسطے کے بغیر ہدایت نصیب ہوئی۔''

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''ہمعات'' میں نسبت اویسیہ کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

> ''نسبت اویسیہ کی تفصیل یہ ہے کہ انسان ایک نفس ناطقہ ہے جو بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے۔ جس میں انسان کی روحانی کیفیات کا بھی عکس پڑتا ہے اور اس کے جسمانی احوال سے ہر کیفیت اور ہر حالت میں قدرت نے استعداد رکھی ہے۔ اس کی وہ استعداد جس کا تعلق جسمانی احوال سے ہے اور وہ استعداد جو اس کی روحانی کیفیت سے متعلق ہے ان دونوں میں کلی تنافر و اختلاف ہے۔ روحانی کیفیت میں سے ایک کیفیت یہ ہے کہ سالکین راہ طریقت جب عالم ناسوت کی

پستی سے نکل کر عالم ملکوت کی بلندی پر فائز ہوتے ہیں اور خسیس و ناپاک عبارات کو کلیۃً ترک کر دیتے ہیں تو اس حالت میں وہ لطیف وخوشگوار کیفیات میں اس طرح سرشار ہو جاتے ہیں گویا ان کے نقوش ان کیفیات میں ڈوب کر بالکل فنا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اس مقام میں سالکوں کی حالت اس مَشک کی سی ہو جاتی ہے جس میں پوری قوت سے ہوا بھر دی جائے اور اس کی وجہ سے وہ اس طرح پھول گئی ہو کہ خواہ پانی میں ڈال دیں وہ کسی طرح تہہ آب نہیں ہوتی۔

سلسلہ اویسیہ عاشق رسول مدنی طاؤس یمنی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ اصطلاح تصوف میں نسبت اویسیہ وہ ہوتی ہے جو صاحب فرار سے بغیر ملاقات ظاہری کے ہو اور یہ نسبت قائم کرنے والا خواب یا مراقبہ میں زیارت کرے۔"

اس کے علاوہ سلسلہ اویسیہ کے بارے میں دیگر اقوال حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع سے مرتبہ ولایت حاصل ہو۔

۲۔ جس کو خضر علیہ السلام سے فیض پہنچے۔

۳۔ جس کسی کو ایسے ولی کامل نے ہدایت کی ہو جس کو درمیانی واسطوں کے بغیر درجہ ولایت مل گیا ہو۔

۴۔ جو سلسلہ اویسیہ کے مشائخ میں کسی سے ارادت رکھتا ہو۔

ہم اس کتاب میں جن اویسی بزرگان کا ذکر کر رہے ہیں ان کی شکل وہی رہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ مثلاً سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ فرمایا اور آپ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ جنہوں نے اپنے دست مبارک پر آپ کو بیعت کے شرف سے نواز کر اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

اسی طرح سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں سلطان العاشقین حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت تھی وہاں خضر علیہ السلام نے بھی آپ کو فیض یاب فرمایا۔ علاوہ ازیں متابعت ورہبری سنت کا جو اہتمام آپ نے زندگی بھر کیا اس کے صلے میں حضور اکرم ﷺ کی ہدایت اور رہنمائی بھی آپ کے شامل حال رہی۔

سلسلہ اویسیہ کی بنیاد جن اصولوں پر ہے ان میں ''ہوش وردم''، ''خلوت'' اور ''انجمن'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

''ہوش وردم'' کی اصطلاح نقشبندی طریقہ میں بھی رائج ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی دم یادِ خدا سے غافل نہ ہو یعنی انسان جو سانس لے یادِ حق میں لے اور اس کی حضوری کے بغیر سانس نہ لے۔

''خلوت اور انجمن'' سے مراد یہ ہے کہ طالب ظاہر میں مخلوق کے ساتھ مشغول رہے اور باطن میں سب سے علیحدہ اور دور رہے۔

یعنی صورتاً سب کے ساتھ ہو اور اصل میں کسی کے ساتھ نہ ہو۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں:

کہ دست بکار دل بہ یار

حضرت شاہ جلال الدین محمد جعفری اویسی نے اپنی کتاب ''گلزار جلالی''

میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے:

خالطو الناس باھدانکم وذا بلواھم بقلوبکم

ترجمہ: لوگوں میں رہو جسموں تک اور دور رکھوان کو اپنے دل سے۔

بعض حضرات ہم اہل سنت غلامان مصطفیٰ ﷺ اور اولیاء اللہ کے عقیدتمندوں کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں اور کرامات محمد مصطفیٰ ﷺ کی احادیث کوضعیف قرار دے کرنہیں مانتے۔

اسی طرح یہ لوگ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وجود سے بھی انکار کرتے ہیں اور اسے فرضی قصہ یا خیالی کردار قرار دیتے ہیں۔ اگر اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وجود سے انکار کیا جائے تو سلسلہ اویسیہ کا وجود کب برقرار رہ سکتا ہے۔ ان حضرات کی معلومات اور تسلی کے لیے میں یہاں صدیوں پرانی نہیں بلکہ چند سال بیشتر ملک کے عظیم دانشور، مفکر اور معروف بیوروکریٹ جناب قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی جوانہوں نے اپنی مشہور تصنیف ''شہاب نامہ'' میں صفحہ نمبر ۱۱۸۰ تا ۱۱۸۶ میں تحریر کی ہے۔ نقل کر رہا ہوں جس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا وجود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اہل بیتؓ، آپ کے صحابہ کرام اجمعین اور آپ کی برگزیدہ ہستیاں (اولیاء کرام) کس طرح اس وقت حیات ہیں اور لوگوں کے مسائل کے متعلق درخواستیں وصول فرما کر ان پر احکامات صادر فرماتے ہیں۔

کرامات بعد از وفات کے منکرین کی آنکھیں کھول دینے کے لیے یہ تحریری واقعہ کافی ہے:

اس بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ شہاب صاحب نے اپنی تصنیف خود شائع کرائی ہے۔ ۱۹۹۹ء میں اس کا بیسواں ایڈیشن شائع ہوا۔ جو اس کتاب کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: تحریر شہاب صاحب:

''ایک بار میں کسی دور دراز علاقہ میں گیا ہوا تھا وہاں ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے اس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اُردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے۔ ان کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب وغریب داستانوں سے اَٹا اَٹ بھرا ہوا تھا۔ کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا تھا۔ کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے وہ سیدھی میرے دل میں اُتر گئی۔ یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کی باہمی محبت و احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمد ﷺ تھے اور بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ حضور رسول کریم ﷺ جب اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ علیہم کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بی بی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے کہ وہ ان کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اسے منظور کروا لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے اسے منظور فرما لیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول

کرنے کے لیے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد میں اس بوسیدہ مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھے۔ پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دُعا مانگی: ''یا اللہ میں نہیں جانتا یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول ﷺ کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لیے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا۔ اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح طیبہ کو اجازت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی ﷺ کے حضور پیش کر کے منظور کروالیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں پر چلنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اگر سلسلہ اویسیہ واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی توفیق اور ترکیب عطا فرمائی جائے۔'' اس بات کا میں نے اپنے گھر یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ چھ، سات ہفتہ گزر گئے میں اس واقعہ کو بھول گیا پھر اچانک سات سمندر پار کی میری بھابھی کا ایک عجیب خط موصول ہوا۔ وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ انہوں نے لکھا:

The other night I had the good fortune to see Hazrat "Fatimah" (Rade Allha ho unho) daughter of the Holy Prophet (peace be upon him) in my dream. She talked to me most graciously and said, Tell your brother-in-law

Qudrat ullah Shahab, that I have submited his request to my exalted father who has very kindly accepted it.

ترجمہ: اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت شفقت اور تواضع سے باتیں کیں اور فرمایا اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتا دو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ انہوں نے از راہ نوازش اسے منظور فرمالیا۔

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش و حواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ میری روئیں روئیں پر ایک تیز و تند نشے کی طرح چھا جاتا تھا۔ کیسا عظیم باپ اور کیسی عظیم بیٹی۔ دو تین دن تک اپنے کمرے میں بند ہو کر مجسم صورت بنا بیٹھا رہا کہ مجھ سے بہتر ذکر میرا ہے کہ اس محفل میں ہے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک مجھے خواب میں طرح طرح کی بزرگ صورت ہستیاں نظر آتی رہیں جن کو نہ تو میں پہچانتا تھا، نہ ان کی باتیں سمجھ میں آتی تھیں اور نہ ان کے ساتھ میرا دل بھیگتا تھا۔ پھر ایک خواب میں مجھے ایک نہایت دل نواز اور صاحبِ جمال بزرگ نظر آئے جو اِحرام پہنے ایک عجیب سرور اور مستی کے عالم میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ میرا دل بے اَختیار ان کے قدموں میں بچھ گیا وہ بھی مسکراتے ہوئے میری جانب آئے اور مطاف سے باہر حطیم کی جانب ایک جگہ مجھے بٹھا لیا اور بولے میرا نام بختیار کاکی ہے۔ تم اس راہ کے آدمی تو نہیں ہو لیکن

دربارِ گہربار سے ہمیں منظوری حاصل ہوئی ہے۔ اس کے سامنے ہم سب کا سر تسلیم خم ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پیالہ ہمارے درمیان رکھا جس میں کھانے یا پینے کی کوئی چیز پڑی تھی۔ انہوں نے اچانک فرمایا تم یہ زندگی چاہتے ہو یا وہ زندگی؟ خواب میں بھی میرے دل کا چور انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا اور اس نے مجھے گمراہ کیا کہ اس سوال میں فوری طور پر موت قبول کرنے کی دعوت ہے یعنی دنیاوی زندگی چاہتے ہو یا آخرت کی زندگی۔ مجھے ابھی زندہ رہنے کا لالچ تھا اس لیے میں اپنے دل کے چور کی پیدا کی ہوئی بدگمانی کا شکار ہو گیا۔ حضرت کچھ یہ زندگی چاہتا ہوں کچھ وہ۔

میرا یہ کہنا تھا کہ میرے بائیں پہلو کی جانب سے ایک کالے رنگ کا کتا جھپٹتا ہوا آیا اور آتے ہی سامنے پڑے ہوئے پیالے میں منہ ڈال دیا۔

قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور بولے۔ افسوس یہ مفت کی نعمت تمہارے مقدر میں نہیں۔ تمہارا نفس تم پر بُری طرح غالب ہے اس لیے مجاہدہ کرنا ہوگا۔ اس کے بعد کئی ماہ تک نہ کوئی خواب آیا نہ ہی کسی قسم کا واقعہ رونما ہوا۔ یہ تمام عرصہ میرے لیے ایک طرح عالم نزع کا سا زمانہ تھا۔ دل اور دماغ میں احساس محرومی کے پرنالے بہنے لگے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں سب کچھ حاصل کر کے اچانک سب کچھ کھو بیٹھا ہوں۔ بار بار خودکشی کرنے کا خیال آتا تھا۔ ایک بار میں نے ڈوب کر خودکشی کا منصوبہ بھی بنایا۔ نہر میں چھلانگ لگانے کے لیے پُل کی منڈھیر پر جا بیٹھا۔ غالباً جذبہ جھوٹا تھا اس لیے بیٹھا ہی رہ گیا اور چند گھنٹے بعد زندہ

سلامت گھر واپس آ گیا۔

اس عالم یاس و اضطراب میں تین سوا تین ماہ گزر گئے جو میرے باطنی وجود پر تین صدیوں کی طرح بھاری گزرے۔ اس کے بعد 9 جون کو مبارک دن طلوع ہوا۔ یہ میری زندگی کے دو یا تین اہم ترین ایام میں سے ہے۔ اس روز مجھے اچانک نائنٹی Ninety کا پہلا خط موصول ہوا۔ میں اسے فقط کوڈ نام سے جانتا ہوں۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ ہماری خط و کتابت بذریعہ ڈاک فقط ایک بار ہوئی ہے اس کا پہلا خط بذریعہ ڈاک آیا تھا لفافے پر ڈاکخانے کی جو مہر لگی ہوئی تھی وہ یوں تھی:

June 9, Jammu Market 9.30 A.M.

ڈاکیہ اسی روز دن کے ساڑھے بارہ بجے یہ خط ڈیلیور کر گیا تھا۔ شہر کے پوسٹل نظام میں ایسا ممکن ہی نہ تھا کہ صبح ساڑھے نو بجے کا پوسٹ کیا ہوا خط اسی روز ساڑھے بارہ بجے مل بھی جائے۔

تیرہ صفحات پر مشتمل اس خط میں میرے ظاہر اور باطن کی ایسی ایسی خامیوں، کوتاہیوں، خرابیوں اور کمزوریوں کو اس قدر تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا گیا تھا جن میں سے بعض کا علم مجھے اور صرف میرے خدا کے علاوہ اور کسی کو نہ تھا اور بعض کا مجھے خود بھی پورا علم نہ تھا۔ یہ خط اس طرز کی فصیح و بلیغ اور دقیق انگریزی زبان میں لکھا ہوا تھا کہ اسے سمجھنے کے لیے مجھے بار بار ڈکشنری کا سہارا لینا پڑا تھا۔ نصف خط اس تجزیہ پر مشتمل تھا اور باقی کا نصف احکامات، ہدایات اور مستقبل کے لائحہ عمل سے پُر تھا۔ آخر میں لکھنے والے کے نام کی جگہ فقط یہ درج تھا:

A. Ninety years young Faqir

''یعنی ایک نوے سالہ جوان فقیر''

اس خط میں ایک حکم یہ تھا کہ چند سوالات جو اس میں اٹھائے گئے تھے۔ ان کا مکمل جواب انگریزی میں لکھ کر اسے اپنی کتابوں کی الماری کے کسی خانے میں رکھ دوں۔ میں نے فوراً تعمیل حکم کر دی۔ چند لمحے بعد الماری کے پٹ کھولے تو میرا لکھا ہوا خط وہاں سے غائب تھا۔ اس خط کا جو جواب آیا وہ اسی شب میرے تکیہ کے نیچے پڑا ہوا ملا۔ جواب کے آخر میں ایک نوے سالہ جوان فقیر کی جگہ فقط ایک لفظ Ninety نوے درج تھا۔

اس واقعے سے میرے تن بدن پر شدید ہیبت اور گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ کچھ عرصہ مجھ پر نیم بے ہوشی کا سا عالم طاری رہا۔ میری بیکسی اور بے بسی پر ترس کھا کر نائنٹی نے آئندہ سے میرے چھوٹے بھائی حبیب اللہ شہاب کو بھی میرا رفیق کار بنا دیا۔ حبیب کی رفاقت میرے لیے سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔

اس کے بعد کم و بیش پچیس برس تک ہمارے درمیان اس عجیب و غریب خط و کتابت کا سلسلہ تقریباً روزانہ جاری رہا۔ بعض اوقات ہمارے درمیان خطوط کی آمد و رفت دن اور رات کے دوران دو دو تین تین یا چار چار تک پہنچ جاتی تھی۔ حبیب ہمارا پوسٹ آفس تھا ہمارا لیٹر بکس کبھی الماری ہوتی تھی، کبھی اپنی جیب، کبھی کوئی کتاب یا کاپی یا کبھی سر راہ چلتے چلتے نائنٹی کے تحریر کردہ خطوط ہوا کے دوش پر سوار پھول کی پتیوں کی طرح سر پر آ لگتے تھے۔

حکم تھا کہ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کو جلد از جلد تلف کر دیا جائے۔

البتہ اتنی اجازت ضرور تھی کہ اس کے احکامات اور اس کی ہدایات کو اپنے طور پر اپنے الفاظ میں بے شک محفوظ کرلیا جائے کہ اگر یہ کاغذات کسی کے ہاتھ لگ جائیں تو یہ سب باتیں محض پراگندہ خیالی اور بے معنی رطب و یاس نظر آئیں۔ فقط ایک بار چھوڑ کر میں اس حکم کو بھی پوری طرح پابندی سے بجالاتا رہا۔

ایک روز میرے دل میں لالچ آیا کہ میں اپنے گمنام اور نادیدہ خضرِ راہ کا کم از کم ایک دستخط Ninety اس کے کسی خط سے پھاڑ کر نشانی اور برکت کے طور پر اپنے پاس محفوظ کرلوں۔ یہ خیال آنا تھا کہ سزا کا تازیانہ فوراً نازل ہوگیا۔ رات کا وقت تھا بجلی کے بلب کے اردگرد چند پروانے منڈلا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پر ایک کاغذ منڈلانے لگا اور آہستہ آہستہ بل کھاتا ہوا نیچے میری گود میں آ گرا۔ اس میں تحریر تھا کہ حکم عدولی کا یہ منصوبہ فوری سزا کا مستحق ہے۔ سزا یہ تجویز ہوئی کہ بتیاں چند لمحوں کے بعد اپنے آپ گُل ہوجائیں گی اور میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں نصف گھنٹہ تک ایک زندہ سانپ سے باندھ کر رکھے جائیں گے۔ اس خوفناک سزا کا فیصلہ سن کر میں بے اختیار رو پڑا۔ میں نے جلدی جلدی اپنے ارادہ سے توبہ کی۔ دل کی گہرائیوں سے معافی مانگی اور غالب کا یہ شعر انگریزی میں ترجمہ کے ساتھ لکھ کر الماری میں رکھ دیا۔

حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

دیکھتے ہی دیکھتے بجلی کے بلب کی جانب سے نائنٹی کا جواب لہراتا ہوا میرے ہاتھ میں آیا جس میں تحریر تھا: ہاہاہا بس دو زندہ سانپوں کے تصور سے ڈر

گئے۔ بزدل ہو۔ چلو معاف کیا۔ لیکن یہ بات ہرگز نہ بھولو کہ قبر میں دیگر حشرات الارض کے علاوہ زندہ سانپ بھی موجود ہوں گے۔ وہاں پر نہ توبہ کا وقت ہوگا نہ ہی توبہ قبول ہوگی اور غافل بندے تجھے کیا معلوم کہ دن رات تمہارے بدن اور باطن کے ساتھ کتنے خوفناک اژدھے زبانیں نکال نکال کر لپٹے رہتے ہیں اور وقت آنے پر کتنے زیرِ زمین اژدھے بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں کاش تم لوگ جانتے ''نائنٹی''۔

ایک روز میں نے اپنے رہنما سے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اور روحانیت کے کس مقام پر فیض ہیں؟

جواب ملا۔ پہلے تین سوال فضول ہیں۔ ان کا جواب تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ باقی رہی روحانیت کے مقام کی بات اس طویل راستے پر کہیں کہیں گھاٹیاں اور کہیں کہیں سنگ میل آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ منزل یا مقام کا کسی کو علم نہیں۔ اس سڑک پر سب راہی ہیں کوئی آگے کوئی پیچھے۔ منزل صرف ایک بشر کو ملی ہے جس کے بعد اور کوئی مقام نہیں۔

اس بشر کا نام محمد ﷺ ہے۔ تم اس کا نام رٹتے تو بہت ہو۔ لیکن کیا کبھی اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش بھی کی ہے؟ اگر ایسا کرتے تو آج ایک کچی دیوار پر آبلے کی مانند چسپاں نہ ہوتے۔ جس پر مکھیاں تک بھنبھنانا چھوڑ دیتی ہیں۔ یہی میرا سلسلہ اویسیہ تھا۔ جس کی رہنمائی میں اس گنہگار نے راہ سلوک پر چند ڈگمگاتے قدم کی سعادت حاصل کی ہے۔''

آپ نے پڑھ لیا۔

یہ ہے موجودہ دور کی کرامت اور سلسلہ اویسیہ کا حقیقت ہونے کا ثبوت۔

آپ نے پڑھا ہوگا کہ شہاب صاحب نے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی معرفت آقا نامدار محمد ﷺ سے سوال ہی یہی کیا تھا کہ کیا سلسلہ اویسیہ کا کوئی وجود ہے یا یہ صرف ایک افسانہ ہے۔

اس کا جو جواب ملا۔ اس کے علاوہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس شہاب صاحب کی گذارش کا پہنچنا۔ آپ کا حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کرنا۔ حضور ﷺ کا قبول فرمانا اور بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا سات سمندر پار ایک نومسلم خاتون کی معرفت شہاب صاحب کو اس سے مطلع فرمانا۔ کیا ثابت نہیں کرتا ہے کہ اللہ کی برگزیدہ اور محبوب ہستیاں اپنے عقیدتمندوں کی درخواستوں اور گذارشوں سے مطلع ہوتی ہیں بلکہ ان پر اپنا فیض وکرم بھی عنایت فرماتی ہیں۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت محمد ﷺ، خضر علیہ السلام یا صاحب مزار بزرگ دین سے براہ راست فیض یافتہ کا نام اویسی ہے۔ نیز سلسلہ اویسیہ کے مریدان بھی اویسی ہی ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

ابتدائی حالات:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے ایک قصبہ قرن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام عامر تھا۔

قصبہ قرن کے متعلق روایت ہے کہ جب اس قصبہ کی بنیاد رکھی جارہی تھی تو کھدائی کے دوران گائے کا سینگ زمین سے نکل آیا کیونکہ عربی میں گائے کے سینگ کو قرن کہا جاتا ہے اس لیے اس قصبہ کا نام قرن پڑ گیا۔ اس قصبہ کی جن لوگوں نے بنیاد رکھی اور ابتدا سے اس میں آباد ہوئے وہ قرن کی نسبت سے قرنی کہلائے۔

آپ کی ولادت کی تاریخ کے متعلق کافی تحقیقات کے باوجود کوئی معلومات حاصل نہیں ہوسکیں البتہ یہ حقیقت ہے کہ آپ ظہورِ اسلام سے قبل اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کے والدین دین سلیمانی کے پیروکار تھے۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی دیگر انبیائے کرام کی طرح دین اسلام ہی لائے تھے۔ اس لیے آپ مسلم گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد نہایت شریف النفس اور نیک انسان تھے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں ہی والد کے سایہ سے محروم ہو گئے اور بچپن سے ہی نابینا اور کمزور والدہ کی کفالت کا بوجھ بھی آپ کے کندھوں پر آن پڑا۔ اس لیے آپ کو بچپن سے ہی محنت مزدوری کرنی پڑی۔ آپ لوگوں کے اونٹ چراتے اور اس سے جو مزدوری ہوتی اس سے اپنا اور اپنی والدہ کا

پیٹ پالتے۔ آپ کو یتیمی اور معذور والدہ کی کفالت کی ذمہ داری ادا کرنے کی وجہ سے کسی دینی درسگاہ میں دنیوی تعلیم حاصل کرنے کا موقع میسر نہ آسکا۔ اس لیے آپ کی تعلیم کے متعلق باوجود تحقیقات کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ البتہ آپ کو نبی آخرالزماں اور باری تعالیٰ کی طرف سے جو روحانی تعلیم حاصل ہوئی وہ تمام دنیاوی تعلیم اور دنیوی درسگاہوں سے افضل اور مقدم ہے۔ اس کے علاوہ والدہ کی گود جو ابتدائی درسگاہ ہوتی ہے وہاں سے بھی آپ کی اعلیٰ تربیت ہوئی کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت متقی، پرہیزگار اور نیک خاتون تھیں جنہوں نے قدم قدم پر آپ کی رہنمائی فرمائی۔

حلیہ:

آپ کا رنگ گندمی، قد درمیانہ اور جسم مبارک لاغر اور کمزور تھا۔ پتلی کمر اور پیٹ مبارک اندر کی طرف دھنسا ہوا تھا۔ ناک بڑی اور گوشت دار تھی۔ ریش مبارک گھنی اور سر کے بال پراگندہ، الجھے ہوئے اور گرد آلود رہتے تھے۔ آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ دونوں کاندھوں کے درمیان کا فاصلہ زیادہ تھا اور پیشانی کی طرف تھوڑی اٹھی ہوئی تھی۔

آپ کو برص کی تکلیف ہوگئی تھی اور آپ نے اس بیماری سے شفا کے لیے دعا فرمائی جس سے یہ بیماری چلی گئی لیکن جہاں آپ نے بیماری سے شفایابی کی دعا فرمائی وہاں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی مانگی کہ اس بیماری کا نشان میرے جسم کے کسی حصہ پر باقی رہے تاکہ یہ مجھے تیری رحمت کی یاد دلاتا رہے۔ اس لیے آپ کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر سفید برص کا نشان تھا۔

آپ کی شکل مبارک سے پریشانی اور افسردہ حالی ٹپکتی تھی جس کی وجہ سے لوگ آپ کو دیوانہ اور مجنوں سمجھتے تھے اور آپ پر پتھر برساتے۔

لباس اور خوراک:

''تذکرۃ الاولیاء''، ''حیواۃ الذاکرین'' اور ''حیات یحیٰ منیری'' میں تحریر ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوڑے کے ڈھیر سے کپڑوں کے ٹکڑے چُن کر اٹھا لاتے اور ان کو دھو کر پاک صاف کرنے کے بعد خود اپنے ہاتھ سے سیتے اور ان کو پہن لیتے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت سے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اونٹ کے بالوں کے بنے ہوئے پیوند لگے ہوئے لباس میں دیکھا ہے۔

مختلف پرانے کپڑوں کے ٹکڑوں کے پیوند کیے ہوئے کپڑے جب پھٹ جاتے تو کسی سے سوال نہ کرتے اور اگر کوئی آپ کو مسکین سمجھ کر کپڑا دیتا تو آپ قبول نہ فرماتے۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' میں تحریر ہے کہ آپ کا لباس کرتہ اور تہبند یا پاجامہ اور اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا کمبل تھا۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''احیاء العلوم و کیمیائے سعادت'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لوگوں کے اونٹ چراتے اور اس دوران آپ چھوہاروں (کھجور) کی گٹھلیاں چنتے رہتے اور اگر کچھ خراب چھوہارے (کھجور) مل جاتے تو افطاری کے لیے رکھ لیتے۔

صبح گھر سے نکل کر شام کے وقت شتر بانی کے بعد گھر واپس لوٹتے تو جو

گٹھلیاں آپ جمع کرلاتے ان کو بازار میں بیچ کر افطار کے لیے چھوہارے خرید لیتے۔ کبھی کبھی آپ جو کی روٹی اور کھجور کے شیرہ سے گزارا کرتے۔ حضرت اصمع رحمۃ اللہ عنہ نے ''حیات اویس'' اور ''روح البیان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ محنت مزدوری سے اپنی خوراک خریدتے اور خوراک سے جو دانہ پانی بچ جاتا خیرات کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے بارالٰہا اگر کوئی بھوکا، پیاسا یا ننگا مرجائے تو مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔ اس قدر تنگ دستی کے باوجود دوسروں کی غربت کا خیال آپ کو بے چین رکھتا۔ حالانکہ آپ پر کئی مرتبہ فاقوں تک نوبت آجاتی لیکن آپ کسی کے آگے دست سوال دراز نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ تین دن سے بھوکے تھے کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی رقم تھی جس سے خوارک خریدتے۔ آپ جارہے تھے کہ راستہ میں ایک درہم پڑا ہوا ملا آپ نے خیال فرمایا کسی کا گر گیا ہوگا ممکن ہے تلاش کرتا ہوا آجائے آپ نے اس خیال سے نہ اٹھایا اور آگے چل دیئے۔ دل میں خیال کیا گھاس کھالیتا ہوں۔ آپ اسی خیال میں تھے کہ سامنے سے ایک بھیڑ آتی ہوئی دکھائی دی جس نے گرم گرم روٹی اٹھائی ہوئی تھی۔ بھیڑ نے وہ روٹی آپ کے سامنے آکر رکھ دی۔ آپ نے یہ سوچ کر کہ یہ کسی کی روٹی ہوگی بھیڑ اٹھا لائی ہے آپ نے ہاتھ نہ لگایا تو بھیڑ نے زبان حال سے عرض کی: ''اویس تو جس خدا کا بندہ ہے میں بھی اسی کی مخلوق ہوں۔ تو یقین کر یہ روٹی تیرے اللہ نے تیرے لیے بھجوائی ہے۔''

ایک دفعہ آپ کے سارے کپڑے پھٹ گئے تو آپ نے گھر کی کوٹھری سے نکلنا ترک کردیا۔ آپ کے ایک دوست نے آپ سے باہر نہ نکلنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میرے کپڑے پھٹ گئے ہیں مجھے باہر نکلتے ہوئے شرم آتی ہے۔

آپ کے دوست نے کہا میں تمہارے لیے کپڑے لے آتا ہوں تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کپڑے لے لوں تو دنیا والے میرا مذاق اُڑائیں گے کہ میں غیر اللہ سے کوئی چیز نہ لینے کا دعویٰ تو کرتا ہوں مگر اس پر ثابت قدم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگا کہ میں نے غیر اللہ کے آگے دست سوال کیوں دراز کیا۔ بہت اصرار کے باوجود آپ نے اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔ آپ کے لباس اور آپ کے حلیہ کو دیکھ کر لوگ آپ کو دیوانہ سمجھتے اور جب بازار یا سڑک سے گزرتے لوگ آپ پر پتھر برساتے تو آپ فرماتے کہ اگر مجھے پتھر مارنا ضروری ہیں تو مجھے چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو تاکہ میرے جسم سے خون نہ بہے اور جسم خون آلود ہونے سے میرا وضو نہ ٹوٹے۔ کپڑوں اور جسم پر خون لگنے سے میرا جسم ناپاک ہوگا اور میں نماز ادا نہ کرسکوں گا۔

عشق محمد ﷺ:

جب اسلام کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تو اس کی کرنیں سرزمین یمن پر بھی پڑیں تو آنحضرت محمد ﷺ کا چرچا یمن کے لوگوں نے بھی سنا۔

آپ بچپن سے ہی نیک اور حلیم مزاج تھے۔ جب آپ اسم محمد ﷺ اور آپ کے دین اسلام سے آشنا ہوئے تو آپ کا دل اسلام کی روشنی سے منور ہوگیا اور آپ کے دل نے گواہی دی کہ محمد ﷺ نبی آخر الزمان ہیں۔ آپ کا پیغام برحق ہے اور آپ کا دین سچا دین ہے۔ آپ نے کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ آپ کو آنحضرت ﷺ سے سچا عشق ہو گیا۔ ایسا عشق جس کی نہ تو تشریح ممکن ہے اور نہ جس کی انتہا سمجھی جا سکتی ہے اور یہی

والہانہ عشقِ رسول ﷺ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا حاصل بنا اور
آپ کو ابدی زندگی دے گیا جو تا قیامت آپ کے اسم مبارک کو حیات رکھے گا۔
آپ کے اندر نورِ ہدایت کی شمع تو ذاتِ باری تعالیٰ نے پہلے سے روشن کر
رکھی تھی۔ اعلانِ نبوت اور اشاعتِ اسلام نے نورِ ہدایت کو جلا بخشی اور آپ
رسولِ خدا ﷺ کے شیدائی بن گئے۔ آپ کو اسلام قبول کرنے کی کسی نے دعوت
نہیں دی۔ نہ کسی نے آپ کے سامنے تبلیغ کی اور نہ ہی کسی نے آپ کو اسلام قبول
کرنے پر مجبور کیا۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی
دولت سے اللہ تعالیٰ نے خود روشناس کرایا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آنحضرت محمد ﷺ کے عاشق صادق ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی زیارت کے
مشرف سے باریاب نہ ہو سکے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بصیرت سے محروم تھیں اور
کمزور و معذور ہونے کے سبب ان کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے آپ
ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس وجہ سے آپ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں
حاضر نہ ہو سکے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے آپ کو فرمایا تھا تم میری چشم باطنی کے سامنے ہو۔
اس لیے میرے پاس مدینہ منورہ آنے کی بجائے والدہ کی خدمت کرتے رہو۔
غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اور سب سے عظیم نقصان سرورِ کونین
آنحضرت محمد ﷺ کے دو دندان مبارک شہید ہونے کا ہوا۔ اس سانحہ پر سب
مسلمان مغموم تھے لیکن عاشقِ رسول پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور آپ کو اس قدر صدمہ

ہوا کہ آپ نے حضور ﷺ کی محبت میں اپنے تمام دندان مبارک توڑ دیئے۔ آپ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے آقا کے دو دندان مبارک شہید ہوئے ہیں تو مجھے بالکل علم نہ تھا کہ آپ کے کون سے دو دانت مبارک شہید ہوئے ہیں۔ مجھے آپ کی موافقت نے بے چین کر دیا۔ میں نے پہلے اپنا ایک دانت توڑا، پھر خیال آیا شاید یہ والا دانت نہ ہو اس لیے میں نے دوسرا دانت توڑا۔ پھر خیال آیا شاید یہ والا دانت نہ ہو پھر میں نے اپنا تیسرا دانت توڑا لیکن ہر بار یہ خیال آتا کہ شاید یہ نہ ہو۔ اس طرح میں باری باری اپنے تمام دانت توڑتا گیا حتیٰ کہ سب دانت توڑ ڈالے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو اپنے محبوب محمد ﷺ کے عاشق صادق کی یہ ادا بہت پسند آئی اور حق تعالیٰ نے کیلے کا درخت پیدا فرمایا۔

فرمانِ رسول ﷺ:

حضرت محمد ﷺ جب بھی آپ کا ذکر فرماتے آپ کو خیر التابعین کہہ کر یاد فرماتے۔ جس کی تعریف دونوں جہانوں کا سردار فرمائے اس کے مقام کو بیان کرنا قلم اور قرطاس کے بس میں کہاں۔ آنخضرت ﷺ آپ کے لیے کبھی کبھی سہیل یمن کا لفظ بھی استعمال فرماتے۔ مولانا روم ''مثنوی روم'' میں فرماتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ شام کے وقت صحابہ کرام کے ہمراہ باہر تشریف لے جاتے اور یمن کی طرف چہرہ انور کر کے فرماتے:

انی لا جد نفس الرحمٰن من قبل الیمن.

ترجمہ: میں رحمٰن کی خوشبو یمن کی طرف سے پاتا ہوں۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دولت سے اللہ تعالیٰ نے خود روشناس فرمایا۔

خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ وقت کے قطب تھے۔ ''معدن العدنی'' میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نفس الرحمٰن کے فرمان سے مطلب خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے۔ اہل تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہر پیغمبر کے زمانہ میں قطب ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب تھے۔

ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انی لانتشق روح الرحمٰن من طرف الیمن (تذکرۃ الاولیاء)

آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سب احوال سے آگاہ فرمایا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام اجمعین کو مطلع فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ عنہ اپنی کتاب ''شرح مشکوٰۃ'' علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''جمع الجوامع'' اور ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''معدن العدنی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا تو صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس متبرک ہستی کا کیا نام ہے؟ اور وہ کہاں رہتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ قبیلہ مراد کا ایک شخص ہے اس کا نام اویس ہے۔ جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو خدا اس کو پوری فرماتا ہے تم اگر اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لینا۔

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا چشم ظاہر سے نہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسا عاشق صادق ہے؟ جو آج تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو اس کی والدہ ضعیف، نابینا اور ناتواں ہے۔ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی وہ اپنی والدہ کو اپنے ہمراہ لا سکتا ہے۔ اس لیے وہ میرے پاس نہیں آ سکتا۔ دوسرا غلبہ حال صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اسے دیکھ سکیں گے؟ تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نہیں البتہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے دیکھیں گے اور ملیں گے۔

آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب تم ان کو ملو تو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا میری امت کی مغفرت کے لیے دعا کریں (سبحان اللہ)۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اویس قرنی رضی اللہ عنہ پر ہر وقت حالت حال طاری رہتی ہے اور اس نے اپنے آپ کو عبادت الٰہی میں اس طرح غرق کر دیا ہے کہ اسے اپنے وجود تک کا احساس نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ ہم اسے کیسے پہچانیں گے؟ تو آپ نے فرمایا وہ ایک لاغر بدن، گندمی رنگ والا: دُکا جس کے بال گرد آلود اور الجھے ہوئے پراگندہ ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک درہم کے برابر سفید برص (پھلیری) کا نشان ہوگا۔ اس نشان کے متعلق آپ نے فرمایا ایک مرتبہ اسے یہ بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ تو اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے باری تعالیٰ

سے دعا کی اے رب العالمین میری یہ بیماری دور فرما دے لیکن اس کا نشان میرے جسم کے کسی حصہ پر قائم رکھ۔ تا کہ یہ مجھے تیری شفقت اور رحمت کی یاد دلاتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض گرد آلود، الجھے ہوئے بالوں والے اور دنیا داروں کے دروازے سے نہایت حقارت سے نکالے ہوئے ایسے لوگ اگر کسی امر کی قسم کھا لیں تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کو سچ فرما دیتا ہے۔

مَستور:

مستور سے مراد چھپا ہوا یا مخفی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیائی تحت قبائی فهم غیری o

ترجمہ: میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

''شرح مشارق'' اور کتاب ''روضۃ الریاحین'' میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ آپ اولیائے مخفی میں سے تھے اور سید الانبیاء ﷺ کے سوا آپ کو کوئی نہیں پہچانتا تھا اور آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کی وجہ سے لوگوں کو آپ کے متعلق علم ہوا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اولیائے کرام ظاہر ہو کر مشہور ہوتے ہیں اور بعض مستور الحال رہتے ہیں۔ مستور الحال اولیاء کا درجہ مشہور اولیائے کرام سے زیادہ ہوتا ہے۔ مستور الحال بزرگان سے مشائخ عظام حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہ السلام ملاقات کے آرزومند ہوتے ہیں۔

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا محمد ﷺ نے صحابہ کرام اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا:

احب الاولیاء الی اللہ لا تقیاء الاخفیاء

ترجمہ: اولیاء میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو پرہیزگار اور مخفی ہیں۔

شیخ شرف الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسالت مآب محمد ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کو اپنے ہمراہ لے کر بہشت میں داخل ہوں گے۔ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے میری امت کے جملہ مومنوں نے مجھے دیکھا اور میں نے ان کو دیکھ لیا سوائے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ اس نے مجھے دیکھا اور نہ میں نے اس کو۔ تو بارگاہ الٰہی سے جواب ملے گا جو تجھ کو دیکھتا ہے میرے واسطے دیکھتا ہے اور جب خود مجھ کو ہی دیکھ لے تو اس کا مقصد حاصل ہو گیا پھر تجھ کو نہ دیکھنے سے اس کو کیا نقصان ہوگا۔

آپ حقیقت محمدیہ کے دیدار سے فیض یاب ہوئے۔ ظاہری نہ دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ ''سفرنامہ فرزندی''، ''تذکرۃ اولیاء'' اور ''سلک سلوک'' میں تحریر ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر دعا کی: اے باری تعالیٰ جس طرح تو نے مجھے اس دنیا میں پوشیدہ رکھا اسی طرح مجھ کو میدان حشر میں بھی مستور رکھنا۔ غائب سے آواز آئی اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم نے تیری دعا قبول فرمائی۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی باری تعالیٰ قیامت کے دن جب کروڑوں لوگ موجود ہوں گے اور کسی قسم کا کوئی حجاب نہ ہوگا تب میں کس طرح مستور رہوں گا تو حکم ہوا ہم سات سو

نورانی چہرے تیری ہم شکل پیدا کر کے تجھ کو ان میں مستور کر دیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم شکل نورانی چہروں کے ہمراہ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں بہشت میں داخل ہونے کا حکم دیں گے۔ اس طرح کوئی بھی آپ کو نہ پہچان سکے گا مگر اللہ تعالیٰ جس کو پسند فرمائیں گے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگاہ کر دیں گے۔ حضرت مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''شرح الصدور فی احوال الموتیٰ القبور'' اور حضرت مولانا سید محمود احمد رحمۃ اللہ علیہ ''حیواۃ الذاکرین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دفن کر کے ان کی قبر پر نشان بنا دیا گیا۔ جب دوسرے دن آئے تو نہ ان کی قبر تھی اور نہ کوئی نشان۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اولیاء کرام میں سے ہیں جن کا مستور رہنا ان کے اعلیٰ مرتبہ کی دلیل ہے۔

عبادت:

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ایک دن صبح کے وقت حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے گیا تو آپ فجر کی نماز میں مشغول تھے۔ نماز کے بعد تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے۔ میں منتظر رہا کہ تسبیح سے فارغ ہو جائیں تو ملاقات کروں مگر وہ تسبیح میں ظہر کی نماز کے وقت تک مشغول رہے۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو نماز پڑھنے لگ گئے اور ادائیگی نماز کے بعد پھر تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہو گئے کہ وقت عصر ہو گیا۔ اس طرح مغرب، عشاء اور فجر۔ اسی طرح تین دن اور تین رات نہ میں نے آپ کو کھاتے پیتے دیکھا اور نہ ہی

آرام کرتے۔ میں نے چوتھی رات دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں غنودگی ہے۔ اس پر آپ فوراً استغفار پڑھنے لگے اور دُعا کی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں بھوک اور نیند کے غلبہ میں مبتلا ہوا۔ حضرت ربیع بن خشیم فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راتوں کی تقسیم کی ہوئی تھی۔ ایک رات رکوع میں گزار دیتے اور فرماتے:

هٰذا لیلة الرکوع ترجمہ: یہ رکوع کی رات ہے۔

ایک رات پوری سجدہ میں گزار دیتے اور فرماتے:

هٰذا لیلة السجود ترجمہ: یہ سجدہ کی رات ہے۔

آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اتنی طویل رات رکوع اور سجود میں کس طرح گزار دیتے ہیں۔ آپ میں اتنی طاقت کہاں سے آتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا راتیں اتنی طویل کہاں ہیں۔ کاش اَزل سے اَبد تک ایک رات ہوتی جس سے ایک سجدہ کر کے تمام رات ختم کردوں۔ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ کر بے خود ہو جاؤں۔ آپ نماز فرشتوں کی عبادت کی طرح پڑھنے کے داعی تھے۔

مُرقع رَسول ﷺ:

''تذکرۃ الاولیاء'' میں تحریر ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ کے وصال کا زمانہ قریب آیا تو صحابہ کرام اجمعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے دریافت فرمایا آپ کا مُرقع کس کو دیا جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا اویس قرنی کو۔ ''بحر السعادت'' میں تحریر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دفعہ زمانہ حج میں ایامِ تشریق کے دوسرے دن بندگانِ خدا کو نصیحت اور وعظ فرما چکے تو فرمایا تم میں جو

اہلِ کوفہ ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ اہلِ کوفہ کھڑے ہو گئے تو پھر ان سے فرمایا تم میں سے جو قرن کا رہنے والا ہو وہ کھڑا رہے باقی بیٹھ جائیں۔ سوائے ایک شخص کے باقی سب بیٹھ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم قرن کے رہنے والے ہو کیا تم اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانتے ہو۔ اس شخص نے کہا ہاں امیر المومنین میں قرن کا رہنے والا ہوں اور اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اچھی طرح جانتا ہوں مگر وہ اس لائق نہیں ہے کہ آپ اس کا نام بھی لیں۔ وہ تو بڑا حقیر اور شوریدہ حال ہے اور لوگوں سے دور رہتا ہے، سب اس کو دیوانہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اس کو نہیں پہچانتے۔ میں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا ہے کہ بنی کلیب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت کے آدمی اس کی شفاعت سے بخشیں جائیں گے اور آپ کی بہت تعریف فرمائی۔

حکایت الصالحین میں تحریر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: رسول خدا ﷺ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے قبیلہ قرن میں ایک شخص اویس نامی ہے جو خدا تعالیٰ کو واحدہ لاشریک مانتا ہے اور مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن اپنی ضعیف ماں کو تنہا چھوڑ کر میری ملاقات کو نہیں آ سکتا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم میرے بعد میدانِ عرفات میں اس سے ملو گے، اسے میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ میری امت کے لیے دعا کرے۔ سب لوگوں کو سن کر بہت تعجب ہوا اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا مرتبہ عالی عنایت فرمایا۔

اَنَّ يَهَبَ اللهَ مِنْ اُمَّتِى بشَفَاعَتِهٗ بِالصَّوافَ بنى كُليب و اَشْعَارُهَا ط

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت سے میری امت کے اتنے لوگوں کو بخشے گا جتنے بنی کلیب کے چوپائے اوران کے بال۔

یادرہے بنی کلیب کا قبیلہ اس قدر بڑا تھا جس کا کچھ شمار نہیں ہوسکتا اور پھر اس قبیلہ کے ہر شخص کے پاس بے شمار بکریاں تھیں۔سب بکریوں کے بال بہت گھنے تھے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لائے تو خطبہ کے درمیان فرمایا تم میں اگر کوئی اہل قرن ہو تو کھڑا ہو جائے۔اہل قرن کھڑے ہو گئے تو آپ نے ان سے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال دریافت فرمایا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین وہ تو ایک حقیر اور فقیر دیوانہ ہے لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔وہ اس لائق نہیں کہ آپ اس سے ملاقات کریں۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ کہاں رہتا ہے؟ ہم نے ان سے ملنا ہے۔عرض کی گئی وہ وادی عرفات میں اونٹ چراتا ہے۔نہ آبادی میں آتا ہے نہ کسی سے ملتا ہے۔جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا۔رنج ومسرت کو نہیں جانتا۔لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے لوگ روتے ہوں تو وہ ہنستا ہے۔یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور اونٹوں کی حفاظت ایک فرشتہ کر رہا تھا۔نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے کسی کے آنے کی آہٹ سنی تو متوجہ ہوئے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: السلام علیکم۔جواب آیا: وعلیکم السلام۔پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نام

پوچھا تو آپ نے فرمایا: عبداللہ۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کے بندے تو ہم سب ہیں، آپ اپنا وہ نام بتائیں جس سے لوگ آپ کو پکارتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اویس۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سیدھا ہاتھ دکھاؤ۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سیدھا ہاتھ دکھایا تو ہتھیلی پر درہم کے برابر سفید نشان دیکھ کر آپ نے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: اے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آقا محمد ﷺ نے آپ کے پاس سلام بھیجا ہے اور اپنا مرقع بھی عنایت فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ امت محمدی کی بخشش کے لیے دعا کریں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اے علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ آنحضرت ﷺ کے رفیق خاص ہیں اور مجھ سے اولیٰ ہیں۔ خدا سے دعا تو آپ کریں کیونکہ اللہ کے دربار میں آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم تو دعا کرتے رہتے ہیں لیکن بموجب وصیت آنحضرت ﷺ آپ دعا کریں۔ پھر اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ غور کریں کہیں میں وہ اویس نہ ہوں جس اویس کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اویس رسول اللہ ﷺ نے دو نشانیاں بتائی تھیں ایک نشان منہ کی دائیں طرف اور ایک نشان دائیں ہتھیلی پر درہم کے برابر ہوگا۔ دونوں نشانیاں موجود ہیں۔ اس لیے ہماری شناخت درست ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لایئے وہ مرقع مجھے عطا کیجئے تاکہ میں حسب الحکم آقا دعا کروں۔ جب آپ کو مرقع دیا گیا

تو آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ دور فاصلے پر مرقع لے کر چلے گئے اور زمین پر سجدہ ریز ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے خداوند عالم میں اس وقت تک یہ مرقع نہیں پہنوں گا جب تک سرکار دو عالم ﷺ کی ساری امت کو میری سفارش پر بخش نہیں دے گا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ مرقع مجھے عطا فرمایا ہے اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ تک پہنچانے کا فرض ادا کیا ہے۔ تو میری دعا سن لے اور قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اویس ہم نے تیری دعا کی برکت سے امت محمد ﷺ کا کچھ حصہ بخش دیا۔ آپ نے پھر عرض کی یا الٰہ العالمین میں تیرے محبوب کی ساری امت کی بخشش کا طلبگار ہوں۔ ندا آئی اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم نے امت محمدی کا کچھ اور حصہ بخش دیا لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے پھر عرض کی اے رب العالمین میں اپنے آقا کا عنایت کردہ مرقع اس وقت نہیں پہنوں گا جب تک تو محمد ﷺ کی تمام امت کو نہیں بخش دے گا۔

تاخیر کا سبب معلوم کرنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آئے تو آپ نے آہٹ پا کر سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ نے فرمایا اگر آنے میں تھوڑی دیر تاخیر کرتے تو اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتا جب تک اپنے آقا کی ساری امت کو نہ بخشوا لیتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ کی شان جلالت دیکھ کر رقت طاری ہو گئی۔ کہ ایک برہنہ پا اونٹ کے کمبل اور پیوند لگے پھٹے ہوئے کپڑوں میں

ملبوس میں ایک عالم کی تونگری پوشید ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائیں آپ ذرا ہمارا انتظار کریں تا کہ ہم آپ کے لیے کھانا اور لباس لے آئیں تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا امیر المومنین مجھے کھانے کی بھوک نہیں ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں نے لباس پہن رکھا ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر کچھ رقم ہی قبول فرمالیں۔ آپ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور دو درہم نکال کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائے اور فرمایا یہ میں نے اونٹ چرا کر مزدوری سے حاصل کیے ہیں۔ اگر آپ اس بات کی ضمانت دیں کہ یہ خرچ کرنے کے بعد بھی زندہ رہوں گا تو میں آپ کی نقدی قبول کرلوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضبط نہ کر سکے اور رونے لگے اور دُرہ زمین پر دے مارا اور فرمایا کاش عمر کی ماں مجھ کو نہ جنتی۔

ہَرم بن حَبان سے ملاقات:

ہرم بن حَبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے بعد میں نے جب آپ کی تعریف سنی تو آپ کی ملاقات کی خواہش لے کر کوفہ پہنچا اور ہر شخص سے آپ کا پتہ دریافت کرنے لگا آخر ایک شخص نے بتایا وہ دریائے فرات پر ملیں گے وہاں گیا تو آپ وضو کر رہے تھے اور نماز کے لیے کپڑے پاک کر رہے تھے۔ آپ اس قدر لاغر اور کمزور بدن تھے کہ بدن کی تمام ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میں نے پاس جا کر سلام کیا تو آپ نے سلام کا جواب دیا،

آپ کی پیشانی پرنور کی ایک چمک تھی۔ میں نے کہا: یَرْحَمُکَ اللّٰہ (تم پر اللہ کی رحمت ہو) تو آپ نے جواب میں فرمایا: وَغفر لک (تم کو اللہ بخشے)۔

آپ کے کلمات سن کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگے۔ جب ہم دونوں گریہ زاری سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: مرحبا اے ہرم بن حبان تم کو میرا نام اور نشان کس نے بتایا؟ تو میں نے عرض کی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آپ نے فرمایا:

لا الہ الا اللہ سبحان ربنا ان کان وعد ربنا المفعولاo

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہمارا رب پاک ہے اور ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو گا۔

مجھے سخت تعجب ہوا کہ ان کو میرا نام کیونکر معلوم ہوا اور انہوں نے مجھے کیونکر پہچانا۔ اس سے پہلے نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا اور نہ انہوں نے میرا نام پوچھا۔ میں نے عرض کی آپ نے مجھ کو کس طرح پہچانا تو آپ نے فرمایا:

نَبَّانِی العلیم الخبیر ط

ترجمہ: اس نے بتایا جس کے علم وخبر سے باہر کوئی بھی چیز نہیں۔

میں نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا اور حضرت محمد ﷺ کی بتائی ہوئی نشانی دیکھ کر چومنے لگا۔ آپ نے فرمایا اے ہرم بن حبان مجھ سے کس طرح واقفیت ہوئی اور کونسی چیز تمہیں میرے پاس لائی اور تمہیں یہاں میری موجودگی کا کیسے پتا چلا؟ ہرم بن حبان فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے عاشق رسول مجھے آپ کی خبر اس نے دی جس نے آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا: جس نے آپ کو اپنے

حبیب کا عاشق بنایا۔ جس نے آپ کی سفارش پر امت محمدیؐ کے بڑے حصہ کو بخشنے کا وعدہ فرمایا۔ اس نے میرے اور آپ کی روح کی شناسائی کرائی۔ حرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں تاکہ میرے لیے یادگار رہے۔

آپ نے فرمایا: میں نے تو آپ ﷺ کو نہ بالمشافہ دیکھا اور نہ خود آپ سے کوئی فرمان سنا۔ میں آپ کے اوصاف کریمانہ اور فرمودات سنتا رہا ہوں جیسے تم نے بھی سنے۔ میں نے حدیث روایت کر کے محدث اور مفتی نہیں بننا چاہتا میں تو اپنے شغل میں مصروف ہوں مجھے اس سے فرصت نہیں۔ حرم بن حبان نے عرض کی اپنی زبان سے آیت قرآن ہی پڑھ کر سنایئے تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پڑھا:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ٥ وما خلقنا السموٰتِ والارض وما بینھما العبین وما خلقنا ھما الا بالحق والکن اکثر ھم لا یعلمون ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یوم لا یغنی مولیً عن مّولیً شیئاً ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ ط انہ ھو العزیز الرحیم ط

ترجمہ: ہم نے اہل زمین و آسمان کو حق کے لیے پیدا کیا۔ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ایک دن ایسا ہوگا کہ حق باطل سے جدا ہو جائے گا اور یہ سب لوگ جمع ہوں گے وہ دن ایسا ہوگا نہ کسی دوست کی دوستی فائدہ دے گی نہ ہی عذاب سے بچائے گی اور نہ کوئی دوست کسی دوست کی مدد کر سکے گا بجز ان کے جن سے حق تعالیٰ خوش ہوگا اور وہ مومن ہوں گے وہ لوگ البتہ اپنی شفاعت کے ذریعہ مدد کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔

یہ آیات تلاوت فرمانے کے بعد آپ بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا: ابن حبان تو کیا چاہتا ہے تو میں نے عرض کی آپ کی محبت اور دوستی چاہتا ہوں تا کہ آسودہ حال ہو جاؤں تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس نے خدا سے محبت اور دوستی کر لی وہ کس طرح کسی اور سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ میں تو تمہیں نصیحت کر سکتا ہوں میں نے عرض کی فرمائیں۔ تو ارشاد ہوا:

موت کو ہمیشہ اپنے تکیہ کے نیچے سمجھ اور امید رکھ۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے گریز کر کیونکہ چھوٹا گناہ ہی انسان کی ذلت کا سبب بنتا ہے۔ میں نے عرض کی میں کون سے علاقہ میں قیام کروں؟ اور گزر اوقات کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اس عارضی دنیا میں خدا سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور زندگی گزارنے کی طلب بھی کرتے ہو۔ دیکھو ہرم تمہارا باپ مر گیا۔ آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام اللہ کو پیارے ہوئے۔ محمد ﷺ وصال فرما گئے۔ پھر آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے۔ جب یہ ہستیاں دنیا میں نہیں رہیں تو تم اور میں کیا چیز ہیں۔ ہم کیوں کر رہیں گے۔ اس لیے اس عارضی ٹھکانے میں قیام اور طعام کا انتظام کرنا چہ معنی دارد؟ پھر مجھے نصیحت فرمائی کتاب اللہ اور راہ اصلاح اختیار کر اور موت سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ رہ۔ جب اپنی قوم میں جائے تو نصیحت کرنے کا م شروع کر دے اور علم سکھانے میں ذرا بھی بخل سے کام لے گا تو تیری ساری عبادت اور ریاضت اکارت جائے گی۔

پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بہت دعائیں دیں اور

گھنٹوں خود بھی روتے رہے اور مجھے بھی رلاتے رہے۔ پھر دریا کے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ میں بھی ساتھ چلتا رہا لیکن اگلے لمحے اس طرح اچانک غائب ہوئے کہ اس کے بعد میں نے ان کو کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ بزرگان طریقت میں تھے۔ معاملات حق میں آپ کو بہت ذوق تھا آپ صحابہ کرام اجمعین کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا احوال بھی آپ نے اپنی تصنیف ''کشف المحجوب'' میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شواہد النبوۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت گرمی کے موسم میں جب گرم گرم ہوائیں (لو چل رہی تھی) وفات پائی اور جب ان کو قبر میں اتارا جا رہا تھا بادل کا ایک ٹکڑا ان کی قبر پر آیا۔ قبر شریف کے طول اور عرض کے برابر تھا اور وہ بادل برسا حالانکہ دوسری جگہ بارش نہ تھی اور اسی روز ان کے مزار پر گھاس پیدا ہو گئی۔

آپ نے بھی ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا قصہ تحریر فرمایا ہے۔

فرمودات:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے خدا کو پہچان لیا کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ خدا کو خدا سے پہچانا جا سکتا ہے۔ جو شخص خدا کو جان جاتا ہے وہ ہر چیز کو جان جاتا ہے۔ تنہائی میں سلامتی ہے۔ وحدت

کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے کہ غیر کا خیال دل کی طرف گزرنا بھی نہیں چاہیئے۔
آپ فرماتے کہ میں نے رفعت اور بلندی کی طلب کی اور اس کو پالیا۔ یہ سب کچھ
فروتنی اور تواضع سے حاصل ہوا۔ صدق اور راستی کے ذریعے مروی اور مروت
حاصل ہوئی۔ فرماتے ہیں فقر اور محتاجی کے ذریعے فخر اور بندگی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاحیات حضرت محمد ﷺ پر درود و
سلام بھیجتے رہے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے رہے کہ آنحضرت پر کثرت سے
درود وسلام بھیجا کرو۔ کیونکہ یہ ایک دعا ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائیاں ہیں اور
فرماتے کہ درود شریف کی یہ فضیلت ہے کہ جو شخص محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہے فرشتے
بھی اس کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ آپ خود درود وسلام کا اس شگفتگی
اور جذب سے ورد فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ آپ کا جسم بے جان ہو گیا ہے۔

آپ کے اقوال ہیں:

۱۔ **اسلامة فی الوحدة**

سلامتی تنہائی نہیں ہے۔

۲۔ **طلبت الغبه فوجدة فی القناعة**

میں نے آخرت کی بزرگی چاہی تو قناعت میں ملی۔

۳۔ **طلبت الرفقه فوجدنه فی التواضح**

میں نے بلندی چاہی تو تواضع میں ملی۔

۴۔ **طلبت النسب فوجدته فی التقویٰ**

میں نے نسب چاہا تو تقویٰ (پرہیزگاری) میں ملا۔

۵۔ طلبت الریاسة فوجدته فی نصیحته الخلق

میں نے آخرت کے سرداری چاہی تو مجھے خلق خدا کی نصیحت کرنے میں ملی۔

۶۔ طلبت المروة فوجدته فی صدق

میں نے مروت طلب کی تو مجھے صدق (سچائی) میں ملی۔

۷۔ طلبت الراحته فوجدة فی الزهد

میں نے آخرت کی راحت چاہی تو زہد میں پائی۔

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص تین چیزوں کو محبوب جانتا ہے وہ ہلاکت کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔

(۱) اچھا کھانا، (۲) اچھا پہننا،

(۳) دولت مند لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا باعث فخر سمجھتا ہے۔

آپ سے لوگوں نے پوچھا نماز کس طرح ادا کرنی چاہیئے تو آپ نے فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ نماز شروع کروں اور ایک سجدہ میں رات گزار دوں اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ پڑھ کر بے خود ہو جاؤں۔ آپ نماز فرشتوں کی طرح پڑھنے کے داعی تھے۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ نماز کا خشوع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے دوسرا شخص نیزہ مار دے تو اس کو خبر تک نہ ہو، یہ نماز کا خشوع ہے۔ آپ سے عبادت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر آدمی آسمانوں اور زمینوں کے برابر خدا کی عبادت کرے تو خدا اس کی عبادت کو اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک بندہ خدا پر کامل یقین نہ کرے گا۔ عرض کی گئی کامل یقین رکھنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو چیز

تمہارے لیے مقرر فرمائی جا چکی ہے اس کی فکر کرنی چھوڑ دے اور خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے وقت دنیا سے اس طرح منہ موڑ لے جس طرح انسان موت کے وقت منہ موڑ لیتا ہے اور یہ کام اس وقت ہو سکتا ہے جب انسان موت کو اپنی شاہ رگ سے قریب ترین سمجھے اور پھر خدا پر کامل یقین رکھنے والا بن جائے گا اور اس طرح عبادت قبول ہو کر اس کو خدا کی قربت عطا ہو گی۔

سفر مدینہ منورہ:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ منورہ میں پوری زندگی میں دو مرتبہ سفر کا احوال ملتا ہے۔ آپ کو آقا نامدار ﷺ سے عشق حقیقی تھا اور آپ کا دل حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے ہر وقت تڑپتا رہتا تھا۔ لیکن اپنی معذور والدہ کی خدمت اور دیکھ بھال کے سبب آپ مدینہ نہ جا سکتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتی تھیں میری خدمت کرنا تمہارے لیے افضل ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے بھی آپ کو باطنی طور پر والدہ کی خدمت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ لیکن آپ کا دل ہر وقت بے چین اور بے قرار رہتا تھا۔ آقا نامدار ﷺ کے دیدار کے شوق نے آپ کو مضطرب کر رکھا تھا۔ آپ کی اس آرزو اور بے قراری کو آپ کی والدہ صاحبہ بھی سمجھتی تھیں اس لیے آپ نے ایک مرتبہ آپ کو چند روز کی رخصت عطا کی اور فرمایا کہ آپ ﷺ کی زیارت کر کے فوراً واپس تشریف لے آئیں اور اگر حضور سرورِ کونین ﷺ گھر پر موجود نہ ہوں تو انتظار نہ کرنا واپس آ جانا۔ چنانچہ آپ روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور درِ دولت حضور ﷺ پر حاضر ہوئے۔ سرورِ کونین ﷺ مدینہ میں نہ تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض

کی جب حضورﷺ تشریف لائیں تو میرا اسلام عرض کریں اور آپ اپنی والدہ کے حکم کے مطابق بغیر انتظار کیے واپس لوٹ آئے۔

جب حضرت محمدﷺ گھر تشریف لائے تو آپ نے ایسا نور دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا یہاں کون آیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ایک شتربان اور سلام کہہ کر واپس چلا گیا۔ یہ سن کر حضورﷺ نے فرمایا یہ نور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

یہ احوال ''ملفوظات جلال الدین محمود اویسی'' مصنفہ شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ اور ''مجالس مومنین'' کے علاوہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف ''مثنوی روم'' میں تحریر فرمانے کے علاوہ اس طرح نظم بھی فرمایا ہے:

عائشہ چوں بگفت حلیہ او
اشک از چشم رواں شد چوں او

مصطفیٰ گشت از خوشی را بے ہوش
ہمچو دریا درآمد اندر جوش

از چناں بے ہوش جو باز آمد
قطرہ اش بحرے ز راز آمد

برزبانش روانہ گشت اسرار
مستمع شوق شدوزاں انوار

ترجمہ:۱- حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حلیہ بیان کیا تو رسول اللہﷺ کی چشم مبارک سے آنسو رواں ہو گئے۔

۲۔ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشی سے دریا کی طرح آنسو بہا رہے تھے اور آپ بے ہوش ہو گئے۔

۳۔ جب ہوش میں آئے تو آپ سے اسرار اور رموز کی باتیں سننے میں آئیں۔

۴۔ آپ کی زبان سے اسرار جاری ہوئے اور اپنے عاشق کی باتیں سننے کے مشتاق ہوئے۔

آپ دوسری مرتبہ مدینہ منورہ اس وقت تشریف لائے جب آپ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں اور آپ والدہ کی خدمت کی ذمہ داری سے بَری ہو گئے لیکن اس وقت آقا نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ اس دار فانی سے دار البقا منتقل ہو چکے تھے۔ ''خلاصۃ الحقائق'' میں تحریر ہے کہ آپ مسجد نبوی کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا یہ نبی کریم ﷺ کا مزار شریف ہے آپ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا: مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس زمین میں حضور ﷺ دفن ہوں وہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے اور ایسی مقدس و مطہر زمین پر قدم رکھنا سوئے ادبی ہے۔

آں زمین کز آسماں برتر زمین یثرب است
کافتابِ وجود و خورشید کرم را مغرب است

حضرت مولانا خالق داد فقیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے مگر مدینہ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ خیال آیا ایسا نہ ہو میرے پاؤں زمین پر ہوں اور ذات مقدس و مطہرہ آنحضرت ﷺ زیر زمین ہوں آپ واپس لوٹ آئے۔

شہادت:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے بیماری سے وفات کا کہا ہے بعض نے غزوہ صفین میں آپ کی شہادت کا کہا ہے۔ غزوہ صفین میں آپ کی شہادت کی بہت روایت تحریر کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے ان روایت کا ذکر تحریر ہے:

فرات کے کنارے صفین ایک جنگل کا نام ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ۳۷ھ میں جنگ ہوئی۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح مشکوٰۃ'' میں حضرت ابن عساکر کی روایت تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں آئے اور جنگ صفین میں لڑ کر شہید ہوئے تو دیکھا گیا آپ کے جسم مبارک پر چالیس سے زائد زخم تھے۔

۲۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب ''معدن العدنی'' میں بعینہ جو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے تحریر فرمایا ہے۔

۳۔ کتاب ''خیر جاری'' میں بھی آپ کی شہادت کی روایت لکھی ہے۔

۴۔ ''شرح صحیح مسلم'' میں بھی جنگ صفین میں آپ کی شہادت کا لکھا ہے۔

۵۔ ''مراۃ الاسرار'' میں لکھا ہے جب حضرت علی کرم اللہ وجہ جنگ جمل میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے آ کر بیعت کی تھی اور جنگ صفین میں آپ کے ہمراہ لڑ کر جام

شہادت نوش فرمایا۔

۶۔ ''سلک السلوک'' میں بھی اسی مضمون کی روایت تحریر ہے۔

۷۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرۃ الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر عمر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آ گئے تھے اور جنگ صفین میں آپ کے ہمراہ لڑ کر شہید ہوئے۔

۸۔ مولانا سید محمود شیخانی قادری رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''حیواۃ الزاکرین'' میں بھی آپ کا جنگ صفین میں شہادت کا تحریر کیا ہے۔

۹۔ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روضۃ الریاحین'' میں اور مولانا حسن معین الدین منیدی نے کتاب ''فواتح وشرح دیوان'' سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ۳۷ھ میں غزوہ ذوالحجہ پر جب حضرت اویس قرنی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے فرات کے کنارے پر آواز طبل سن کر واقعہ دریافت فرمایا اور جب آپ کو بتایا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ ہو رہی ہے تو آپ فوراً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد کی بیعت کی اور جنگ میں لڑ کر شہید ہوئے۔

۱۰۔ حضرت ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے آپ کو سلام کیا اور امیر المومنین آپ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور مرحبا کہہ کر

آپ کا استقبال کیا اور بہت اچھی طرح سے پیش آئے اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے۔

۱۱- سید المحدثین ''تحفۃ الاخیار'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لشکر آ کر شریک ہو رہے تھے میں نے دیکھا ایک بوڑھا آدمی پیدل چلا آ رہا ہے اور زادِ راہ کمر سے بندھا ہوا ہے۔ پانی کا مشکیزہ گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ پتلا دبلا کمزور، چہرہ زرد اور بال گرد آلود آپ کے قریب آ کر آپ کو سلام کیا اور کہا میں اویس قرنی ہوں آپ اپنا ہاتھ دیجئے تا کہ میں بیعت کروں آپ نے فرمایا کس لیے بیعت کرتے ہو؟ تو کہا جنگ میں آپ کی مدد کرنے اور آپ پر اپنا سر فدا کرنے کے لیے۔ جب ایک دن مرنا ضروری ہے تو پھر آپ پر کیوں نہ جان نثار کروں۔ اس طرح جنگ صفین میں شریک ہو کر شہادت پائی۔

۱۲- صاحب مستقصی رحمۃ اللہ علیہ امام یافعہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اسی جنگ صفین میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری سے وفات کے چند روایت تحریر ہیں:

۱- علامہ جلال سیوطی ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' میں فرماتے ہیں کہ ابن عساکر نے عطا خراسانی سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت

اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دستوں کے مرض سے بحالت سفر فوت ہوئے اور اس وقت ان کے بدن پر دو کپڑے تھے جو دنیاوی کپڑوں میں سے نہ تھے۔ ان روایت میں آپ کا سن وصال ۳۲ھ ہے۔

۲- ایک دوسری روایت میں کپڑوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ کپڑے ایسے نہ تھے جن کو آدمی بنتے ہیں اور پھر دو آدمی ان کی قبر کھودنے گئے مگر ان کو قبر کھودی کھدائی مل گئی اور جب ان کو قبر میں دفن کر کے وہاں سے چلے آئے تو پھر قبر کا نشان نہ ملا۔

۳- امام احمد زہد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔

۴- مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ''شواہد النبوۃ'' میں تحریر کرتے ہیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آذربائیجان گئے اور وہاں انتقال فرمایا۔ ان کے دوست احباب نے چاہا کہ ان کے لیے قبر کھودیں مگر ایک قبر کھدی ہوئی مل گئی اور اس میں ان کو دفن کیا گیا۔ قبر کے نزدیک دو کپڑے بھی ملے جو آج تک نہ دیکھے گئے۔ یہی احوال شہزادہ داراشکوہ نے ''سفینۃ اولیاء'' میں تحریر کیا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت کے بارے میں بہت زیادہ اور مسند روایت ہیں۔ یہاں ان کا ذکر اختصار سے کیا گیا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ ایسے مقرب خدا اور محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید التابعین رضی اللہ عنہ کو اس دنیا سے تشریف لے جاتے وقت درجہ شہادت سے ہی فائز ہونا بھی چاہیئے تھا۔

علامہ الحاج خدا بخش اظہر شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''سفرنامہ''

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص حالت میں بیٹھے ہوئے تھے اور چھ دیگر درویش بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ پر روحانی کیفیت طاری ہوئی تھی جس سے آپ مغلوب الحال ہو کر دریا کی طرح جوش میں آ گئے اور اسی حالت میں مستی اور سکر میں آپ کی نگاہ ان چھ درویشوں پر پڑ گئی اور ایسی کاری باا ثر پڑی کہ ان سب کی اصل شکل بدل گئی وہ سب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم شکل و وضع ہو گئے اور پھر کسی نے نہ پہچانا کہ اصلی خواجہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہے؟ اور جب وہ درویش آپ سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مقامات کی طرف چلے گئے اور وہاں کے لوگوں نے یہی جانا کہ یہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جب ان کا انتقال ہوا تو یہی سمجھا گیا کہ یہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پس اس وجہ سے آپ کی بیماری میں وفات اور سفر میں وفات کی روایات معلوم ہوئیں۔ یہ روایات بہت قلیل ہیں۔ اس لیے آپ کی شہادت کے بارے میں جو بہت زیادہ اور ٹھوس روایات ہیں وہ قابلِ تسلیم اور صحیح ہیں۔

مزارات:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عمر مستور رہے اور اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے قیامت کے دن بھی مستور رکھا جائے جواب میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا اے اویس ہم نے تمہاری درخواست قبول کی۔ قیامت کے دن ستر ہزار فرشتے آپ کی ہم شکل پیدا کئے جائیں گے اور آپ ان کے جھرمٹ میں بہشت میں داخل ہوں گے۔ اس طرح آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا۔ آپ کی

خواہش کے مطابق آپ کے مزار کو بھی اللہ تعالیٰ نے مستور بنا دیا۔ روایات کے مطابق جب آپ صفین میں شہید ہوئے تو آپ کو وہاں دفن کرنے کے بعد قبر کا نشان بنایا گیا لیکن جب دوسرے دن لوگوں نے دیکھا تو وہ نشان غائب ہو چکا تھا۔ اس طرح لوگوں کو پتہ نہ چل سکا کہ آپ کو کہاں دفن کیا گیا تھا۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ حضرت کی کرامت سے کئی درویش آپ کے ہم شکل ہو گئے تھے اس لیے وہ لوگ جہاں بھی گئے اور وفات پائی ان کی قبر کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے منسوب کیا گیا۔

اس طرح آپ کے سات مزار مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ آپ کا ایک مزار نواح سندھ ٹھٹہ پاکستان میں ہے۔

۲۔ آپ کا مزار بندرگاہ زبید میں واقع ہے۔

۳۔ غزنی (افغانستان) میں ہے۔

۴۔ آپ کا مزار بغداد (عراق) سے دور سرحد ایران کے قریب واقع ہے۔

۵۔ شام میں آپ کا مزار ہے۔

۶۔ آپ کا مزار یمن میں ہے۔

۷۔ آپ کے مزار کی روایت آذربائیجان میں بھی ہے۔

آپ کے نام سے جتنے بھی مزارات ہیں ان سب سے لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ کے مزار سے جو شام میں ہے علامہ الحاج خدا بخش شجاع آبادی فیض یاب ہوئے اور آپ نے اس کا ذکر اپنی تصنیف ''سفر نامہ'' میں کیا ہے۔

اسی طرح حضرت مظہر جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ، معشوق اللہ رحمۃ اللہ علیہ،

جلال الدین کہگہ رحمۃ اللہ علیہ نے یمن میں آپ کے مزار پر چلہ کھینچا اور فیض حاصل کیا۔

کرامات:

۱۔ ''زہرۃ الریاض'' اور ''اسرار الفاتحہ'' میں حضرت حبیب بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کشتی پر سوار تھا اس میں سودگران کا ہر قسم کا مال و اسباب لدا ہوا تھا۔ اتفاقاً طوفان آ گیا اور کشتی سمندر کی موجوں میں اس قدر ہلی کہ اس میں پانی بھر آیا۔ ایک مردِ خدا اونٹ کی پشم کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس طرح اطمینان کے ساتھ اٹھ کر باہر آیا اور پانی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا گویا اسے ہماری حالت کی مطلق خبر نہ تھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا ہم نے اس سے التجا کی کہ ہمارے حق میں بھی دعا کرو۔ فرمایا کس لیے؟ ہم نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں کہ کشتی ڈوب رہی ہے۔ فرمایا سب اللہ کا قرب حاصل کرو۔ ہم نے کہا کس طرح؟ کہا ترک دنیا سے۔ ہم نے کہا ہم نے دنیا ترک کی۔ کہا بسم اللہ کہو اور کشتی سے باہر آ جاؤ۔ ہم سب بسم اللہ پڑھ کر کشتی سے باہر آ گئے اور پانی پر چلنے لگے اور اس کے اردگرد جمع ہو گئے ہم سب سو سے زیادہ تھے۔ ہمارے باہر آنے کے بعد کشی بمعہ مال و اسباب کے ڈوب گئی۔ اس نے کہا اب تم دنیا سے آزاد ہو گئے ہو۔ پانی سے نکل کر اپنا راستہ لو۔ ہم نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ ہم نے عرض کی کشتی میں جو مال تھا وہ مدینہ کے فقیروں کے لیے تھا اس کو ایک شخص مصر

سے لایا تھا کیونکہ آج کل مدینہ میں سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ فرمایا اگر وہ مال تم کو واپس مل جائے تو مدینہ کے فقراء میں تقسیم کرو گے؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی اسی وقت کشتی بمعہ مال و دولت کے پانی پر ابھر آئی اور ہم سب اس پر سوار ہوئے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے غائب ہو گئے۔ ہم سب لوگ بخیر و عافیت مدینہ منورہ پہنچ گئے اور تمام مال و اسباب فقراء میں تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ مدینہ میں کوئی فقیر ایسا نہ رہا ہو گا جس کو حصہ نہ ملا ہو۔

۲۔ حضرت ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو آپ نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنائی۔ حضرت ہرم فرماتے ہیں جب میں مدینہ پہنچا تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

۳۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف ''کشف المحجوب'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر کے آخری دنوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور کچھ دن آپ کی خدمت میں رہے پھر جنگ صفین میں شریک ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی زیر قیادت شہادت کے مرتبہ کو پہنچے۔ بعض احباب نے آپ کے لیے قبر تیار کی مگر سامی کی جگہ ایک پتھر آ گیا جسے کاٹنا مشکل تھا۔ مگر غائب سے پتھر میں شگاف پڑ گیا اور آپ کے لیے لحد بن گئی۔ آپ کے کفن کے لیے کپڑے کی تلاش ہوئی تو آپ کا صندوقچہ کھولا گیا تو کفن

کے لیے کپڑا پایا گیا لیکن یہ کپڑا ایسا تھا جسے انسانی ہاتھ نے نہ بنا تھا۔ آپ کو اس غیبی کفن میں دفنایا گیا۔

۴- یمن میں اونٹوں کو بھیڑیئے کھا جایا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ اونٹ چرانے لے جاتے تو آپ عبادات حق میں مشغول ہو جاتے اور اونٹ خود بخود چرتے رہتے اور فرشتے ان کی نگہبانی کرتے۔

۵- روایت ہے کہ جب آپ نے نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک کے شہید ہونے کا احوال سنا اور اپنے تمام دانت شہید کر دیئے تو دانت کچھ عرصہ بعد دوبارہ نکل آئے، آپ نے پھر شہید کر دیئے۔ اس طرح سات مرتبہ دانت نکلے اور سات مرتبہ آپ نے شہید کیے۔ ''حیات اویس''

۶- ''تذکرۃ الاولیاء'' اور ''خزینۃ الاصفیا'' میں تحریر ہے ایک مرتبہ تین دن اور رات فاقہ سے تھے۔ راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر کہ کسی کا گر گیا ہو گا نہ اٹھایا اور وہیں چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے اور سوچا گھاس کھا لوں گا۔ اچانک ایک بکری دیکھی جس کے منہ میں گرم گرم روٹی تھی وہ آئی اور روٹی آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے خیال کیا کہ معلوم نہیں کس کی روٹی اٹھا لائی ہو گی۔ آپ نے روٹی کی طرف سے منہ پھیر لیا بکری نے زبان حال سے گویا ہو کر عرض کی: تم جس خالق کے بندے ہو میں بھی اس کی مخلوق ہوں۔ اس خالق کی دی ہوئی چیز کیوں نہیں لیتے؟ آپ نے یہ کلام سنا تو روٹی لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا روٹی خود بخود آپ کے ہاتھ میں آ گئی اور بکری غائب ہو گئی۔

۷- ایک مرتبہ آپ کی محفل میں چھ درویش بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت پر حالت سکر و مستی میں مغلوب الحال ہو گئے اور اسی حالت میں آپ کی نظر ان چھ درویشوں پر پڑی تو سب آپ حضرت کی ہم شکل ہو گئے۔

۸- ''تذکرۃ الاولیاء'' میں منقول ہے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ ایک شخص تیس سال سے آپ کے قریب ہی ایک قبر کے کنارے کفنی پہنے ہوئے بیٹھا رویا کرتا ہے اور رات دن بے قرار رہتا ہے۔ حضرت قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ شخص بہت لاغر ہو گیا ہے۔ چہرہ بھی زرد ہے اور آنکھوں میں گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تیس سال سے گور و کفن کے خیال نے تجھے خدا سے پھیرا ہوا ہے۔ ان کا خیال چھوڑ کیونکہ تیرے راستہ میں یہی حائل ہیں۔ اس شخص نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے اپنے حال کا مشاہدہ کیا اور جو عیب اس میں تھا اس کو نظر آ گیا فوراً نعرہ مار کر جان دے دی اور اسی قبر میں گر پڑا۔

۹- حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی روز سے فاقہ سے تھے راستہ میں پیاز پڑی ہوئی پائی آپ اس کو اٹھا کر کھانا چاہتے تھے کہ خیال آیا حرام نہ ہو اس لیے پھینک دی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا تو ایک پرندہ چونچ میں روٹی دبائے ہوا میں اڑتا آ رہا ہے۔ پرندہ زبان حال سے گویا ہوا اے اویس تو نے حرام پیاز کو پھینک دیا اس لیے یہ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی روٹی کھا اور آرام کر۔

نذرانہ عقیدت (عربی)

از: حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (روض الریاحین)

سَقَی اللہُ قَوْماً مِنْ شَرَابِ وَدَادِہٖ
فَھَا مُوَابِہٖ مِنْ بَیْنِ بَادٍ وَحَاضِرٍ

یَظُنُّھُمُ الْجُھَّالُ مَجْنُوناً وَمَا بِھِمْ
جُنُوْنٌ سِوَی الْحُبِّ عَلَی الْقَوْمِ ظَاھِرٍ

سَقَوا بِکُؤسِ الْحُبِّ رَاحًا مِنَ النَّدِیٰ
فَرَا حُواسُکَارَیٰ بِالْحَبِیْبِ الْمُسَاھِرِ

نیا حُونہٗ فی ظلمۃ اللّیل عبدُنا
وقد خلوا منھم اُویس بن عامرٍ

شھیرٌ یمانی ذوالمجد والعلیٰ
لنافیۃ عالی الفخر التّفاخرِ

ترجمہ: ۱- اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو اپنی دوستی کی شراب پلا دیتا ہے اور وہ گروہ دور اور نزدیک میں اس دوستی کے سبب سرگرداں رہتا ہے۔

۲- جاہل لوگ اس گروہ کو دیوانہ سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ سوائے محبت کے اس گروہ سے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔

۳- یہ لوگوں کی دیوانگی نہیں ہوتی اور اس گروہ کو دوستی کے سبب سے شرابِ محبت کے پیالے پلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ رات کے وقت کو۔

۴- وہ اپنے حبیب کے ساتھ حالت مستی میں رہتے ہیں اور رات کی تاریکی اور خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں اور انہیں میں اویسؓ ہیں۔

۵- بن عامر یمنی ہیں جن کے عظمت اور علو مرتبت کا ہمارے دلوں پر سکہ بیٹھا ہوا ہے اور فخر کرنے کے واسطے ان کی شان بڑی قابل فخر ہے۔

نذرانہ عقیدت

حضرت عارف باللہ ملا عبدالرحمٰن جامی (شرح ملا جامی)

بوئے جان من از سوئے عدن
از دمے جان پرور ویس قرن

سر بمہر دوستی ویس قرن
بے خطا چون نامہ مُشک ختن

قرنہا اندر سجود آمد زمین در ہر زمن
بایزید اندر خراسان یا اویسؓ اندر قرن

قرنہا باید کہ تا صاحبدے پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویسؓ اندر قرن

ایں چنیں فرمود و صفش مصطفیٰ
از یمن می آیدم بوئے خدا

کار شان جز نفی ذات وصفت و فعل خویش نیست
کہ خدا چہ بود کہ جامی راکنی در کار شان

نذرانہ عقیدت

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف

عاشقِ دلِ سوختہ محبوب من
اسمہ. خواجہ اُویسؓ اندر قرن
کافراں کردند چوں دندان شہید
ایں خبر درگوشِ آں عاشق رشید
چوں شنید آں پیکر مہر وفا
از دہاں وا دنداں ہمہ کردہ جدا
گفت دو دنداں محبوبِ خدا
بیش قیمت از ہمہ دندان ما

ترجمہ:۱- میرے حبیب نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق جن کا اسم گرامی اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

۲- جب سنا کہ کافروں نے نبی کریم ﷺ کے دانت مبارک شہید کر دیئے ہیں۔

۳- یہ سنتے ہی پیکر مہر و وفا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام دانت نکال دیئے۔

۴- اور فرمایا میرے تمام دانتوں کی قیمت سے نبی کریم ﷺ کے دو دانت زیادہ قدر و قیمت رکھتے ہیں۔

نذرانۂ عقیدت

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی (مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور)

خواجہ ما حضرت اُویسؓ قرن
عاشق مصطفیٰ و حبیب ذوالمنن

فیض او عام است در عالم بطون
نام بر اوج است در زمرۂ لایحزنون

ماہمہ ریزہ خوار از فیض لیغمائے او
را پنجنین فرمان آمدہ از مصطفائے او

این اویسی ادنیٰ غلامست از غلامان او
بے پایان امیدوار داز فیضان او

نذرانۂ عقیدت

محمد افضل آستانہ عالیہ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

اے سرور یگانہ حضرت اویس قرنیؓ
محبوب زمانہ حضرت اویس قرنیؓ

کرنا نظر جو مجھ پر آیا ہوں ترے در پر
اے عاشقوں کے رہبر حضرت اویس قرنیؓ

تم گنج سرمدی ہو مقبول ایزدی ہو
محبوب احمدیؐ ہو حضرت اویس قرنیؓ

جو رمز ہے تمہاری اللہ کو ہے پیاری
واقف ہے خلق ساری حضرت اویس قرنیؓ

تو شہنشاہ نرالا تیرا ہے بول بالا
مطلوب کملی والا حضرت اویس قرنیؓ

قصیدہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بے چارہ ناتوانم حضرت اویس قرنیؓ
برلب رسیدہ جانم حضرت اویس قرنیؓ

نام تو برزبانم درد است صبح و شام
جز این دیگر ندانم حضرت اویس قرنیؓ

تو عاشقِ رسولی دربار گاہ قبولی
دوری زہر ملولی حضرت اویس قرنیؓ

تو کاشف القلوبی ہم ساتر العیوبی
ہم شافع الذنوبی حضرت اویس قرنیؓ

شہبازِ آسمانی عنقائے لامکانی
فیاض دو جہانی حضرت اویس قرنیؓ

یاشافعی الشفیعی در منزلت رفیعی
درعاشقاں بدیعی حضرت اویس قرنیؓ

ہم واقف نہانی اسرارِ غیب دانی
ہم خواجۂ زمانی حضرت اویس قرنیؓ

رحمے نما بعالم غم کرد پائمالم
رسوا مکن بعالم حضرت اویس قرنیؓ

نظرِ بحال زادے کرمے بخاک سارے
رحمے بدل بد نگارے حضرت اویس قرنیؓ

عاجز نصیر لطف توہست اظہر
حالم بما بنگر حضرت اویس قرنیؓ

ترجمہ:۱- اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں عاجز و ناتواں ہوں۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری جاں بلب ہے۔

۲- آپ کا نام صبح و شام میری زبان کا ورد ہے اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳- آپ عاشقِ رسول ﷺ اور مقبول بارگاہ میں اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر رنج و ملال سے دور ہیں۔

۴- آپ کاشف القلوب اور عیوب چھپانے والے ہیں۔ اے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ گناہوں کی شفاعت کندہ ہیں۔

۵- آپ شہباز آسمان اور لامکاں کے عنقا ہیں۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ فیاض دو جہاں ہیں۔

۶- اے شافع اے شفیع آپ بلند منزلت ہیں۔ اے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ عاشقوں میں بھی عجیب ہیں۔

۷- آپ مخفی آراء کے واقف اور غیبی رموز کو جاننے والے ہیں۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ زمانہ کے سردار ہیں۔

۸- جملہ عالم پر رحم فرما مجھے غم نے پامال کر دیا ہے۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے دنیا میں رسوا نہ فرما۔

۹- میرے حال زار پر رحم فرما اس خاکسار پر نظر کرم ہو۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے برے دل پر رحم فرمایا۔

۱۰- عاجز نصیر (خواجہ نصیر الدین دہلویؒ) پریشان ہے۔ اے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا لطف بہت زیادہ ظاہر ہے میرا دیکھ کر لطف فرما۔

قصیدۂ مقدّسہ

نوٹ:
یہ مقدس قصیدہ سلسلہ اویسیہ کے مشائخ سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ورد فرماتے تھے اور آپ کے جانشین مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی معمول تھا اور اپنے مریدین اور عقیدتمندوں کو بھی اس قصیدہ کے ورد کی تلقین فرماتے تھے۔

اس قصیدہ کا ورد ظاہری اسباب اور ضروریات کا کفیل اور روحانی فوائد کا سرمایہ ہے۔

- سلسلہ اویسیہ کے مریدین اور عقیدتمندوں سے گذارش ہے کہ روزانہ صبح کی نماز کے بعد ایک دفعہ یہ وظیفہ ضرور پڑھیں اور قصیدہ مقدسہ پڑھتے وقت کسی سے گفتگو نہ کریں۔

میرے بزرگان نے سلسلہ اویسیہ کے مریدین اور عقیدتمندوں کو اس کی اجازت عام عطا فرمائی تھی۔ میں اسے بطور تبرک تحریر کر رہا ہوں۔ میری گزارش ہے کہ اس قصیدہ مقدسہ کے ورد کے بعد مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

قصیدۂ مقدّسہ

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

صَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى رَاسِ فَرِيْقِ النَّاسِ
مِنْهُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْيَاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى مَنْ هُوَ فِيْ حَرِ غَدٍ
كُلُّ مَنْ يَظْمَاءُ يَسْقِيْهِ رَحِيْقَ الْكَاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى مَنْ بِرَجَاءِ الْكَرَم
خُصَّ مَنْ جَآءَ اِلَيْهِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى مُوْنِسِ كُلِّ الْبَشَرِ
مُبَدِّلِ الْوَحْشَةِ فِيْ الْقَبْرِ بِاِ سْتِنَاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى رُوْحِ رَّئِسِ الرُّسُلِ
فَنَفْدِىْ نَحْنُ عَلٰى اَرْجُلِهٖ بِالرَّاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى ذِىْ نِعَمٍ دَائِمَةٍ
نِعَمَ الْيَوْمَ عَلَى الْخَلْقِ بِلَا مِقْيَاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى صَاحِبِ شَرْعٍ حَسَنٍ
فَرَّقَ النَّاسَ مَتٰى جَاءَ مِنَ النَّسْنَاسِ

صَلِّ يَارَبِّ عَلٰى ذِىْ كَرَمٍ اُمَّتَهٗ

تَـدْخُلُ الْـجَنَّةَ فِي الْحَشْرِ بِلا وِسْوَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى مَـنْ هُوَ لَوْ لَاهُ لَـمَا

يَشْـمَـلُ الـنَّـاسِيَّةَ الـكَـوْنُ مَعَ الْحَسَّاسِ

صَـلِّ يَارَبِّ عَـلٰـى مَـنْ هُوَ مِنْ عِصْمَتِهٖ

يَـعْـصِـمُ الْـحَـقُّ مُـحِبِّـيْـهِ مِنَ الْخَنَّـاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى مَـنْ هُوَ مَنْ عَـاذَبِـهٖ

لَـمْ تُـصَـلِّ قَـطُّ اِلَيْـهِ يَـدُى الْـوَسْـوَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى مَنْ هُوَ مَنْ بَـارَقَـهُ

السَّيْفُ قَـدْ اَذْهَـبَ قَطْعًا بَصَرَ الشَّمَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَلٰى صَاحِبِ نَوْعِ الشَّرْفِ

مَيَّـزَ الـنَّـاسَ بِـهٖ الْـفَضْلُ مِنَ الْاَجْنَـاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰى مَنْ بِـنَـخِيْـلِ الْكَرَمِ

فِـيْ رِيَـاضِ الْاُمَـمِ الْيَـوْمَ لَـنَـا الْغِـرَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى مَـنْ لِغَنَـآءِ الْكَـرَمِ

مِـنْ بُيُـوْتِ الْـفُـقَـرَآءِ يَذْهَبُ بِالْاِفْلَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى عِتْـرَتِـهٖ الطَّهِـرَاتِ

وَعَـلٰـى الـصَّـحْبِ مَعَ الْحَمْزَةِ وَالْعَبَاسِ

صَـلِّ يَـارَبِّ عَـلٰـى مَـنْ لِاُوَيْـسِ مِنْـهُ

طَهَّرَ الْـقَـالِـبُ وَالْـقَـلْـبُ مِنَ الْاَدْنَـاسِ

قصیدہ مقدسہ کا اردو ترجمہ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

۱- اے اللہ تمام لوگوں کے سروں پر درود بھیج قیامت میں صرف انہی سے مخلوق کو امان ہوگی۔

۲- اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جو ذات ہر پیالے کو خالص شرابا طہورا کے پیالے بھر بھر کر پلائیں گے۔

۳- اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جس کے لطف و کرم سے ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں۔ان کا کرم اپنے پرائے کے لیے ہے جو بھی آیا محروم نہ رہا۔

۴- اے اللہ تعالیٰ ہر بشر کے مونس وغم خوار پر درود بھیج جو ہر قبر میں اپنے انس سے قبر والے کی وحشت دور فرمائیں گے۔

۵- اے رب تعالیٰ رسل کرام علیہم السلام کے روح اور ان کے سردار پر درود بھیج ہم تو ان کے قدموں پر سر قربان کرنے والے ہیں۔

۶- اے رب تعالیٰ دائمی نعمتوں والے نبی علیہ السلام پر درود بھیج مخلوق پر آج بھی ان کی ان گنت نعمتیں ہیں۔

۷- اے اللہ تعالیٰ بہترین شریعت والے نبی علیہ السلام پر درود بھیج جنہوں نے تشریف لاتے ہی اچھے برے سے ممتاز بنایا ہے۔

۸- اے رب تعالیٰ لطف کرم والے نبی علیہ السلام پر درود بھیج جس کی امت

قیامت میں بلا خوف وخطر بہشت میں داخل ہوگی۔

۹۔ اے رب تعالےٰ ان پر درود بھیج اگر وہ نہ ہوتے تو عدم وجود حس وحرکت پر مشتمل نہ ہوتا۔

۱۰۔ اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی عصمت کی برکت سے حق تعالیٰ آپ کے عشاق کو خناس سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۱۔ اے اللہ تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی ذات سے جس نے پناہ لی تو اسے کبھی شیطان نہ بہکا سکے گا۔

۱۲۔ اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی حس پر تلوار چمکی تو یقیناً دشمن کی آنکھ کو مٹا ڈالا۔

۱۳۔ اے رب تعالیٰ شرافت والے نوع انسانی پر درود بھیج جنہیں تیرے فضل نے نوح انسانی کی جنس سے ممتاز بنایا۔

۱۴۔ اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کی نخیل کرم کے آج بھی رحم میں ہمارے لیے باغات موجود ہیں۔

۱۵۔ اے رب تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جس کا غنائے کرم فقرا کے گھروں سے افلاس کو مار بھگاتا ہے۔

۱۶۔ اے رب تعالیٰ درود بھیج آپ کی عزت پاک پر اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور حمزہؓ اور عباسؓ پر

۱۷۔ اے اللہ تعالیٰ اس ذات پر درود بھیج جن کے علاقے اویسؓ کا جسم اور دل غل وغش پاک وصاف ہوا۔

باب دوم

سلطان العاشقین

حضرت خواجہ عبدالخالق رح

اور سلطان التارکین

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رح

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۹۷ھ کو محبّ علی کے مقام پر جو دریائے گھارا پاک پتن سے سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد گوگیرہ ضلع ساہیوال کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حافظ طاہر محمد صاحبؒ اور دادا کا نام حافظ محمود الدین صاحبؒ تھا۔ آپ کے چچا کا نام حافظ محمد عارف صاحبؒ تھا جو سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد تھے۔ آپ کے اجداد حافظ قرآن پاک اور ظاہری اور باطنی علم و فضل و کمال کے جامع تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت حافظ طاہر بن حافظ محمود الدین صاحبؒ فقہ و حدیث کے ماہر تھے۔ شرعی امور میں آپ کے فتوے کو سند کا درجہ حاصل تھا۔

علم اور درس و تدریس:

آپ کا پورا گھرانہ حافظ قرآن پاک تھا۔ اس لیے آپ نے بھی خاندانی روایت کے مطابق تعلیم کا آغاز اپنے گھر میں حفظ قرآن پاک سے کیا۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے لاہور کا رخ کیا۔ لاہور میں حضرت وڈے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے درس واقع مغل پورہ میں علم حاصل کرتے رہے۔ وہاں پر حضرت سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہم درس تھے۔ لاہور سے ہندوستان کے دیگر تعلیمی مراکز جن میں رام پور اور دہلی شامل ہیں سے علمی استفادہ کیا۔

دہلی میں آپ حضرت فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں بھی شامل رہے۔ تکمیل علم کے بعد آپ واپس اپنے وطن تشریف لے آئے۔ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے درس میں کافی تعداد میں طلباء شامل ہوتے تھے۔ درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ آپ کے دل میں علم معرفت کے حصول کا خیال پیدا ہوا اور اس خیال سے پیر کامل کی جستجو ہوئی جس سے آپ راہبری حاصل کرسکیں۔ حضرت سید بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو لاہور میں آپ کے ہم درس رہے تھے سے آپ کے موانست کے روابط تھے اس لیے آپ ان سے مشورہ کے لیے قصور تشریف لے گئے اور اپنے تجسس کا حال بیان فرمایا۔ حضرت سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی طرح ایسی فکر میں مبتلا تھے۔ چنانچہ دونوں حضرات نے باہم صلاح مشورہ سے حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت کے اکمل المشائخ تصور کیے جاتے تھے کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید بھلے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد دائم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ تینوں حضرات تلنبہ روانہ ہو گئے جہاں حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے۔ حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کا مدعا ظاہر کیا۔

حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ حضرات رات یہاں قیام کریں میں مراقبہ کرنے کے بعد کل صبح آپ کو صورتحال سے مطلع کروں گا۔

دوسرے دن حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ محمد دائم

رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مرید کر لیا اور حضرت سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تم حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ تمہارا نصیبہ ان کے پاس ہے۔

حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ عہد عالمگیری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ محمد رضا قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شاہ عنایت قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک اس وقت لاہور میں کوئنز روڈ پر واقع ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ اور اپنے گھر میں مشغول عبادت رہو۔ درود اور مستغاث کا ورد کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کا انتظار کرو۔ تمہارا پیر خود بخود سامنے آ جائے گا۔ آپ حضرت شیخ کا جواب سن کر بہت اداس ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کی نظر نے مجھے لائق التفات نہیں سمجھا اور مجھے تسلی دے کر گھر رخصت فرما رہے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحکیم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر آپ کا اندیشہ منکشف ہو گیا اس لیے آپ نے حضرت کو فرمایا حافظ صاحب آپ مغموم نہ ہوں دل میں ناامیدی کو جگہ نہ دیں آپ کا نصیبہ ان دونوں سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ کے نصیب پر مشائخان وقت بھی رشک کریں گے۔ البتہ ذرا توقف اور انتظار کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو درود مستغاث کا وظیفہ بتایا اور باقاعدہ پڑھنے کی تاکید فرما کر آپ کو رخصت کر دیا اور آپ حضرت شیخ سے رخصت ہو کر وطن واپس تشریف لے آئے اور درس و تدریس میں حسب سابق مشغول ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ!

حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موضع عبدالحکیم ضلع ملتان میں ہے۔آپ کے والد میاں غلام علی صاحب کپڑے دھونے اور کپڑے رنگنے کا کام کیا کرتے تھے۔اس وقت کے ایک بزرگ حضرت رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے بھی میاں غلام علی کے پاس دھلائی کے لیے جاتے۔میاں رحمت علی صاحب جو کپڑے دھلائی کرنے کے بعد حضرت رحمت علی صاحب کو دینے جاتے تو حضرت رحمت علی آپ کی بہت عزت اور تکریم فرماتے۔لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ ایک دھوبی کی اتنی عزت، تعظیم اور توقیر کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اس شخص کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اپنے وقت کا قطب ہوگا۔ یہ عزت اور تعظیم اس بچے کے باعث ہے۔جب حضرت عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو چند حجاج کرام آپ کی جائے پیدائش پر آئے اور آپ کے والد صاحب کو چند چیزیں جو کہ ایک جائے نماز، ایک تسبیح اور لوٹے پر مشتمل تھی آپ کے والد کے حوالے کیں اور کہا کہ یہ چیزیں ہم مکہ مکرمہ سے نومولود کے لیے تحفہ لائے ہیں جس کی ہمیں بشارت ہوئی تھی۔آپ جب بڑے ہوئے تو آپ کی طبیعت عبادت کی طرف مائل ہوگئی اور آپ پر استغراق اور انہماک کی حالت طاری ہوگئی اور آپ دنیا سے بالکل بے گانہ رہنے لگے۔

آپ کے والد صاحب بڑھاپے کی وجہ سے لوگوں کے کپڑوں کی دھلائی میں تاخیر کرنے لگے۔لوگوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا تو انہوں نے بڑھاپے کا عذر پیش کیا اور کہنے لگے کہ اللہ نے ایک لڑکا دیا لیکن وہ بھی میرے کام نہ آیا۔ایک

دن اسی قسم کی گفتگو عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سن لی تو نہایت ادب سے والد صاحب سے سوال کیا کہ کیا کام ہے اور کتنا؟ ضعیف و ناتواں والد نے جواب دیا تقریباً پانچ سو کپڑے رنگنے کا کام ہے۔ آپ نے تمام کپڑے ایک ساتھ پانی میں ڈال دیئے اور پھر جس جس رنگ میں کپڑے رنگنے کا آرڈر تھا اسی رنگ میں رنگا رنگایا کپڑا نکال کر دے دیا یہ آپ کی پہلی کرامت تھی جو ظہور پذیر ہوئی۔ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا تذکرہ ''اولیائے ملتان'' میں درج ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت!

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبدالحکیم قادری رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر گھر واپس تشریف لائے اور آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔ آپ کے دو فرزندان حضرت صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو سن شعور کو پہنچ چکے تھے کاشتکاری کرتے اور کاشتکاری سے جو آمدنی ہوتی اس سے خاندان کی معاش اور درس کے اخراجات ادا کیئے جاتے۔ آپ طلباء کو درس دیتے اور طلباء کو تعلیم دینے سے فراغت کے بعد وظیفہ الستغاث کا ورد فرماتے جس کی تلقین حضرت عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ یہ شغل بلا ناغہ جاری تھا کہ ایک دن ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد وظیفہ شروع کیا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں کہ شمال کی سمت سے جنگل میں ایک شور بلند ہوا جیسے وہاں سے کوئی لشکر آ رہا ہے۔ آپ ہیبت زدہ اور پریشان ہوئے کہ اس میدان میں خیمہ لگتا ہے اور بارگاہ قائم ہوتی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ بہت حیران ہوئے کہ یہ فرودگاہ کسی بادشاہ کی ہو سکتی ہے پھر جلدی ہی حواس پر قابو پا کر وظیفہ کا ورد شروع کر

معلوم ہوئی۔

ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ کانوں میں کسی کے آنے کی آہٹ دیا سر اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید نورانی چہرہ جو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا قریب ہی بیٹھا نظر آیا۔ اس نورانی چہرہ کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں چندھیا گئیں اور آپ پر عالم بے خودی طاری ہو گیا۔ کچھ دیر بعد حواس بحال ہوئے تو دیکھا وہ بزرگ غائب تھے اور اس جگہ پر نہ تو کوئی خیمہ تھا اور نہ فرودگاہ البتہ آپ پر جو عالم بے خودی طاری ہوا تھا اس آفتاب ولایت کی برکت سے بدن کی کثافت دور ہو چکی تھی اور قلب پر ایک عجیب سرور کا عالم تھا۔ دوسرے دن بھی آپ اسی طرح وظیفہ الستغاث کے ورد میں مشغول تھے کہ پچھلے دن کا منظر سامنے آیا اور وہی پیکر پیر خجستہ سامنے آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

آپ دوسرے دن بھی حیران اور پریشان یہ منظر دیکھتے رہ گئے اور ان سے کلام کی حسرت دل میں رہ گئی۔ تاہم آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ حضرت شیخ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا تھا اس کا نتیجہ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اگر اب وہی شکل سامنے آئی تو نام ضرور دریافت کروں گا۔ تیسرے روز بھی جب وہی سفید ریش نورانی چہرے والے بزرگ نمودار ہوئے تو آپ نے کیف ومستی کے عالم میں ان کا دامن پکڑ لیا اور ان کا اسم مبارک دریافت فرمایا تو اس بزرگ ہستی نے جواب میں فرمایا میرا نام اویس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور میرا وطن قرن ہے میں تمہیں حق تعالیٰ سے ملوانے پر مامور ہوا ہوں اور پھر اپنے دست مبارک کو حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر رکھ کر افکار اور اذکار کی تلقین فرمائی اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس طرح

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ سے روحانی بیعت حاصل ہوئی۔

طاؤس یمنی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صہبا سے معرفت کا جو جام بھر کو حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا اس نے آپ کو خود رفتہ اور بے ہوش کر دیا اور آپ جس جگہ وظیفہ اور مراقبہ فرماتے تھے وہاں پر بے حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔

آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ نماز مغرب کے بعد عبادات الٰہی اور وظائف سے فارغ ہو کر گھر تشریف لاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ لیکن اس روز جب خلاف معمول گھر تشریف نہ لائے تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی اور خدام کو صورتحال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ جب ملازمین اس جگہ پہنچے جہاں آپ عبادات الٰہی میں مشغول رہتے تھے تو آپ کو وہاں بے ہوش دیکھا۔ خدام نے آپ کو زور زور سے آوازیں دیں اور آپ کو ہلایا لیکن آپ کے بدن میں جنبش نہ ہوئی تو حیران اور پریشان ہو کر گھر واپس آئے اور گھر والوں کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ آپ کے صاحبزادگان اور چند دوسرے افراد آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے اور آپ کو ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگے لیکن آپ ہوش میں نہ آئے۔ آپ کو ہوش میں لانے کے لیے معالجوں کو بھی بلوایا گیا لیکن کسی بھی معالج کی دوا اور تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ تین دن اور تین راتیں اسی کیفیت میں گزر گئیں۔ تین روز کے بعد اتفاقاً آپ کے گھر کے قریب کسی ہمسایہ کی شادی تھی۔ شادی میں سرود نواز نے سرود بجایا تو آپ کے جسم میں جنبش ہونے لگی۔ آپ کے گھر والوں نے یہ

کیفیت دیکھی تو ہمسایہ کے ہاں سرودنواز کو بلا لائے اور اسے نغمہ سرائی کی فرمائش کی۔ ادھر سرودنواز نے نغمہ سرائی کی ادھر آپ کی بے ہوشی کی کیفیت دور ہوگئی اور آپ اٹھ کر رقص کرنے لگے۔ رقص کرتے کرتے آپ کا جوش فرد ہوا تو آپ نے چند لقمے کھانا بھی تناول فرمایا اور وضو کے لیے پانی بھی طلب فرمایا وضو فرمایا اور نماز ادا کی۔ حاضرین نے آپ سے بے ہوشی اور وجد کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے مبارک دو کہ شیخ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا نتیجہ ظہور پذیر ہو گیا ہے اور میں نے اپنے محبوب اور مطلوب کو پالیا ہے۔

حاضرین نے آپ کو مبارک باد دی اسی اثناء میں مؤذن کی آواز کان میں آئی تو اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی آپ دوبارہ بےخود اور بے ہوش ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر سب لوگ پریشان ہو گئے۔ سرودنواز کو دوبارہ بلوایا گیا سرودنواز نے نغمہ سنایا تو آپ کی طبیعت پھر بحال ہوگئی۔

آپ جس وقت اللہ اکبر کی آواز مؤذن سے سنتے بےخود اور بے ہوش ہو جاتے اور نغمہ سرائی سے ہوش میں آتے۔ یہی کیفیت مستقل ہوگئی تو آپ کے صاحبزادگان نے یہ ضروری سمجھا کہ کسی گانے والے کو مستقل آپ کے پاس رکھا جائے تاکہ آپ کی طبیعت بحال رہے۔

آپ کے صاحبزادگان نے سرودنواز کو پیشکش کی کہ تم مستقل ہمارے پاس رہ جاؤ ہم تمہارے قیام اور طعام کے علاوہ تمہارے تمام اہل خانہ کی کفالت کی ذمہ داری لیتے ہیں لیکن اس نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ میں اپنے خویش و اقارب اور موروثی راج کو چھوڑ کر کس طرح ایک فقیر کے دروازے پر قانع ہو

جاؤں یہ میرے لیے ناممکن ہے اور وہ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دور گیا ہو گا کہ راستہ میں ایک زبردست اژدھا بیٹھا ہوا نظر آیا جیسے وہ اس کا منتظر ہو۔ وہ جیسے جیسے اپنا راستہ تبدیل کرتا اژدھا کو اپنے سامنے پاتا۔ اس نے اسے غیب کی طرف سے تنبیہ جانا اور واپس آ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور معافی کا طلبگار رہوا۔ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر مرتے دم تک اور پھر میرے بعد میری اولاد تمہاری اولاد کو اپنے سے دور نہیں کرے گی۔ اس کے بعد سرودنواز ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتا اور بوقت ضرورت اپنی خوش الحانی سے حضرت کو خوش رکھتا۔ اس سرودنواز کی اولاد آج بھی حضرت کے فرمان اور وعدہ کے مطابق حضرت کی درگاہ کے قوال ہیں۔ آپ نماز بھی ادا فرماتے، طالبان کی حاجت روائی بھی فرماتے اور آپ پر کیفیت سرمستی بھی طاری رہتی۔

''لطائف نفیسہ'' اور ''فضائل اویسیہ'' کے مؤلف شیخ احمد بن محمود جو خود حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی زیارت کی اور آپ کی زبان فیض سے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیضیاب ہونے کا تمام قصہ بھی سنا۔ تمام احوال اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ سید منظور حسین رضوی مرحوم نے تحریر کیا ہے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

شیخ عبدالخالق اویسی رحمۃ اللہ علیہ در زمین ہانس پنجاب بکفار دریائے ستلج۔ می ماند حالت سکر و جذب و فنا سجدے بروے غالب بود کہ نماز ادا کردن نمی۔ توانست چوں در صف نماز خواناں مے ایستادو۔ لفظ اللہ اکبر از زبان امام مے

شنود بے ہوش می شدو ہمچناں ایستادہ۔ ے ماندورکوع وسجود قعود وغیرہ افعال و
اراکینِ نماز از غایت۔ سکراز دے ادانمی شد نہ چوں حالت سکر طول می کشید
سرآئیندگاں۔ راحاضری آوردند وایستان بیرون سجد نشتہ سرود ومستی کردند وخواجہ۔
ازاں آواز سروداز حالت سکرد بے ہوشی درافاقت وصحومی آمد وسوائے نماز ہم اگر
لفظ اللہ یا آیتے از آیات قرآن می شنید و مدہوشی می گشت چوں سرود ومی کردند
خبرداری شد۔

ترجمہ: ہانس پنجاب میں دریائے ستلج کے کنارے شیخ عبدالخالق اویسی رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں۔ ان پر عالم سکرفنایت اس قدر غالب رہتا ہے کہ نماز بھی ادانہیں کر سکتے اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو امام کی تکبیر کہنے پر بے ہوش ہوکر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ رکوع اور سجود اور رکن نماز ادانہیں کر سکتے۔ جب امام اور مقتدی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں اور گانے والے صحن میں بیٹھ کر گاتے ہیں اور آپ کے کان میں سرود کی آواز پہنچتی ہے تو کچھ دیر بعد ان کی حالت درست ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کئی کئی نمازوں میں برابر بے ہوشی طاری رہتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر کان میں اللہ اکبر یا کوئی قرآنی آیت کی آواز پڑ جائے تو ازخود رفتہ ہوجاتے ہیں اور پھر جب نغمہ سرود گایا جاتا ہے ہوش میں آجاتے ہیں۔

آپ کے متعلق مفتی غلام سرور لاہوری ''خزینۃ الاصفیا'' میں تحریر فرماتے ہیں:

از عاظم اولیائے کرام مشائخ خاندان عالیشان اویسیہ۔ است صاحب وجد وسماع و شوق وذوق وسکر وجذب بود افقر شانے عالی ومرتبہ بلند داشت وفیض باطن از روحانیت طاؤس یمنی حضرت اویس قرنی یافت وصاحب اجازت وتلقین گشت و

تمام عمر ہدایت و تلقین طالبان حق گزار بند چون از آبا و اجداد صاحب علم و فضیلت و حافظ قرآن بود امع فضل ظاہری و باطنی گردید و حافظ اطہر بن حافظ محمود بن حافظ یعقوب والد ماجدرے عالم عامل و حافظ کامل و صاحب فتویٰ واستحکام بود۔

ترجمہ: خانوادے اویسیہ کے مشائخ کبار اولیائے عظام میں سے ہیں۔ وجود و سماع، شوق اور ذوق اور سکر و جذب کے حامل تھے۔ فقر میں عالی مرتبہ اور بلند شان رکھتے تھے۔ فیض باطنی طاؤس یمنی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا اور انہیں کی جانب سے صاحب اجازت و تلقین تھے۔ تمام عمر طالبان حق کو تلقین و ہدایت میں صرف ہوئی۔ علم و فضل آپ کو آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے جامع تھے آپ کے والد ماجد حافظ طاہر بن حافظ محمود بن حافظ یعقوب عالم، عامل حافظ کامل اور صاحب فتویٰ واستحکام تھے۔

علماء لاہور کا فتویٰ!

آپ کے ذوق سماع اور وجد حال کی شہرت عام ہوئی تو لاہور کے علماء کرام، آپ کے اساتذہ کرام اور وہ اصحاب جو آپ کہ ہم درس رہ چکے تھے بہت حیران اور متعرض ہوئے کہ آپ ایسے صاحب علم و فضل ہوتے ہوئے کسی طرح غیر شرعی حرکات کر رہے ہیں۔ تو ان حضرات نے فیصلہ کیا کہ آپ کو سماع کی بدعت سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے اور اس مقصد کے لیے علماء لاہور نے آپ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ جب آپ کو علمائے لاہور کے اس ارادہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادگان سے کہا کہ مجھے لاہور لے چلو اور علماء کرام کو منع کر دو کہ وہ یہاں آنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ میں خود ان کے پاس آ کر ان کے اعتراض کا

جواب پیش کردوں گا۔

آپ حالت استغراق اور محویت میں لاہور پہنچائے گئے۔ جب علمائے لاہور نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو امتحان کی غرض سے آپ کو حجرہ میں بند کر دیا اور کھانے کی اشیاء اور کوزہ پانی کا بھی حجرہ میں آپ کے پاس رکھ دیا اور حجرہ کے دروازے کو تالا لگا دیا۔ تین دن کے بعد جب حجرہ کا دروازہ کھولا گیا تو آپ اسی طرح عالم استغراق میں تھے جیسا کہ حجرہ میں بند کرتے وقت حالت تھی۔ کھانے کی اشیاء اور پانی اسی طرح موجود تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ اس حالت میں دیکھ کر لوگوں کو آپ کی تجہیز و تکفین کی فکر ہوئی۔ آپ کے ساتھ جو صاحبان گئے تھے انہوں نے علمائے لاہور سے گذارش کی کہ سماع کی اجازت دی جائے۔ علمائے کرام نے باحالت مجبوری سماع کی اجازت دے دی اور جب سماع شروع ہوا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ سماع کی آواز نہ سن سکیں۔ ادھر سماع شروع ہوا ادھر آپ کے جسم میں حرکت ہونے لگی اور بے جان بدن میں جان لوٹ آئی اور تھوڑی دیر میں آپ اپنی اصل حالت پر آ گئے۔ وضو کے لیے پانی طلب کیا اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔

آپ کی کیفیت دیکھ کر علمائے لاہور نے فتویٰ دیا کہ بغیر نماز ولایت ناقص ہے اور بغیر سماع نماز ناممکن ہے۔ اس طرح سلطان العاشقین علماءئے لاہور سے اباحت سماع کا فتویٰ حاصل کر کے وطن واپس تشریف لائے۔

خلفاء!

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے رشد وہدایت کا سلسلہ بھی جاری

رکھا۔ وجد وسماع کے ساتھ بھی آپ کا تعلق زندگی بھر قائم رہا۔ آپ کے معتقدین دور دور سے آپ کی زیارت کے لیے آتے اور آپ سے فیض یاب ہو کر جاتے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بے شمار تھی لیکن آپ کے خلیفہ مجاز تین حضرات تھے۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ!

آپ کے خلیفہ اوّل حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی چچا حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے۔ آپ کے متعلق حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں نے تین چاول تقسیم کیے تھے جس میں سے ایک چاول محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا جس سے بھائی محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دیگ چاول بنالی۔

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ میری اولاد بھائی محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے طور پر پہچانی جائے گی۔ آپ کے فرمان کے مطابق آج دو صدیاں گزر جانے کے باوجود حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے صاحب السیرؒ والے کہہ کر شناخت کرائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ اگلے باب میں تحریر ہیں۔

سید محمد عارف صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ!

حضرت سید محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ بانس بریلی (ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں عیش وعشرت اور آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن بعد میں دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا اور کسی پیر کامل کی جستجو ہوئی۔ ان دنوں

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان عام کا چرچہ شہر درشہر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کی شہرت سن کر سید محمد عارف صاحبؒ زیارت کے شوق سے دور دراز کی مسافت طے کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس رہ کر اور آپ کی باطنی قوت کے مشاہدہ کے بعد آپ سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ کافی عرصہ تک حضرت کے زیرِ سایہ مرشد کی ہدایت کے مطابق مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے جس سے نفس کی خودسری اور پرگندہ طبعی دور ہو گئی حضرت کی رہنمائی میں سلوک کی منازل طے کیں اور فقر کے جملہ امور میں کمال حاصل کیا۔

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر رخصت فرمایا۔ آپ ہر سال طالبان حق کی جماعت لے کر دور دراز کا سفر پاپیادہ طے کر کے مرشد کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔

فروتنی ست دلیل رسید گان کمال
سوار چونکہ بہ منزل رسد پیادہ شود

حضرت نے جن تین چاولوں کی تقسیم کا ذکر فرمایا تھا دوسرے دانہ چاول کا ذکر آپ کے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے تین چاول تقسیم کیے ایک بھائی محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیا جس نے ایک چاول سے ایک دیگ چاول بنا لی۔ دوسرا چاول سید محمد عارف بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا جس نے اس چاول کو محفوظ رکھا۔

میاں محرم!

آپ کے خلیفہ سوئم میاں محرم قوم کے ماچھی تھے۔ سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات روحانی کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دامن ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے اس قدر ریاضت اور ماجدہ کیا اور شیخ کی محبت میں اس قدر جاگزیں ہو گئے کہ آپ نے فنائی الشیخ کا درجہ حاصل کر لیا۔ شیخ کی محبت اور متابقت نے آپ کو بالکل شیخ کے رنگ میں رنگ دیا اور اسی محبت اور متابعت کی وجہ سے آپ نے شکل صورت میں بھی حضرت شیخ کی شکل وصورت اختیار کر لی۔ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ اس قدر کمال مشابہت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے عزت، وقار اور احترام کافی بڑھ گیا۔ جس کی وجہ سے آپ میں تکبر اور غرور پیدا ہو گیا اور آپ خود کو عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے اور حضرت شیخ کی خدمت نیں حاضری سے بھی گریز کرنے لگے۔

ایک دفعہ آپ کثیر جماعت کے ساتھ حضور کی مجلس میں آئے اور گستاخانہ حرکات کرنے لگے۔ آپ نے حضرت کے بستر خاص پر آرام کرنے کے لیے کہا اور حضرت کے برتن خاص بھی استعمال کرنے لگے۔

آپ کی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے حضرت کے غلام اور عقید تمند سخت نالاں تھے۔ لیکن حضرت کے دل میں کوئی کدورت پیدا نہ ہوئی اور آپ ہمیشہ درگزر فرماتے۔ آخرکار جب اس کی گستاخیاں اور تجاوزات حد سے زیادہ بڑھنے لگیں تو حضرت دل برداشتہ ہو گئے اور خدام کو حکم دیا کہ میاں محرم کو حاضر کرو۔ خدام جب اس کے پاس گئے اور حضور کی طلبی کا حکم سنایا تو اس نے آنے سے انکار

کر دیا اور کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔

جب حضرت کو جواب سے مطلع کیا گیا تو حضرت کو غصہ آ گیا اور غصہ کی حالت میں اس کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ گستاخ نے حضرت کو آتا دیکھ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ حضرت دروازہ کھول کر حجرہ میں داخل ہوئے تو وہ ہوا میں پرواز کر گیا۔ حضرت صاحب بھی شہباز کی طرح ہوا میں اڑے اور پنجہ غضب میں بھینچ کر معرفت کے نور سے تہی کر دیا اور اس کے بعد میں محرم زمین پر آن پڑے۔ چہرہ خوفناک صورت میں تبدیل ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکنے لگے۔

ایسی حالت میں کافی عرصہ تک دروازے پر آ کر ماتھا رگڑتا رہا اور رورو کر معافی کا طلبگار رہا۔ آخر کار سلطان العاشقین کے فرزند اکبر حضرت خواجہ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی حالت پر ترس اور رحم آ گیا اور اپنے والد گرامی سے میاں محرم کی معافی کی درخواست پیش کی۔ حضرت نے صاحبزادہ صاحب کی درخواست پر میاں محرم کو معاف کر دیا۔ معافی کے بعد میاں محرم کی شکل اپنی اصلی صورت میں واپس آ گئی اور کتوں کی طرح بھونکنا بھی بند ہو گیا۔ میاں محرم کی قبر لیہ میں آنا روالہ کے مقام پر موجود ہے جو لوگوں کے لیے باعث عبرت ہے۔

آپ نے جو تین چاولوں کی تقسیم کا ذکر فرمایا تھا تیسرا چاول کا ذکر میاں محرم کے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے تین چاول تقسیم کیے بھائی محکم الدین نے ایک چاول سے ایک دیگ چاولوں کی بنالی۔ دوسرا چاول سید محمد عارف کو دیا جنہوں نے اس چاول کو محفوظ کر لیا۔ تیسرا چاول میاں محرم کو دیا جس نے بدقسمتی سے یہ چاول ضائع کر دیا۔

حضرت کی اولاد!

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔

(۱) حضرت صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کے تینوں صاحبزادگان نے اپنے والد گرامی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت خواجہ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے تزکیہ نفس وتعفیۂ وجود کی منازل طے کرنے میں کمال مجاہدہ سے کام لیا۔ آپ نے عبادات الٰہی کے علاوہ اپنے گھر کی تمام ذمہ داریاں سنبھال رکھی تھیں اور کاشتکاری سے ذریعہ معاش کو چلا کر سلطان العاشقین کو ان تکفرات سے آزاد کر دیا تھا۔ لنگر کے مصارف سے لے کر درس حاصل کرنے والے طلباء، مریدین اور عقیدتمندوں کے قیام وطعام کے جملہ اخراجات اور انتظامات آپ کے سپرد تھے۔ اس کے علاوہ حضرت کے آرام وآسائش اور سفر و حضر کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا بھی آپ کے ذمہ تھا۔

جب حضرت سلطان العاشقین کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فیضان اویسیہ کی تمام دولت آپ کے سینے میں منتقل کر دی۔ آپ اپنے عظیم والد کی تصویر تھے۔ حضرت کے بعد آپ حضرت کے جانشین اور آستانہ عالیہ کے خلیفہ اوّل کی مسند نشین (سجادہ نشین) ہوئے۔ آپ کی دستار بندی سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی۔ آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی ولی تھے اور آپ

سے بچپن میں ہی غیر دانستہ طور پر کرامات کا ظہور ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ اپنے دوست بچوں کے ساتھ دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے اور گھوڑا گھوڑا کا کھیل کھیل رہے تھے کہ آپ کے دوستوں نے مذاق میں کہہ دیا تمہارا گھوڑا اٹھس ہے۔ آپ نے دیوار کو اس طرح ایڑی سے ٹھوکر لگائی جیسے سوار گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہے۔ آپ کا ایڑھ لگانا تھا کہ دیوار چل پڑی اور جب اسے رکنے کے لیے کہا تو رک گئی۔ حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بے خیالی میں یہ کرامت دکھا تو دی لیکن آپ والد گرامی اور اساتذہ سے بہت شرمندہ ہوئے اور ان سے کئی روز تک منہ چھپائے رہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روز افزوں کرامات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ اپنے والدین اور اساتذہ کی نظروں سے کئی کئی دن غائب رہنے لگے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بے قراری اور اضطراب کو ختم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ابھی حضرت ایسا کرنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ صاحبزادہ حضرت قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے جوش میں آئے کہ ہوا میں پرواز کرنے لگے اور نظروں سے ایسے چھپے کے پھر نظر نہ آئے۔ حضرت کو آپ سے بے حد محبت تھی اس لیے آپ ان کی یاد میں ہمیشہ بے قرار رہتے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا سناؤ بنے میاں کس حال میں ہیں؟ سلطان العاشقین، حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو پیار سے بنے میاں کہا کرتے تھے۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حقیت حال سے واقف ہو چکے

تھے۔ آپ نے جواب میں عرض کیا بنے میاں درجہ قطبیت سے درجہ ابدال کو پہنچ گئے ہیں اور بعض اوقات فقیر سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔ دوسری مرتبہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے حسب معمول اپنا سوال پوچھا کہ بنے میاں کس حال میں ہیں؟ سیرانی بادشاہ نے جواباً عرض کی حضرت صاحبزادہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اس دار ناپائیدار کو چھوڑ کر جنت کو سدھار گئے ہیں۔ حضور فاتحہ پڑھ لیں۔ حضرت سن کر بہت مغموم ہوئے۔ حضرت قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بریلی (ہندوستان) میں مرجع خلائق ہے۔

اضطرار!

سلطان العاشقین کو صاحبزادہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پیار تھا۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر آپ بہت دل گرفتہ ہوگئے۔ آپ بہت مضطرب رہنے لگے اور آپ کا کسی ایک مقام پر جی نہ لگتا تھا اور یہاں سے وہاں منتقل رہنے لگے۔ آپ کی اس حالت کے پیش نظر آپ کے خلیفہ سید محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے درخواست کی کہ حضور میرے ساتھ بریلی (ہندوستان) چلیں اور میرے غریب خانہ کو سرفراز فرمائیں۔ آپ نے ان کی استدعا قبول فرمائی اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ صاحبزادگان اور دیگر متعلقین اس پروگرام کے حق میں نہ تھے کیونکہ آپ اپنے اہل خانہ کو بھی اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے تھے اس وجہ سے سب لوگ بہت پریشان تھے۔ حضرت سے تو اس بارے میں کسی کو عرض کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی البتہ سید محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا دلی مدعا بیان کیا اور سید محمد عارف رحمۃ اللہ کی معرفت بہت مشکل سے پروگرام

منسوخ کرانے میں کامیاب ہوئے۔ سید محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ حضرت سے رخصت لے کر وطن روانہ ہو گئے تو سب نے اطمینان کا سانس لیا۔

بریلی کا پروگرام تو منسوخ ہوا لیکن ایک روز آپ نے بمعہ صاحبزادگان اور خدمتگاران دریائے گھارا عبور کر کے منچن آباد میں رات بسر فرمائی اور صبح ہوتے ہی فرمایا کہ مجھے مرشد کامل سے یہاں قیام کا حکم ملا ہے۔

آپ کے فرمان کے مطابق یہاں رہائش کا بندوست کر لیا گیا۔ معاش کے لیے کاشتکاری شروع کر دی گئی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ارشاد ہوا کہ یہاں سے کوچ کا حکم ملا ہے، سفر کی تیاری کرو۔ آپ کے حکم کے مطابق نوتعمیر شدہ مکانات اور زرعی اراضی جس پر فصل کاشت ہو چکی تھی اور برداشت کے قریب تھی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مغرب کی جانب پیر خالص سے تین میل فاصلہ پر جا قیام کیا۔ یہاں بھی رہائش کا بندوبست کر لیا اور معاش کیلئے فصل کاشت کر لی گئی اور جب فصل پک کر تیار ہو گئی اور برداشت کا وقت آ گیا تو آپ نے کوچ کی تیار شروع کر دی۔

آپ کے متعلقین نے گزارش کی کہ فصل تیار ہے اگر کوچ کرنا ہے تو کچھ دن وقفہ کر لیں۔ غلہ برداشت کر لیں پھر چلے چلیں گے۔ آپ نے فرمایا: گندم کی فصل بارآور نہ ہوگی۔ آپ دریائے راوی کی جانب روانہ ہو کر اپنے آبائی وطن گوگیرہ (اوکاڑہ) میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کے کچھ لواحقین گندم کی فصل برداشت کرنے کی غرض سے وہیں رک گئے۔ آپ کے فرمان کے مطابق فصل خراب ہو گئی اور وہ لوگ بھی کچھ دنوں بعد خالی ہاتھ آپ کے پاس گوگیرہ حاضر ہو گئے۔

آپ نے سردی کا موسم گوگیرہ (اوکاڑہ) میں بسر کیا اور موسم بہار کی آمد

آمد پر یہاں سے ترک کر کے دریائے گھارا کی طرف کوچ کا حکم فرمایا۔

یہاں بھی فصل پک کر تیار ہو چکی تھی۔حسب سابق صاحبزادگان اور دیگر لواحقین نے عرض کی حضرت فصل تیار ہے اس کی برداشت تک اپنا قیام یہاں رکھیں۔فصل اٹھانے کے بعد جیسے حکم ہوگا تعمیل ہوگی۔آپ نے فرمایا یہاں بھی فصل کو ثمر کا حکم نہیں ہے۔آپ کے فرمان کے مطابق دریا میں سیلاب آیا اور فصلیں غرق ہو گئیں۔آپ دریائے گھارا عبور کر کے شہر رانا وٹو سلیم شاہ کے جنوبی جانب ایک میل کے فاصلہ پر لق و دق میدان میں قیام پذیر ہوئے اور رات بسر فرمائی۔ رانا وٹو کو حضرت کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوا۔آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعوت طعام پیش کی۔آپ نے قبول فرمائی اور تین دن وہاں قیام فرمایا۔رانا وٹو نے آپ سے دوبارہ استدعا کی حضور یہاں مستقل قیام پذیر ہو جائیں تاکہ ہمیں باطنی فیض سے مستفیض ہونے کا موقع ملے اور آپ کی برکت سے یہاں ایک شہر آباد ہو جائے گا۔رانا وٹو نے ایک ہزار بیگھہ (بیس مربع) زرعی اراضی خلوص اور عقیدت سے آپ کے حضور بطور نذرانہ پیش کی۔آپ نے مستقل سکونت کی درخواست قبول فرمائی۔حضرت کے صاحبزادگان اور ہمرایوں نے دو سال کی محنت اور مشقت سے زمین کو سرسبز اور شاداب بنا دیا۔آپ کے پاس عقیدتمندوں کا اژدھام حاضر ہونے لگا۔حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں آ کر مرشد کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

وفات!

حضرت سلطان العاشقین کی بیٹھک اکثر مہارہ میں ہوتی تھی۔ایک مرتبہ

آپ معہ صاحبزادگان اور دیگر اصحاب کے تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نے فرمایا سب لوگ تھوڑی دیر کے لیے چلے جائیں میں نے تخلیہ میں حضرت محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرنی ہے۔ چنانچہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے اسرار و رموز پر مشتمل طویل گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ فقیر کی عمر ختم ہو رہی ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ تم اب میرے پاس رہو۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی اگر حضور کی مرضی یہی ہے تو بارگاہ الٰہی سے یہاں قیام کی اجازت لے دیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی سے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو **قل سیر فی الارض** کا حکم ہوا تھا۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے کافی دیر مراقبہ فرمایا اور پھر مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا امتناع سیر کی اجازت نہیں۔ البتہ اتنا ضرور کرنا کہ فقیر کے آس پاس رہنا۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوئے تو بہت اداس اور پریشان تھے۔ آپ کی زبانی دوسرے لوگ بھی حضرت کی تیاریوں کا حال سن کر پریشان اور اداس رہنے لگے۔

اب حضرت کا معمول بن گیا تھا کہ صاحبزادگان کو اپنے قریب بلا کر نصیحت فرماتے رہتے اور اس فانی دنیا سے لاتعلقی اور عالم جاودانی سے دل لگاؤ کی باتیں فرمایا کرتے۔ ماہ ذوالحج کی آمد سے لوگوں سے بالکل قطع تعلقی اور بیگانگی پیدا ہوگئی اور اکثر مراقبہ میں رہتے۔ کھانا پینا بالکل ترک فرما دیا اور کبھی کبھار دو لقمے تناول فرمالیتے۔ ۱۰ ذوالحج کو معمولی بخار ہوا جس سے کمزوری میں اضافہ ہوگیا۔ تمام

امانت جو فیضان اویسیہ سے آپ کو حاصل ہوئی تھی فرزند اکبر حضرت خواجہ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما دی۔ ۲۶ ذوالحج ۱۱۸۷ھ کو واصل بحق ہوئے اور مطلوب حقیقی سے ملنے کی آرزو پوری ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف میں بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے مقیم تھے کہ آپ کو حضرت کے وصال کی خبر موصول ہوئی۔ آپ فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت کے لیے پاک پتن شریف میں مقیم تھے۔ آپ نے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر فاتحہ خوانی اور تعزیت کی اور آپ سے کہا جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب آپ عرس کی تقریبات میں شرکت کر کے جائیں۔ حضرت نے جواباً فرمایا صاحب مزار سے ملاقات ہو چکی ہے اور اجازت بھی حاصل کر لی ہے۔ اس لیے قیام ممکن نہیں۔ آپ پاک پتن شریف سے روانہ ہو کر سیدھے مرشد کے مزار مبارک پر پہنچے حضور کے صاحبزادگان اور خدام نے آپ کا استقبال کیا تو آپ صرف سلام کا جواب دے کر آگے بڑھ گئے اور کسی سے گفتگو نہ فرمائی۔

مزار پر انوار پر حاضر ہو کر تھوڑی دیر کے لیے مراقبہ فرمایا اور مراقبہ کے بعد الحمدللہ، الحمد للہ کا ورد فرماتے ہوئے وہاں سے سر اٹھایا اور حاضرین کے پاس تشریف لائے۔ صاحبزادگان سے تعزیت فرمائی اور حاضرین کے ساتھ رسم تعزیت ادا فرمائی۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر کے سر پر حضرت سلطان العاشقین کی دستار باندھی اور حضرت خواجہ صالح محمد صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کو سلطان کا لقب عطا فرما کر مسند سجادگی پر بٹھایا۔

مزار کی بار بار منتقلی!

حضرت سلطان العاشقین رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو بستی رانا وٹو میں دفن کیا گیا۔ آپ کے وصال کے چار سال بعد دریائے گھارا میں سیلاب آ گیا حضرت کے مزار کا زیر آب آنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو آپ کے صاحبزادگان نے آپ کا صندوق نکال کر محبت علی کے مقام پر منتقل کرنا چاہا تو رانا وٹو نے مزاحمت کی۔ اس دوران حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ زیارت کیلئے تشریف لائے اور صورتحال آپ کے علم میں لائی گئی تو آپ نے اپنی نگرانی میں صندوق مزار سے نکلوا کر محبت علی کے مقام پر دفن کر دیا اور وہاں پر خانقاہ مبارک تعمیر کرنے کی تجویز فرمائی۔

۱۲۲۷ھ میں چالیس سال بعد دریائے گھارا میں پھر زبردست سیلاب آ گیا اور آپ کے مزار مبارک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوا تو صاحبزادگان صندوق نکالنے سے تردد کرنے لگے کہ اتنے میں حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ کے سجادہ نشین کی جانب سے یہ پیغام موصول ہوا کہ صندوق کو نکال کر بہاول پور منتقل کر دیا جائے تاکہ آپ یہاں اپنے رفیقوں اور عزیز و اقارب کے ہمراہ رہیں۔ آپ کے ورثاء کو اس سے اتفاق نہ ہوا اور صندوق کو زمین سے نکال کر ایک کمرہ میں رکھ دیا گیا ارادہ تھا کہ یہاں خانقاہ مبارک تعمیر کی جائے گی۔ لیکن کسی وجہ سے خانقاہ تعمیر نہ ہو سکی اور ایک سال تک آپ کا صندوق جس پر غلاف ڈال دیا گیا تھا ایک بغیر دروازے کے کمرہ میں پڑا رہا۔

ایک سال بعد شہر فرید کے راسخ العقیدہ دادا پوترہ زمیندار جن کا نام محمد پناہ

خان اور محبت خان تھے حضرت کے ورثاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی
کہ حضرت کو ہمارے علاقے شہر فرید میں لے جا کر دفن کیا جاوے تا کہ ہم غلامان
ہمسائیگی کا شرف حاصل کر سکیں۔

ان زمینداروں نے حضرت کے ورثاء سے شدید اسرار کیا بلکہ اپنی
خواتین کو بھی لا کر حضور کے دروازے پر بٹھا دیا۔ ان کے اس بے حد اصرار نے
حضرت کو مجبور کر دیا کہ ان کی بات مان لی جائے۔ چنانچہ صندوق کو کشتی میں لا دکر
دریا کے پار لایا گیا۔ آپ کے اہل خانہ براستہ خشکی وہاں پہنچے۔ داد پوتروں نے
حضرت کے اہل وعیال کے لیے اپنے مکانات اور حویلیاں خالی کر کے آپ کے
اہل خانہ کے سپرد کر دیں۔ اس وقت جہاں حضرت کا مزار مبارک ہے آپ کا
صندوق دفن کر دیا گیا۔ محبت خان نے لنگر کے اخراجات کے لیے ایک چاہ جواب
تک خانقاہ شریف کے شمال میں چاہ دربار والا کے نام سے منسوب ہے نذرانہ میں
پیش کیا۔ سلطان العاشقین کا صندوق جب موجودہ جگہ پر لایا گیا تو آپ کو وفات
پائے چالیس سال گزر چکے تھے۔ آپ کا جسم مبارک اصلی حالت میں موجود تھا۔
جس کی کثیر تعداد میں لوگوں نے زیارت کی۔

آپ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ فقیر کی اولاد محکم الدین سیرانی کے
نام سے پہچانی جائے گی۔ آپ کے فرمان کے مطابق حضور کی اولاد کو صاحب السیر"
والے کہا جاتا ہے۔

آپ کا مزار مبارک حاصل پور اور چشتیاں کے درمیان ریلوے اسٹیشن
بخشن خاں کے شمال میں چند کلومیٹر کے فاصلے پر مرجع خلائق ہے۔

سلطان التارکین

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی

صاحبُ السیر رحمۃ اللہ علیہ



حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ
(قلمی تصویر)

سلطان التارقین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۳۳ھ میں جب ہندوستان میں اسلام کی شمع روشن فرمائی تو آپ کے دستِ حق پر جوق در جوق ہندوستانی لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ راجپوتوں کی نامور گوت کھرل جن کی بہادری مسلّم تھی اس قوم سے تعلق رکھنے والے چندبنسی خاندان کے راجہ ہستناپور نے بھی حضرت خواجہ غریب نواز کے دستِ حق پر اسلام قبول کیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اسلامی نام گڈن سے مہر بخش تجویز فرمایا اور مہر بخش کو نہ صرف اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا بلکہ آپ کی دعا کی برکت سے مہر بخش کی اولاد نے ہندوستان سے علم و فضل کی ایسی شمع روشن کی جس کے فیض کی کرنیں تا قیامت قائم رہیں گی۔

راجپوتوں کی گوت کھرل جنگجو اور بہادر قوم ہے۔ اس قوم نے جہاں برصغیر میں اپنی بہادری سے تاریخ رقم کی وہاں عشق مجازی میں بھی مرزا اور رانجھا کے روپ میں بھی کمال درجہ پر پہنچے۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رخ عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف موڑ دیا تو اس قوم سے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ محمد دائم رحمۃ اللہ علیہ جیسی باکمال ہستیوں نے جنم لیا۔ مہر محمد بخش

کے بیٹے حافظ محمد یعقوب صاحب نے علم وفضل میں درجہ کمال حاصل کیا۔ حافظ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سات بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب حافظ قرآن تھے۔ حافظ محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد عامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد اکمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

حافظ محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حافظ محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد شاہ کرم تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر اور حافظ محمد فاضل کی اولاد گوگیرہ (اوکاڑہ، ساہیوال) میں رہائش پذیر ہے۔ آپ کے تین فرزند حافظ محمد عامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد اکمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاولد تھے۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۳۵ھ کے لگ بھگ محبّ علی کے مقام پر جو پاک پتن سے سولہ کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے گھارا (دریائے ہاکڑہ) کے کنارے پر واقع ہے پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد گوگیرہ (اوکاڑہ، ساہیوال) کے رہنے والے تھے لیکن آپ کے والد یہاں محبّ علی کے مقام پر آ کر آباد ہو گئے تھے۔ پیدائش کے وقت آپ کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا لیکن بعد میں آپ محکم الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

دریائے گھاگھرا (گھارا یا ہاکڑہ) کے نام سے مشہور دریا ہے جس کا

سرچشمہ پہاڑی ریاست کلو کی وادی ہے۔ جغرافیہ دانوں کی رائے میں اس دریا کا بالائی حصہ سوترا یا ستودری (ستلج کا قدیم نام) کہلاتا ہے اور اس دریا کے نشیبی حصہ کو ہاکڑہ کہتے ہیں۔ چولستان (روہی) کو بھی یہی دریا سیراب کرتا تھا اور اس کے کنارے بہت سی بستیاں آباد تھیں۔ اب یہ دریا خشک ہو چکا ہے اس کے کنارے آباد بستیاں معدوم ہو چکی ہیں لیکن ان کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔

تعلیم!

آپ کا گھرانہ علم و فضل کا گہوارہ تھا۔ آپ کے والد، دادا، چچا اور چچازاد بھائی سب حافظ قرآن پاک تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی حافظِ قرآن تھیں۔ آپ کے اجداد عالم و فاضل تھے۔ آپ کے چچا حافظ محمد طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور حدیث کے ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ کے فتویٰ کو سند کا درجہ حاصل تھا۔

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز گھر سے کیا اور تھوڑی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور سولہ سال کی عمر میں شرح عقائد علامہ تفتازانی تک درسی کتب کا دور ختم کر لیا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مزید تعلیم حاصل کرنے لاہور چلے گئے۔ ''شعاع نور'' مؤلفہ محمد حفیظ الرحمٰن صاحب مرحوم نے ''مناقب المحبوبین'' کے حوالے سے روایت کی ہے کہ آپ دونوں حضرات دن کے وقت تعلیم حاصل کرتے اور رات کے وقت گداگری کر کے اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ اپنے نفس کو رام کرتے۔

آپ کے چچازاد بھائی حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو تکمیل علم کے لیے دہلی اپنے ہمراہ لے گئے۔ دہلی جوان دنوں ہندوستان میں علم و

فضل میں مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ دہلی میں ایک طرف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ سند درس و وعظ پر جلوہ افروز تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا فخر
الدین عرف فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس علم و فضل قائم تھیں۔ آپ اور قبلہ
عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا فخر الدین
عرف فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس علم و فضل سے علم و فضل اور اکتساب فیض
اور طریقت وسلوک کی منازل طے فرمائیں۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانی دہلی میں خانقاہ
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔

بیعت!

دوران تعلیم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت
مولانا فخر الدین عرف فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے اور حضرت
مولانا سے درخواست کی کہ میرے دوست محکم الدین دریا کے کنارے پھر رہے ہیں
ان کو بھی پار لنگھا (پہنچا) دیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق
رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے انہیں کسی اور کی راہنمائی کی کیا ضرورت ہے۔

آپ اپنے استاد گرامی کے فرمان کے مطابق اپنے وطن واپس تشریف
لائے اور سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جو درس و تدریس
میں مشغول تھے کہ دست مبارک پر بیعت کی۔

آپ نے مرشد کی خدمت اور صحبت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کیں
اور آپ ہی سے خلافت اور بیعت کی اجازت حاصل کی۔ حضرت کی خدمت اور

صحبت میں رہنے کی وجہ سے آپ بھی مرشد کی طرح جو وجد و سماع اور جذب و کیفیت میں ڈوبے ہوئے تھے آپ بھی مرشد کے رنگ میں رنگے گئے۔

اعتکاف اور چلہ!

آپ نے مرشد کے حکم کے مطابق سخت سے سخت ریاضتیں کیں اور تزکیہ نفس کی ہر تدبیر اختیار کی۔ انجذاب لامتناہیہ کی مدد سے برسوں کی منزلیں مہینوں میں اور مہینوں کی منزلیں دنوں اور دنوں کے مرحلے لمحوں میں طے کر کے منزل مقصود تک جا پہنچے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیوانِ چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ جو مشائخ اولیائے کاملین میں سے تھے کی خانقاہ پر معتکف ہونے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ وہاں سے دلی منشا وقوع پذیر ہو گی۔

آپ نے مرشد کے حکم مطابق حضرت دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر اعتکاف کیا اور چالیس روز کا چلہ بغیر کچھ کھائے پیئے اور بغیر سوئے عبادات حق اور روزہ کی حالت میں گزارا۔ آپ کو دوران چلہ غائب سے متعدد مرتبہ قُلْ سِیْرُ فِی الْاَرْضِ ط کی آواز سنائی دی۔

چلہ اور اعتکاف کی تکمیل کے بعد جب آپ خلوت سے باہر آئے تو آپ کو بیر سے روزہ افطار کرنے کی خواہش ہوئی اسی وقت ایک شخص جو سفید لباس میں ملبوس تھا ظاہر ہوا اور اس نے چند دانے بیر آپ کو پیش کیئے اور کہا اس سے روزہ کھولو اور یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ (یہ بیر کا موسم نہیں تھا)

آپ نے روزہ افطار کیا اور وہاں سے رخصت ہو کر مرشد کی خدمت میں

حاضر ہو گئے۔ سلطان العاشقین نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہارا دل میوہ کنار (بیر) کھانے کو چاہتا تھا اس لیے حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے معمور ہوئے تاکہ سدرۃ المنتہیٰ سے تمہارے لیے دانہ کنار (بیر) لاکر افطار کے لیے تمہیں پیش کریں۔ چنانچہ خضر علیہ السلام نے تعمیل حکم کی۔

آپ اپنے مرشد کو چلہ کے نتائج کا احوال بیان کرنا چاہتے تھے کہ مرشد نے آپ کو سب احوال خود سنا دیا جو آپ کے ساتھ بیت چکا تھا۔

حضرت شیخ دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کاملین میں سے تھے

آپ راجہ مہپال کے بیٹے تھے یہ راجہ اشاعت اسلام کے ابتدائی ایام میں ملتان اور اس کے ارگرد کے علاقوں پر حکمران تھا۔ خلفائے عباسیہ کے لشکر نے جب پہلے پہل سندھ پر حملہ کیا تو مہپال کی حکومت بھی ختم ہوگئی۔ رائے چاؤ جو ابھی نوعمر تھا دائرہ اسلام میں شامل ہو گیا اور عبادت اور ریاضت کا یہاں تک حق ادا کیا کہ دنیاوی حکومت کی جگہ روحانی مملکت کی خسروی اس کے حصہ میں آئی اور یہ چاؤ شیخ چاولہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۳۱ھ میں ہوا اور آپ کا مزار بورے والا (ضلع ملتان) سے ۱۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر مرجع خلائق ہے۔ رائے چاولہ کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام کنگن دیوی تھا اور اس کے نام سے تحصیل چونیاں میں ایک قصبہ کنگن پور اب بھی موجود ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں ایک کنویں پر چلہ کاٹا یہ کنواں اب بھی موجود ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے مزار بھی یہاں ہیں۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے برادر حقیقی حضرت خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی اولاد حضرت سیرانی بادشاہ کی جانشین ہوئی کا مزار بھی یہاں پر ہے۔ آپ نے دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر دوران چلہ شہادت پائی۔

پیدائشی ولی!

ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور اللہ کا فضل عظیم ہے۔

حدیث شریف: **السعید من سعد فی بطن امہ۔**

ترجمہ: سعادت والا اپنی ماں کے پیٹ میں سعادت مند ہوتا ہے۔

بچپن سے ہی آپ کا جبین نور سے جذبات الٰہی کی کیفیات ظاہر ہونے لگے تھے۔ آپ بچپن سے ہی دنیاوی مشاغل سے لاتعلق رہنے لگے۔ بچپن سے ہی خاموش طبع تھے ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ کرتے۔ دنیا سے بے تعلقی اور بے پرواہی اور بچپن سے عبادات الٰہی یعنی نماز، روزہ کے پابند تھے۔ آپ بچپن میں جو بھی بات لاشعور میں کہہ دیتے پوری ہو جاتی۔ آپ کو جو بھی عارف دیکھتا آپ کی ظاہری استعداد کا عکس اس کے دل کے آئینہ پر پڑتا اور وہ پہچان لیتا کہ یہ شہباز بلند پرواز کر کے ملکوتی و جبروتی فضاؤں سے گذر کر قصر لاہوت پر اپنا آشیانہ بنائے گا اور اوصاف صمدیت کے مشاہدے اور ذات احدیت کے نظارے کے بغیر ایک پل چین سے نہ بیٹھے گا۔

آپ اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے درس حاصل کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد محترم اور مرشد سے رخصت لے کر گھر جانے لگے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک رات اور رک جاؤ کل چلے جانا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ دہلی میں فلاں مقام پر ایک مخفی بزرگ کا مزار ہے رات وہاں حاضری اور فاتحہ سے مشرف ہو کر چلے جانا اس بزرگ کے متعلق کسی کو معلوم نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ رات کی تاریکی میں حسب الحکم مرشد اس مخفی بزرگ کے مزار پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا وہاں پہلے سے کوئی شخص موجود ہے جو فاتحہ خوانی میں مصروف ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت تعجب ہوا اور میں بغرض مصافحہ آگے بڑھا اور کوشش کی کہ ان کو دیکھ سکوں لیکن وہ میری طرف پیٹھ کئے دوسری طرف چلے گئے اور میں رات کی تاریکی کی وجہ سے ان کی شکل نہ دیکھ سکا۔ میں فاتحہ خوانی کے بعد حضرت مولانا فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آیا اور ان کو سارا احوال بیان کیا اور عرض کی آپ تو فرماتے تھے کہ ان بزرگ کے متعلق کسی کو معلوم نہیں۔ حضرت مولانا نے سارا قصہ سن کر تامل فرمایا اور تھوڑی دیر بعد فرمایا یہ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا جو تمام بھیدوں سے واقف ہے۔

اس واقعہ سے عیاں ہے کہ آپ زمانہ طالب علمی سے ہی کس مرتبہ پر فائز تھے اور آپ کے اس مرتبہ سے صاحب کمال حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی واقف تھے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کی بچپن کی کئی

کرامات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچپن سے ولایت اور بزرگی کے مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی کھیتی کو کوئی کاٹنے آتا تو وہاں محافظ کو پاتا۔

ریاضت اور مجاہدہ!

آپ ساری رات عبادات الٰہی میں گزار دیتے اور تہجد اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ذکر جہر فرماتے۔ آپ ذکر جہر کے متعلق فرماتے کہ ذکر اس طرح کیا جائے کہ جسم کے ہر مسام سے ذکر کی آواز سنائی دے یا خون کے فوارے نکلیں۔ آپ کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے روزہ کی حالت میں جنگلات میں عبادات میں گزار دیتے۔

عشاء کی نماز کے بعد تمام رات نوافل میں گزار دیتے۔ تہجد کبھی قضا نہ کی۔ تہجد اور فجر کی نماز کے بعد ذکر جہر اور مراقبہ فرماتے اور اشراق چاشت وغیرہ ادا کرتے۔ قصیدہ امالی، دعائے مغنی کا وظیفہ پڑھتے اور ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد تلاوت فرماتے۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین سے فارغ ہو کر قصیدہ غوثیہ پڑھا کرتے تھے۔

آپ ہر وقت باوضو رہا کرتے اور سنت نبوی ﷺ کا پورا پورا احترام اور پابندی کرتے اور آداب شرعیہ سے ہرگز تغافل نہ فرماتے۔

اس زمانے میں جب کہ کوئی سہولت میسر نہ تھی حج کا سفر جان جوکھوں کا کام تھا۔ آپ نے کئی بار پا پیادہ حج کا فریضہ ادا کیا۔

محبوب سبحانی غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں تمام عمر مجاہدہ باطنی میں صرف کر دی۔ ایک مرتبہ محبوب سبحانی غوث

الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے نفس پر عبادات اور مجاہدہ کا اس قدر بوجھ ڈالا ہے کہ اگر کسی پہاڑ پر اتنا وزن ڈالا جاتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ نے بھی ایک مرتبہ فرمایا:

فقر از تجرید و بے تعلقی و وحشت و تفرید
در اوائل عمر چناں حال بود کہ گر فقیر از تاب
بسوے درختے میل رفتن میکر و درخت من میگریخت

یعنی فقر کی بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے درخت کے سائے میں بیٹھنا چاہتے تو درخت بھی وحشت کا سماں پیدا کرتا۔

آپ نے اپنی ریاضتوں، عبادت اور مجاہدہ کی وجہ سے ولایت کبریٰ اور ولایت قصویٰ کا مرتبہ حاصل کیا اور اندراج انہابتہ فی البدایۃ کی خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔

حلیہ!

آپ کا قد سرو کی طرح سیدھا اور بلند تھا۔ تمام اعضاء مضبوط اور متناسب تھے۔ آپ کا رنگ گندم گوں اور سر مبارک موزوں اور خوشنما تھا۔ پیشانی مبارک معتدل تھی۔ چہرہ مبارک گول نہ تھا بلکہ کتابی تھا۔ آنکھیں کسی قدر چھوٹی، پلکیں نوکدار اور چھدری تھیں۔ آنکھوں کی سیاہی بہت سیاہ اور سفیدی بہت سفید تھی۔ ناک بلند تھی البتہ ناک کے سوراخ معتدل تھے۔ ابرو کے بال درمیانہ اور پیوستہ اور چہرہ مبارک تابناک اور چمکیلا تھا۔ داڑھی مبارک ہلکی مگر دلفریب تھی۔ لب معتدل، دانت باریک انار کے دانوں کی طرح جڑے ہوئے اور بوقت تبسم دانتوں کی

سفیدی کم ظاہر ہوتی۔ آواز باریک اور دلربا تھی۔ کان قدرے طویل اور گوشت دار اور کان کی لو خوبصورت تھی۔ داہنا کان چھدا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ دائیں آنکھ اور آبرو کے پیچھے ایک چھوٹا سا مسا (موکہ) تھا۔ سینہ مبارک کشادہ تھا۔ چھاتی کے عین وسط میں معمولی سا گڑھا تھا۔ تمام اعضاء صاف شفاف تھے ان پر بال نہ تھے۔ پیٹ مبارک نہ موٹا اور نہ پتلا بلکہ متوسط تھا۔ کمر بھی متوسط تھی۔ بازو قد کے مطابق زیبا اور متوسط۔ ہاتھ کی ہتھیلیاں چوڑی اور معتدل تھیں۔ ہاتھ اور پاؤں کے ناخن بھی معتدل تھے اور ان کا رنگ بہت سرخ تھا۔ ہاتھ کی انگلی کا ناخن چوڑا اور موٹا تھا جو کسی وجہ سے ٹوٹ کر پھر دوبارہ پیدا ہوا تھا۔ دونوں کندھے کشادہ اور مستوری تھے۔ کولہے اور ران لمبائی اور چوڑائی میں درمیانہ۔ بائیں پنڈلی ذرا موٹی اور داہنی معتدل تھی۔ پاؤں ۱۴ انگلی لمبے تھے۔ تلوے نہ بہت گہرے اور نہ بالکل ہموار تھے۔ آج کے پیمانہ کے مطابق گیارہ نمبر کا جوتا پہنتے تھے۔

لباس!

حضرت سفید صافہ گولائی میں سر پر باندھتے تھے۔ کبھی کبھی قادری ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ سردی کے موسم میں اور سفر کے دوران اکثر دھسہ کندھے پر رکھا کرتے تھے۔ پاجامہ اکثر استعمال کرتے۔ ایک دفعہ ایک مرید نے شلوار پیش کی تو قبول فرما کر استعمال فرمائی۔ ہمیشہ باوضو رہتے جس کے ساتھ کپڑے بھی پاکیزہ اور معطر رکھتے۔ سفر کے دوران کنگھی، مسواک، کوزہ اور مصلیٰ ہمراہ رکھتے۔ آپ نے مسنون لباس سے عمر بھر تجاوز نہیں فرمایا۔ سادگی ہمیشہ ملحوظ خاطر رہتی۔ تصنع اور بناوٹ سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ آپ نے ساری عمر اسی نہج اور انداز میں گزار دی۔

خوراک!

آپ بہت کم اور سادہ غذا کھاتے تھے۔ کھانے میں نہ خود تکلف فرماتے اور نہ میزبان کو تکلف کی اجازت دیتے۔ مسور کی دال اور خشکہ چاول (بغیر گھی) آپ کی مرغوب غذا تھی اور اکثر کھایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کافی عرصہ کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے گھر والوں نے مسور کی دال کو گھی کا تڑکا لگا دیا۔ آپ نے دال چکھ کر فرمایا کہ اگر کھانے میں اسی طرح تکلف برتا گیا تو فقیر گھر پر نہیں آیا کرے گا۔ آپ کو بھنے ہوئے چنے (چھولے) بہت پسند تھے۔

آپ کھانا میزبان، مریدین، خدام اور دیگر مہمانوں کے ساتھ مل کر تناول فرماتے۔ ایک مرتبہ خلفیہ محمد مقبول نے خشکہ چاول میں ذرا گھی ڈال دیا تو آپ ناراض ہوئے۔ اگر کہیں دعوت پر جاتے تو صاحب خانہ سے کھانا تناول فرمانے سے پہلے دریافت فرماتے کہ میرا کھانا، دیگر مریدین، خدام سے علیحدہ تو نہیں پکایا گیا۔ یعنی آپ وہ کھانا پسند فرماتے جو سب لوگ یکساں کھائیں۔

ایک دفعہ دوران سفر آپ ایک کنویں پر رکے۔ زمیندار گاجریں لایا اور کنویں پر گاجریں دھوئیں۔ اچھی اچھی گاجریں ساتھ لے گیا اور چھوٹی چھوٹی اور خراب گاجریں وہیں چھوڑ گیا۔ آپ فاقہ سے تھے چنانچہ آپ کا خلفیہ محمد وارث ان میں سے چند گاجریں چھانٹ کر لے آیا۔ آپ نے کھائیں اور فرمایا محمد وارث وقت تو اس طرح بھی گزر جاتا ہے نہ معلوم لوگ تکلف کیوں کرتے ہیں۔

آپ ٹھنڈا پانی پینا پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ٹھنڈا پانی پی کر بے اختیار زبان سے شکر الٰہی کے کلمات نکلتے ہیں اور ایسے جذبات دلی اظہار کا

سبب ہوتے ہیں۔

زبان!

آپ کے اجداد اوکاڑہ (ساہیوال) کے رہنے والے تھے اور ان کی زبان پنجابی تھی۔

آپ نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ سفر میں گزارا اور آپ نے زیادہ سفر بھی ہندوستان کے ان حصوں میں فرمایا جہاں اردو بولی جاتی تھی۔

آپ نے حضرت مولانا فخر جہاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی میں اردو بولی جاتی تھی اور اس زمانے میں اردو پڑھے لکھے لوگوں کی زبان سمجھی جاتی تھی اور علمائے کرام اور مشائخ عظام کی جو مجالس منعقد ہوتی تھیں اور ان مجالس میں علمائے کرام اور مشائخ عظام علمی مباحثہ میں حصہ لیتے ان کا ذریعہ اظہار بھی اردو ہوا کرتا تھا۔

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان علمی مجالس میں شرکت فرماتے اور علمی مباحثوں میں اظہار خیال فرماتے اور وہاں آپ کو اردو بولنی پڑتی۔ اس وجہ سے مسلسل اور متواتر اردو بولنے سے آپ کی زبان پر اردو چڑھ گئی تھی اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ اُردو بولا کرتے تھے۔

آپ ہندوستان کی دیگر زبانیں بھی جانتے تھے۔ آپ سے جو کوئی جس زبان میں گفتگو کرتا آپ سمجھ تو لیتے لیکن جواب ہمیشہ اُردو میں ہی دیتے۔

سواری!

آپ کے پاس سواری کے لیے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا۔ گھوڑے کا

نام توکل تھا اور اونٹ کا نام درگاہی تھا۔

دوران سفر گھوڑے اور اونٹ کے لیے خود گھاس کاٹتے۔ گھوڑے کی خدمت کے لیے مامور محمد یوسف سے گھاس کاٹتے وقت فرماتے آؤ میاں یوسف زمین کی حجامت بنائیں۔

آپ کی صحبت کی وجہ سے گھوڑا (توکل) اور اونٹ (درگاہی) اکثر گریہ کی حالت میں رہتے اور ان پر وجد کا عالم طاری رہتا۔

ایک مرتبہ سماع سن کر گھوڑا توکل حالت وجد میں مست تھا کہ میاں محمد یوسف نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ اس عمل سے توکل کے خادم میاں محمد یوسف پر بھی وہی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی کیفیت کی وجہ سے میاں محمد یوسف کو توکل کا مرید کہا جاتا۔

ایک مرتبہ دوران سفر ادائیگی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے ساتھ ایک درخت تھا اونٹ اس کے پتے کھانے لگا آپ باہر تشریف لائے تو اونٹ کو مسجد شریف کے درخت کے ساتھ دیکھا تو فرمایا میاں درگاہی یہ درخت مسجد شریف کا ہے۔ اونٹ (درگاہی) نے فوراً درخت کے پتے کھانا چھوڑ دیئے۔

القابات!

آپ نے حضرت دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چلہ کشی کی تو دوران چلہ آپ اکثر غائب سے قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ ط کی آواز سنا کرتے تھے۔ چلہ اور اعتکاف و ریاضت کے اختتام کے بعد جب آپ باہر تشریف لائے آپ چالیس روزہ روزے سے تھے آپ کے دل میں روزہ افطاری کے لیے ہر

کھانے کو جی چاہا اس وقت بیر کا موسم نہ تھا۔ ایک شخص نورانی چہرہ میوہ بیر لایا اور آپ کو قُلْ سِيْرُ فِي الْاَرْضِ ؕ کی تلقین فرما کر غائب ہو گیا۔ آپ نے بیر سے روزہ افطار کیا اور اپنے مرشد سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور دوران چلہ غائب کی آواز اور نورانی شخص کی قُلْ سِيْرُ فِي الْاَرْضِ ؕ کی تلقین کا احوال مرشد کو سنایا تو آپ کے مرشد نے فرمایا کہ وہ نورانی شخص حضرت خضر علیہ السلام تھے جو بارگاہِ الٰہی سے تشریف لائے تھے اور آپ کو بہشت سے میوہ بیر لا کر دیئے اور آپ کو قُلْ سِيْرُ فِي الْاَرْضِ ؕ کی تلقین پر مامور ہوئے تھے۔ پس تم کو حکم سیر ہوا ہے اور اس طرح تمہیں تبلیغ دین، اشاعت اسلام کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ آپ نے اس دن سے اس فرحت افزا دنیا سے آزادی اختیار کر لی اور ہمیشہ سفر میں رہنے لگے اور ساری زندگی سفر میں بسر کر دی۔ آپ کہیں بھی ایک رات سے زیادہ قیام نہ فرماتے۔ اگر مجبوراً کسی گاؤں میں ایک رات سے زیادہ قیام کرنا پڑ جاتا تو دوسری رات آپ دوسرے مکان یا کمرے میں بسر فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ایک جگہ رہنے سے فقیر کا دم گھٹتا ہے۔ اس فرحت افزا دنیا سے علیحدگی کی وجہ سے آپ سلطان التارکین اور ہمیشہ سفر میں رہنے کی وجہ سے صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ زبان کی مناسبت سے صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سیرانی اور سیلانی بھی آپ کو لکھا اور کہا جاتا ہے۔ ان سب کا معنی ایک ہے۔ آپ کا آستانہ مبارک بھی خانقاہ شریف صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بیعت

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی اور آپ کو سلسلہ اویسیہ کی وجہ سے اویسی بھی لکھا جاتا ہے۔آپ حافظ قرآن پاک تھے اس کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ حافظ بھی لکھا جاتا ہے۔آپ کو زہر دیا گیا اس لیے آپ شہید بھی کہلاتے ہیں اور فقیری کی وجہ سے آپ کو میاں صاحب بھی کہا جاتا ہے۔آپ نے پاپیادہ کئی حج کئے تھے اس لیے آپ کے نام کے ساتھ الحاج بھی لکھا جاتا ہے۔

''لطائف سیریہ''

فارسی میں لکھی گئی پہلی تصنیف ہے جو کہ سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوضات پر تحریر کی گئی جو زبۃ الصالحین مولوی محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔اس کتاب کا پہلا ترجمہ طالب رحمٰن فقیر علی مردان اویسی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔

مولانا علی مردان کے پیرو مرشد خواجہ محمد مراد اویسی، حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور خود مولانا علی مردان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اوّل حضرت خواجہ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید تھے۔

مولانا کے جدامجد فقیر عبدالقادر جو عراق سے ہندوستان آئے تھے بڑے صاحب وجدال بزرگ تھے۔مولوی علی مردان صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم و فاضل اور شب زندہ دار تھے۔ملتان کے سادات گردیزی، گیلانی اور قریشی خاندان آپ کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔تفسیر و حدیث اور فقہ کی تدریس میں آپ کا جواب نہ تھا۔

دور دور سے لوگ اکتساب علم کے لیے آپ کے پاس آتے۔ آپ نے ۸۶ سال کی عمر پا کر ۱۲۸۲ھ میں انتقال فرمایا اور ملتان میں چوک شہیداں کے قریب آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار کے دروازے پر یہ عبارت درج ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ط

آپ کے مزار کی بیرونی دیوار پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بود مرد خدا علی مرداں — کہ براہِ خدا قدم فرسود
گرچہ عمرش گذشت ازہشتاو — لیک در ذکر و فکر درس فزود
از مریدانِ شیخ محکم الدینؒ — و از محمد مراد فیض ربود
ہادیٔ راہِ حق چناں آمد — کہ بہریک طریق سہل نمود
وعدہ عمر چوں شدش آخر — لا جرم فرقت از جہاں فرمود
سحر شنبہ لیلۃ الاسراء — کردہ روحش بادجِ عرش صعود

گشت نار بخش از سر الہام
چہ اجل مظہر اویسی بود

دوسرا آسان اُردو ترجمہ ۱۹۸۰ء میں جناب مسعود حسن شہاب دہلوی صاحب مرحوم و مغفور جو کہ مایہ ناز شاعر اور ادیب کے علاوہ روزنامہ الہام کے بانی اور چیف ایڈیٹر تھے۔ بہاول پور اُردو اکیڈمی کیلئے آپ کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ اردو ادب اور شاعری کے ساتھ ساتھ آپ کو بزرگان دین سے بہت عقیدت و محبت اور دینی علوم پر آپ کو عبور حاصل تھا۔
آپ نے یوں تو بہت سی کتابیں تحریر کیں لیکن ''اولیائے بہاول پور'' اور

سے محبت کا اظہار کرتا ہے
''لطائف سیریہ'' کا اُردو ترجمہ آپ کا بزرگان دین سے محبت کا اظہار کرتا ہے
میں نے آپ کی ان دونوں کتابوں سے خاصہ استفادہ حاصل کیا ہے۔آپ کی
تصنیف ''لطائف سیریہ'' میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے
اوصاف اجمال اور القابات تحریر کئے گئے جن سے حضور کے درجات کا علم ہوتا ہے
اور پڑھنے والوں کے دل منور ہوتے ہیں۔عقیدتمندوں کیلئے بطور تحفہ تحریر ہیں:
مشہدِ اسرارِ رحمان، محرم رموزِ سبحان، معین الشریعت، قطب الدین والملۃ
صدر الاحرار، فخر الابرار، نظام الاسلام، مخدوم الانام، عنقائے قاف قربت وفنا، شہباز
جو محبوبیت و بقا، محی دوائر ناسوت، عارف معارف ملکوت، واقف مواقف جبروت
کاشفِ مکاشفِ لاہوت، گوہر درجِ تفرید، اختر برجِ تجرید، مصدرِ صدق وصفا، مجمع
حلم وحیا، بحر مواجِ حقائق، قمر گردوں وقائق، مخزنِ اسرارِ سبحانی، مطلع انوار مدانی، کوثر
فیوضِ الٰہی، سلسبیل الطافِ لامتناہی، الناطق بالحق والصواب، الجامع السنۃ والکتاب
کاملِ الحیاء الایمان، ماحی الکفر الطغیان، کعبۃ الاصفیا، قبلہ الاتقیا، کنزم الکرم، خان
النعم، کریم الشیم، شریف الھمم، عین الاعیان، راحۃ الجنان، مطعم جیعان، مکسی
عریان، ساقی عطشان برآرندہ از خدلان، شفیق غرباء، رفیق فقراء، سریع الحمائیۃ
وسیع الدرائیۃ، محبوبِ الرسول مقبول، سیف اللہ المسلول، خرد الاخراد، فخر الامجاد، نور
الابصار، بصیرۃ الاخیار، نجات العلیل، حیات الغلیل، ملجاء مسکینان، ماوائے
شکستگان، شفاء مریضان، دواء جریحان، شجرہ ہدائے گم گشتگان، گرہ کشائے
غمزوائے غمگینان، کامروائے محتاجان، مصباح محافل فرشیاں، شمع مجالس عرشیاں،
مفتاح درہائے بستہ مومیائی، اعضائے شکستہ شب چراغ، مہجوران نیر نہار محزونان،

دلیل المتجرین، انیس المتفکرین، علم الہدائی، نجم التقی، حجۃ اللہ، ایۃ رسول اللہ، خلیل
جلیل ہادی سبیل موسوی، فطرت عیسوی، خصلت یوسفِ مصر، ملاحتِ عزیز شہر لطافت،
یعقوب بلدۂ شوق، نوح قریہ ذوق، روح داؤد اللسان، ہارون البیان، سکندر منقبت،
سلیمان حشمت، سروقامت ادریس، استقامت اسماعیل، الاستعداد، راحتہ الفواد،
خضر یقیناً، یحیٰ جینا، المتخلق با خلاق اللہ، المتصف باوصاف اللہ، غوث البالغین، شمس
السالکین، سلطان التارکین، برہان الواصلین، وارث الانبیاء ومرسلین، محبّ حضرت
خاتم النبین، زبدۃ خلفا جناب المقربین، سجادہ ارا حضرت خیر التابعین، شیخ العالمین۔
امیر الکاملین حضرت خواجہ محکم الدین، مشہور بہ حضرت میاں سیرانی بادشاہ، فی
سموات السبع والارضین رضوان اللہ علیہ وعلی جمیع اسلافہ واخلافہ اجمعین۔

اولاد!

آپ کو دوران چلہ باری تعالیٰ سے اور آپ کے مرشد سے قُلْ سِیْرُ فِی
الْاَرْضِ ط کر کے دینِ اسلام کے فروغ کا حکم ملا تھا۔ اس لیے آپ نے پوری
زندگی سفر میں بسر کر دی۔ آپ ایک سے زیادہ مرتبہ کہیں بھی قیام نہ فرما سکتے تھے۔
اس دینی فریضہ کی ادائیگی کے سبب آپ نے شادی نہیں کی کیونکہ سفر میں رہنے کی
وجہ سے آپ حقوق العباد (خانگی ذمہ داریوں) سے عہدہ برانہ ہو سکتے تھے اس وجہ
سے آپ نے شادی نہ کی۔

آپ کے مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میری
اولاد تمہارے نام سے پہچانی جائے گی۔ آپ کی دعا کی برکت سے آج تک
سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق کی اولاد کو صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ

والے کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے مرشد سے عرض کی حضرت میں اس ڈر سے شادی نہیں کرتا کہ کہیں میری اولاد آپ کی اولاد سے نافرمانی نہ کر بیٹھے۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حافظ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں ہے اور آپ دوران چلہ شہید ہوئے تھے کہ چھوٹے بیٹے سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ جو آپ کے جانشین (خلیفہ اوّل) ہوئے۔

حضرت کو سلطان احمد دین سے بہت محبت تھی اور آپ کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آج تک موجود ہے اور خانقاہ شریف میں حضرت کی درگاہ کی خادم ہے۔

سلسلہ!

آپ کے مرشد سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روحانی فیض یافتہ تھے اور آپ کو بھی دوران چلہ باری تعالیٰ سے قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ط کا حکم ہوا تھا اور از چلہ حضرت خضر علیہ السلام نے تشریف لا کر آپ کو مشرف فرمایا اور ہدایات تلقین فرمائی۔

اس لیے آپ کا سلسلہ اویسیہ ہے کیونکہ صوفیاء کے نزدیک سلسلہ اویسیہ کے معنی بارگاہ الٰہی، آقا نامدار ﷺ، خضر علیہ السلام یا کسی بھی برگزیدہ ہستی سے روحانی طور پر براہِ راست مستفیض ہونے کا نام اویسی ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے اسلام کی نہ دعوت دی نہ ہی آپ کو تبلیغ کی گئی بلکہ جب آپ کو حضور علیہ صلی اللہ کے دین اسلام کا علم ہوا تو آپ کا دل اسلام کی لو سے منور ہو گیا۔ آپ نے اسلام کو سچا دین اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ کو نبی آخر زماں تسلیم کر کے کلمہ شریف پڑھا۔ گویا آپ کے دل کو اللہ تبارک تعالیٰ نے خود منور فرمایا۔ اس طرح سلسلہ اویسیہ کی بنیاد پڑی۔

غوث الاعظم پیرانِ پیر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ نے خواب میں مجھے واعظ کا حکم فرمایا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ اس لیے صوفیا حضرات غوث الاعظم کو بھی سلسلہ اویسیہ سے فیض یافتہ سمجھتے ہیں۔

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے شہباز لامکانی محبوب سبحانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بلاواسطہ فیض حاصل ہوا ہے اس لیے فقیر کا سلسلہ قادری اویسی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص جو کسی بزرگ کا مرید تھا اور اس کا مرشد انتقال کر گیا تھا۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور آپ سے قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انکار فرمایا جب وہ شخص روانہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے واپس بلاؤ صاحب قصیدہ (حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے رخصت دینے کا حکم دیا ہے۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث الاعظم سے بہت عقیدت اور محبت تھی اس لیے آپ ان کی تقلید میں اکثر قادری کلہ ٹوپی اوڑھتے

تھے۔ آپ نے خود کو اپنے عمل، قول اور جذب مستی کے لحاظ سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غوث الاعظم سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر دونوں بزرگوں کے کمالات اور مراتب کا نمونہ بنایا ہوا تھا۔

درس وتدریس!

حضرت نے اپنی تمام زندگی سفر میں بسر فرمائی اس لیے آپ نے باقاعدہ درسگاہ قائم تو نہیں کی البتہ آپ کے علم سے بہت سے لوگوں نے استفادہ حاصل کیا۔

علامہ حکیم غلام مرتضیٰ علم ہیت میں علامہ تھے آپ کہتے ہیں کہ شرح چغمینی کے اسباق مجھ سے حل نہ ہو سکے تو میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا عبارت پڑھیئے جب میں نے عبارت پڑھی تو آپ نے بیان فیض ترجمان سے آسان الفاظ کے ساتھ حل فرمایا۔ جو سائل اور دوسرے اشخاص نے باخوبی سمجھ لیا اور اس طرح میں اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔

مولانا محمد ساکن کوٹ مٹھن شریف بہاول پور میں حافظ محمد فاضل صاحب کے درس میں پڑھتے تھے۔ آپ ''شرع عقائد'' کے مشکل اسباق آپ سے پڑھنے اور سمجھنے آتے تھے۔

علمی مقام!

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ روحانی اعتبار سے بلند درجے پر فائز ہونے کے علاوہ آپ کا علمی مقام بھی بہت ارفع واعلیٰ تھا۔ آپ کی خدمت میں بڑے عالم فاضل مشکل مسائل اور علمی نکات آپ سے سمجھنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ جب علمی نکات بیان کرنے پر آتے

تو ایسا معلوم ہوتا ایک بحر ناپیدا کنار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

آپ نے ''تلقین لدنی'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی جس کے مطالعہ سے حضرت کی عالمانہ کہ آفرینی اور تصوف پر آپ کی نظر عمیق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی تشریح فرمائی ہے۔

آپ کی ساری کتاب ایسے اسرار ورموز سے بھری ہوئی ہے کہ جو حضرات طریقت کے راستے پر گامزن ہیں ان کے لیے اس تصنیف کی حیثیت ایک شمع ہدایت کی ہے۔ آپ کی تصنیف آج سے تقریباً ایک سو سال قبل ابوالعلائی پریس آگرہ (ہندوستان) میں شائع ہوئی لیکن اب یہ کتاب ناپید ہے۔ یہاں آپ کی کتاب کے اقتباسات قارئین کے لیے اصل صورت میں اور قارئین کے سمجھنے کے لیے اُردو میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"الحمدللہ علٰی صانع القدرت و تحیات علٰی رافع العزت و الثناء علٰی مبین الکثرت والاستعانت علٰی صاحب الصنعت والعبودیت علٰی صانع الحکمة والحضوریت علٰی کاشف النعت والصلوة علٰی محب الواحدنیت والاعتقاد علٰی صاحب الوسیلة."

والرحمة علٰی ھادی العصمت والسکون علٰی صاحب العظمة والطوبیٰ علٰی صاحب الصلاحیة والکبریا بعد ھذا قول لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ بعد اقوال رموزات احسن الاسرار سی ھذا

لرسالہ رموزات آغاز برچهار منزل شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت. شریعت بمعنی تقویٰ شروع کردن۔ یعنی رجوع بسوئے حق سبحانہ تعالیٰ نمودن چنانچہ حضرت محمد ﷺ فرمودہ اندبرآں راسخ بودن و سرموئ تفادت و تجاوز ناکردن فرمودۂ آں سرور پنج چیز است:

اوّل کلمہ طیبہ گفتن، دوئم نماز پنج وقت گزاردن، سیوم روزہ درشتن، چهارم زکوٰۃ مال دادن، پنجم بہ حج دفتن۔ برایں شاهد است نبّی الاسلام علی خمسة الاشیاء چوں ایں پنج بجا آورد باید کہ هتیش و حقیقتش مقید و محرم و واقف باشد آنزماں مسلماں گردو ماهتش بیان کردہ باشد۔"

"رموز اوّل کلمہ گفتن یعنی لااله الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اگر طالب صادق باشد بگفتن لااله الا اللّٰہ مقصودش دریا بدچناں دریا بدکہ دُریا بدکہ ید نہ بدبیت"

عجب بد بودن معبود نابود عجب شد مظہر ماهست وهم نیست۔ ازیں جا است کہ حضرت شمس الدین تبریز رحمة اللّٰہ علیہ فرمودہ اند:

فنا اندر فنا بینی فناهست

بقا اندر بقا بینی بقاهست

چوں سالک تا ایں جا سیر کند یعنی دریں مقام رسد قولہ تعالیٰ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی دیرا کشف شود داز فنا بمقام بقا آید۔

"رموز دوئم در نماز گزاردن فرض عین است و گذاردن بادل و جان عین فرض است باید کہ اگر نماز برھا بگذارد اسلام عین است و گزاردن ہم بادل و جان فرض عین است و اگر نمازبرھا بگزارد اسلام عین است و اگر باریا بگزارد کفرعین است و گزاردنش فرض عین است باید کہ نماز برھابگذارد چناں بگذارد۔"

ازیں جا است کہ حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود حدیث من اراد العبادۃ بعدہ الوصول فقد اشرك بااللہ ہر کہ ایں چنیں نماز ادا کند قولہ تعالیٰ و اعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین ویرا کشف شود آں زماں مصلی مسلم گردو ونمازش قبول افتد چوں قبولش افتداضا فتش افتاد چوں اضافتش افتاد ماھیت معین عبدو رب یافت بہ تمثیل برف و آب درآں وقت رفت سالک سیراب گشت ازیں جا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ چوں سالک دریں مقام رسد شراب لذت و حدیث چشید

آں زماں معنی اللّٰہ لاالہ اللّٰہ هووی را کشف گشت۔

"رموز سویم در روزہ داشتن معلوم شد کہ روزہ

بمعنی راز است نہ کہ دهن بستن راز است۔"

ازیں جا است کہ گفت صوموا ابرویتہ۔ افطروا

بریتہ بدانکر روزہ داشتن فرض عین است یعنی واشتن

خود عین است آرے آرے همیں طور است آمنا و صدقنا

هر کہ خود را داشت عنیش یافت آنزماں بعین خود دید

کہ عین بعین۔

ازیں جا است کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

فرمودہ اند کہ من ارانی رامی الحق بزبان حال گفت ببیت۔

کہ چوں او عین من من عین اویم

اناالحق چوں نگویم چوں نگویم

ازیں جاست کہ حضرت خاتم النبین ﷺ فرمودہ

رایت ربی بربی چوں سالک دریں مقام رسید معنی اللّٰہ

نور السمٰوت والارض دیرا کشف گشت۔

"رموز چهارم در زکوٰۃ دادن برانکہ زکوٰۃ دادن

فرض است یعنی دادن خود فرض است یعنی خود فرض

است قولہ تعالیٰ ان اللّٰہ مع المتقین آرے همیں طور است

هر کہ خود را داد خدرا یافت"

ازیں جا است کہ گفت نایافتن خود یافتن اوست ونادیدن خود دیدن اوست تاآنکہ بسالک خود را از خودی برندار وخدارا برندارد اگرچہ زاھد ھچوں پریاں و دنیا دار چوں قارون باشد۔

ازیں جا است کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ اشارت فرموداند کہ حدیث حب الوطن من الایمان حب الادنیا راس کل خطیتہ و ترک الدنیا راس کل عبادۃ۔

چوں سالک تا اینجا سیر کند آر کلی تفرقہ خود را سیر کندآں زمان انما الھکم الہ واحد لاالہ الا ھوالرحمٰن الرحیم دیرا کشف شود۔

"رموز پنجم حج رفتن فرض است یعنی خود رفتن فرض است آرے ھمیں طور است دور رفتن خود خدائیست دور رفتن بے خود جدائیست کہ جدائی خود نمائی است و آنجا کہ خودنمائی است خدائی است آنجا کہ خدائی است بے نمائی است آنجا کے بے نمائی است خدائی است ایں برائے ایں نازل شدہ است قولہ تعالیٰ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واصل سبیلا پس کارے بکند کہ یارے نکند آنزماں حج رفتن راست آید و مقصودش راست چوں سالک۔ تا اینجا سیر کندآں وقت

اینما تولو افثم وجه اللّٰہ کشف گردد۔“

کتاب کے آغاز میں جو اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں اور جنہیں احسن الاسرار سے تعبیر کیا گیا ہے وہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سے تعلق رکھتے ہیں۔ شریعت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

”شریعت سے مراد تقویٰ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ سے اس طرح رجوع کرنا جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس سے سرمو تجاوز نہ کرنا اور اس پر جم جانا ہے۔“

پھر احکام شرع کی تشریح ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان، کلمہ طیبہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا ہے۔

کلمہ طیبہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ

”اگر کسی کو طلب صادق ہے تو اسے چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ کے حقیقی معنی کو سمجھے کیونکہ یہ ایک ایسا گوہر مقصود ہے جسے حاصل کر کے طالب پر مقام فنا و بقاء کے راز منکشف ہو جاتے ہیں۔“

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

عجب بد بودن معبود نابود

عجب شد مظہر ماہست دہم نیست

یعنی یہ عجیب بات ہے کہ معبود ہے بھی اور نہیں بھی اور یہ کیا خوب ہے کہ ہمارا محبوب موجود بھی ہے اور نابود بھی۔

حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس شعر میں یہی حقیقت

بیان کی ہے:

فنا اندر فنا بینی فنا ہست

بقا اندر بقا بینی بقا ہست

جس کے معنی یہ ہیں کہ فنا الفنا کا جو مقام ہے وہ حقیقی فنا ہے اور بقا البقا حقیقی بقا ہے۔

سلوک کی یہی راہیں طے کر کے سالک کو فنائے وحدت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو حقیقت محمدیہ ﷺ میں گم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد مقام احدیت ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک خود کو ذات لاتعین میں فنا کر دیتا ہے اور پھر اسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کا وجود کہاں ہے؟ اسی کو فنا الفنا کہتے ہیں اور یہ مقام فنافی اللہ سے بلند ہے۔

بقا باللہ اور بقا البقا کی بھی یہی صورت ہے جب سالک فنا فی اللہ کے استغراق سے نکل کر عالم ہوش میں آتا ہے تو نماز روزہ کی پابندی کرتا ہے۔ خلق کی ہدایت کا فریضہ ادا کرتا ہے اور دوسرے امور حیات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی مقام بقا باللہ ہے۔ اس میں استحکام اور پختگی پیدا ہو جائے تو سالک بقا البقا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو سلوک کا نہایت ارفع درجہ ہے۔

کلمہ طیبہ کے بعد نماز کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

''نماز وہ ہے جو دل و جان سے ادا کی جائے۔ نمازی اپنی ہستی کو ذات حق میں محو کر دے اور غیر حق سے بے نیاز ہو جائے۔

جو نماز اس صورت کے علاوہ ادا کی جاتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ دکھاوے کی

ہوتی ہے اور اس میں عبد و معبود کا تعلق دوئی کا رہتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ من اور تو کا امتیاز ختم ہو جائے اور نمازی ذات حق میں یوں گم ہو جائے جیسے قطرہ کا وجود دریا میں مل کر باقی نہیں رہتا۔"

روزہ کے فلسفہ پر یوں روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"روزہ کا مطلب رازداری ہے۔ صرف کھانے پینے سے منہ بند کرنا روزہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اولیاء کرام نے فرمایا ہے:

صوموا برویتہٖ و افطروا برویتہٖ

"یعنی دیدارِ حق تعالیٰ سے سحری کرو (روزہ رکھو) اور دیدارِ حق تعالیٰ سے روزہ کھولو۔"

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"معلوم ہونا چاہیئے کہ روزہ فرض عین ہے یعنی عین بن جاتا ہے اور دوئی کو مٹا دینا۔ جو اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے وہ عین بن جاتا ہے اور خود کو خود سے دیکھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے:

من رانی رای الحق

یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

چنانچہ یہ شعر حسب حال ہے:

چوں او عینِ من۔ من عین اویم
اناالحق چوں نگویم۔ چوں نگویم

ترجمہ: جب وہ میرا عین ہے اور میں اس کا عین ہوں تو اناالحق کیوں نہ کہوں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

رایت ربی بربی

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو رب سے دیکھا۔

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو **اللہ نور السموات والارض** کا راز اس پر کھل جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے متعلق آپ بیان فرماتے ہیں:

''زکوٰۃ کا مصدر بھی تزکیہ نفس ہے۔ یعنی غیر کی غلاظت سے خود کو پاک کرنا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ مع المتقین

ترجمہ: اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

حقیقتاً معیت حق اس کو حاصل ہوتی ہے جو ہر چیز سے یہاں تک کہ اپنے وجود سے بھی خود کو پاک کر لے۔

بالفاظ دیگر یوں سمجھو کہ جس نے اپنے آپ کو دے دیا اس نے خدا کو پالیا۔

''ہر کہ خودرا داد و خدارا یافت''

کسی بزرگ کا قول ہے:

ما یافتن خود یافتن خدا است

و نا دیدن خود دیدنِ خدا است

ترجمہ: اپنے آپ کو گم کر دینا خدا کو پالینا ہے اور خدا کو نہ دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

جب تک سالک اپنے آپ کو نہ مٹائے گا خدا کو نہیں پا سکے گا۔ خواہ وہ اتنا

زہد اختیار کرے فرشتہ صفت بن جائے یا اتنی دولت جمع کر لے قارون بن جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حب الوطنی من الایمان"

ترجمہ: وطن کی محبت ایمان ہے۔

چونکہ انسان کا وطن عالم قدس یعنی ذات باری تعالیٰ ہے اس لیے جب تک وہ مقام ذات پر نہیں لوٹے گا ایمان والا نہیں ہوگا۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

"حب الدنیا راس خطیته و ترک الدنیا راس کل عبادة"

ترجمہ: دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور دنیا کو ترک کرنا تمام عبادتوں کی بنیاد ہے۔

جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو تفرقہ مٹ جاتا ہے اور اس پر یہ آیت:

انما الھکم الہ واحدة لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم

کے معنی منکشف ہو جاتے ہیں۔

یعنی تمہارا وہی تنہا معبود ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ تنہا کا مطلب یہ ہے کہ وہی موجود ہے اس کے سوا کوئی وجود نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہے مگر اس کے ساتھ دیگر موجودات بھی نہیں جو نفی ہے۔ وحدت وجود کی۔

حج کے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ:

"حج پر جانا فرض ہے اور فرض خود ادا کرنا چاہیئے نیز اس میں اتنی محویت ہو کہ ذات حق کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ اگر ایسا نہیں تو مطلوب حقیقی حاصل نہیں ہوگا اور حج کا کچھ فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔"

اس مسئلے کی وضاحت بھی حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفیانہ انداز میں ہمہ از اوست کے نظریہ کو سامنے رکھ کر کی ہے۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ طریقت کے متعلق یوں اظہار فرماتے ہیں:

''اصطلاح میں طریقت مجاہدہ نفس کو کہتے ہیں یعنی نفس کا ذات حق میں گم کر دینا۔ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر آیۃ کریمہ کے یہ معنی منکشف ہو جاتے ہیں جو لوگ ہمارے اندر سیر کرتے ہیں ہم ان کو مزید ترقی کے مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔''

''طریقت تقویٰ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی خود کو اپنے آپ سے پاک کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے اندر مبتلا ہے نہ کہ آسمان یا زمین میں۔ رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ: انسان کا قلب بیت اللہ ہے۔ جب اپنے آپ کو پہچان لیا تو سب کو پہچان لیا۔''

یہیں آ کر سالک حدیث کنت کنزاً............... کا مطلب سمجھتا ہے۔ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے دنیا کو پیدا کیا۔

حقیقت کے بیان میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:

''حقیقت سے مراد تقویٰ یعنی حق ہو جانا۔ افنا فتوں کا مٹا دینا۔ محبت اور تمنا سے گزر جانا۔ الفقر لایحتاج الی اللہ کے یہی معنی ہیں۔''

جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس پر قل ھو اللہ احد کے معنی روشن ہو جاتے ہیں۔

معرفت کا بیان یوں تحریر فرماتے ہیں:

''اسم معرفت اسم ظرف ہے۔ جس کے معنی میں شناخت کی جگہ مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ ذات پاک واحد کو پانا اور کائنات کے رنگ برنگ اور نوع بہ نوع مظاہر میں ایک ذاتِ حق کے ساتھ خود کو وابستہ رکھنا۔ اگر ان مظاہر میں ناپاک اور دہشت ناک صورتوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے لیکن احدیت پر جم جانا چاہیئے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو **الحمدللہ رب العالمین مالک یوم الدین** کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔''

شریعت، حقیقت اور طریقت کے اسرار پر سے پردہ اٹھانے کے بعد عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم لاہوت کا بیان ہے اور اس کے رموز سے بحث کی ہے۔

بہشت اور دوزخ کے ذکر میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:

''بہشت یگانگت کا دوسرا نام ہے یہاں دیکھنا، سننا اور جاننا ایک ہی ذات کا ہے۔''

چنانچہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لیس فی جنتی سوی اللہ

ترجمہ: جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔

خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لیس فی الجنت حوراً ولاقصوراً ولا لبن ولا عسل ضاحکاً

ترجمہ: جنت میں سوائے ذات حق کی تجلیات کے نہ حور وقصور ہیں نہ دودھ اور شہد ہے۔

جو شخص اپنے غور وفکر کو اس نکتے پر مرکوز کر دے اور غیر حق سے اپنا تعلق یہاں تک منقطع کر دے تو یہ دنیا بھی اس کے لیے جنت بن جائے گی۔ غرض جب سالک اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو ایک دائمی لذت سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس آیت کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے:

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت لھم جنت تجری من تحتھا الا انھارو ذالک الفوز الکبیرۃ ۔

ترجمہ: وہ جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے بہشت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ بہت بڑا انعام ہے۔

اسی طرح دوزخ جسے کہتے ہیں وہ دراصل مقام بیگانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انی بری مماتشر کون

ترجمہ: میں شرک کرنے والوں سے بیزار ہوں۔

یعنی جو شرک کرتا ہے وہ دوزخی ہے۔ اور ظاہر ہے جس کا مقام دنیا میں دوزخ ہے اس کا آخرت میں کیا حال ہوگا؟ یقیناً آتش سیاہ میں وہ جلتا رہے گا جو بیگانگی کے مقام کے لیے مخصوص ہے۔ آتش دوزخ کو اس وجہ سے سیاہ کہا گیا ہے کہ اس میں ہجر مستقل ہے۔ گویا دوزخ ہجر اور فراق سے عبارت ہے تو جنت یگانگت اور وصل سے موسوم ہے۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں جو ان کو روشنی سے

تاریکی میں لے جاتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے:

کردہ خویش برخویش است

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

اب تو اس آیت کریمہ کے معنی سمجھ میں آ گئے ہوں گے۔

لاتقلوا بایدیکم الی التھلکہ

ترجمہ: اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں ڈالو۔

حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت کی بھی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قیامت کے اصطلاحی معنی کھڑے ہونے یا قائم ہونے کے ہیں۔ جس کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ اول یہ کہ جو سانس آتا ہے اور قائم ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوم وہ ساعت جس میں قلب زندہ ہوتا ہے۔

۳۔ سوم دن کا نکلنا اور قائم ہو جانا۔

۴۔ چہارم جملہ اوقات جب آدمی خود سے گزر کر اللہ تعالیٰ سے مل جاتا ہے اور پھر واپس نہیں آتا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

من مات فقد قام قیامۃ

ترجمہ: جو مر گیا اس کے لیے قیامت آ گئی۔

جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس پر

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام

ترجمہ: ہر چیز فانی ہے اور باقی رہنے والی صرف ذات حق ہے۔

قیامت کے لغوی معنی قائم ہونے کے ہیں۔ اور یہ اس وقت سے قائم ہے جب اللہ تعالیٰ کا ظہور ہوا اور حق تعالیٰ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

دین اور دنیا کے رموز یوں آشکارا فرماتے ہیں:

"دنیا دوں سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گھٹیا۔ پس معلوم ہوا دنیا گھٹیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قول ہے:

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب

ترجمہ: دنیا مردار جانور ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔

اس کے معنی سمجھ آ جائیں تو

انما الدنیا لعب و لھو

ترجمہ: دنیا کھیل تماشہ ہے۔

کہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔ لہذا طالب کو چاہیئے کہ وہ دنیا سے اس طرح صرف نظر کرے کہ الصوفی ھو اللہ

(صوفی اللہ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے) کا مصداق بن جائے۔

دین کے متعلق آپ کا ارشاد ہے:

"دین سے مراد دین (دنیا) ہے اور دین کا مطلب عین ہے یعنی خود کو اس طرح فنا کر دے کہ وہ عین حق بن جائے۔"

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

طالب الدنیا مؤنث و طالب العقبیٰ مذکر

ترجمہ: دنیا کا طالب مؤنث اور عقبیٰ کا طالب مذکر ہے۔

اس لیے کوئی طالب مولا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ خود کو ذات حق میں اس طرح گم کر دے کہ عین حق ہو جائے۔ جب عین حق ہو گا تو الا کما کان (ذات حق کے سوا کوئی ہستی نہیں) کہ حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

ذکر و فکر کے رموز بھی ملاحظہ ہوں:

ذکر کے معنی یاد کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاذکرونی اذکرکم

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں۔

اس یاد کے دو طریقے ہیں ایک معنوی اور دوسرا لفظی۔ جو لفظی ذکر کرتا ہے وہ اس کی حقیقت سے ناآشنا رہتا ہے۔ معنوی ذکر حقیقی ذکر ہے جس سے خود اللہ ذکر کرنے والے کا ذکر کرتا ہے جیسا کہا گیا ہے:

لو کان ربک للمذکر مذکور فھو مذکوراً

ترجمہ: جب کوئی اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یاد کرنا دراصل یاد کیا جانا ہے۔ جس طرح دستار درکردن (پگڑی باندھنا) اور دستار در گردن (پگڑی گردن میں ڈال کر بندہ بن جانا) میں فرق ہے۔ یہی لفظی اور معنوی ذکر میں فرق ہے۔

فکر کے معنی یافتن یا دریافتن ہے یعنی حاصل کرنا۔ ہم اسے دُریافتن سے

تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی دریا سے موتی نکالنا۔ یہ موتی گوہر وجود ہے۔ جسے سالک دریائے موجودات میں غوطہ لگا کر نکالتا ہے۔

عجب دریائے کہ دَر دُز است پنہاں
عجب دُرے کہ بے دریا بنا شد

اگر تو مئی شوی واقف ز دریا
کہ دریا در محبت در بدریا

پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ یہ دریا عجیب ہے جو موتی کے اندر چھپا ہوا ہے۔ واضع ہو کہ دریا سے مراد کائنات ہے جسے عالم صغیر بھی کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کامل ذات حق میں فنا ہوتا ہے اور ذات کائنات پر محیط ہے اس لیے در یعنی انسان میں دریا یعنی خالق کائنات سمایا ہوا ہے۔ دوسرے شعر کے معنی یہ ہیں کہ اگر تو دریا کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے یعنی حقیقت اشیائے عالم کو تو سمجھ لے تو پھر تجھے معلوم ہوگا کہ موتی دریا کے اندر اور دریا موتی کے اندر ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے:

الانسان سری و انا سرہ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

جب سالک اس منزل پر پہنچتا ہے تو اتخذو الہین کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو معبودوں کو پکڑو۔ دو معبودوں سے مراد ایک اللہ تعالیٰ اور دوسرا انسان کامل جو ذات حق میں مل کر عین حق ہو جاتا ہے۔

حضرت کی تصنیف اسرار و رموز سے بھری ہوئی ہے۔ آپ کی تصنیف کے مطالعہ سے حضرت کا علمی مقام معلوم ہو جاتا ہے۔

فرمودات!

سلطان التارکین حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف اوقات اور مجالس میں سوالات کئے جاتے تو آپ ان کے جواب میں جو ارشاد فرماتے ان کو یہاں تحریر کیا جا رہا ہے:

ایک مرتبہ کسی نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کو یہ مدارج کس طرح حاصل ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ایک سال سخت قحط پڑا۔ ایک کتے کو بھوک سے مرتے ہوئے دیکھا ایک شخص سے روٹیاں طلب کیں اس نے روٹی کے عوض سات حج کا ثواب طلب کیا۔ میں نے سات حجوں کا ثواب اس شخص کو دے کر سات روٹیاں لے لیں اور وہ سب روٹیاں کتے کو کھلا دیں۔ روٹی کھانے کے بعد کتے نے آسمان کی طرف دیکھا۔

میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی خاص نوازشوں سے نوازا۔

آپ نے فرمایا عقل ہیولیٰ کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ کامل یہ انبیا اور اولیاء علی نبینا علیہ السلام کے لیے۔

۲۔ ناقص عام اہل اسلام کے لیے

۳۔ ناقص ترین یہ کفار و فجار کے لیے ہے۔

ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ سے آتشک کی بیماری کا ذکر کیا تو آپ

نے فرمایا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایک خاص تعداد میں پڑھ کر بدن پر دم کیا کرو۔ اس نے کہا حضرت میں مسلمان ہوں کلمہ تو روز پڑھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کلمہ طیبہ ایک مرتبہ پڑھنے سے ساٹھ سالہ کافر دوزخ کی آگ سے بچ جاتا ہے۔ بیماری تو دنیاوی معمولی آگ ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا دوئی اس وقت دور ہوتی ہے جب عشق الٰہی کی آگ سینے میں روشن ہو۔ مریدوں میں تاثیر کا پیدا ہو جانا پیر کامل کے کمالات پر تو موقوف ہے لیکن دائرہ ولایت کی انتہا نہیں۔

سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ باقاعدگی کے ساتھ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شرکت فرماتے۔

بابا صاحب کے آستانہ پر بہشتی دروازے کے متعلق ایک شخص نے دریافت کیا کہ کہا جاتا ہے کہ جو اس دروازے سے گزر جائے وہ بہشتی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس ٹبہ کے پاس سے جو گزر جائے وہ بہشتی ہے۔ واضح ہو کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ایک ٹبہ (ٹیلے) پر ہے۔

ایک مرتبہ ایک مرید نے حضرت سے کمال تمنا کے لیے وظیفہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: فقیر اٹکلیں نہیں جانتا۔ اٹکلیں اور وظیفہ کسی اور بزرگ سے پوچھو۔ فقیر تو تکا چلانا جانتا ہے تکا چلایا اور پار پہنچا دیا۔

ایک مرتبہ مولوی محمد عابد صاحب امام مسجد نے اپنے طلباء کو سکھلا کر حضرت کی خدمت میں بھیجا تا کہ حضرت سے کوئی وظیفہ پوچھیں۔ طالب علموں نے

حاضر خدمت ہو کر وظیفہ دریافت کیا تو حضرت نے جواب دیا پہاڑ کو پہاڑ اٹھا سکتا ہے تم ابھی بچے ہو تم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

ایک مرتبہ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے حالت جذب میں دریافت فرمانے لگے کہ رسول کس کو کہتے ہیں؟ پھر اسی حالت میں فرمانے لگے رسول وہ ہے جو کہ جناب باری عزاسمہ میں کوئی عرض کرے اور وہ قبول ہو۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ نے فرمایا فقر کہنے کی بات نہیں یہ حال سے تعلق رکھتا ہے۔ قال تو قال ہی ہے۔

حضرت مولانا رومی قدسہ نے فرمایا ہے:

قال را بگذر بندہ حال شو

ایک مرتبہ ایک محفل میں حضور سرور کونین ﷺ کی حدیث شریف:

لی مع اللہ وقت لا یسفی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل

پڑھ کر فرمایا وقت دائم ہے اس میں ایک لمحہ بھی انقطاع نہیں۔

حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ فقیر ایسے ہے جیسے پتھر میں میخ یعنی وہ اپنے عزائم پر پختہ اور مضبوط ہوتا ہے وہ مٹی میں میخ جیسا نہیں کہ ذرا سی حرکت سے باہر آ جائے۔ آپ نے دنیا کے متعلق فرمایا:

اگر دنیا بنا شد درد مندم
وگر باشد بمہرش پائے بندم

ہڑند (ڈیرہ غازی خان) پہاڑ کے درہ میں بعض مزارات ہیں جنہیں لوگ صحابہ کرام اجمعین کے مزارات سمجھتے ہیں۔ کسی نے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ

اللہ علیہ سے ان کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''خدا کے دوست سب اصحاب ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک کھلے میدان میں تشریف فرما تھے۔ پرندے آپ کے آس پاس اڑ رہے تھے لیکن آپ کے بالمقابل اور سر پر نہیں آتے تھے بلکہ سمجھداروں کی طرح آپ کے نزدیک آ کر دوسری طرف لوٹ جاتے تھے۔ لوگوں نے سمجھا شاید پرندوں کو آپ کی ذات کا ادب ہے۔ آپ نے لوگوں کے خیالات کو نورِ معرفت سے جان لیا اور فرمایا کہ ہوا میں بھی راستے ہیں۔ جو پرندہ راستہ بدل کر اڑتا ہے اس کے پر جل جاتے ہیں۔ اس لیے یہ پرندے احتیاط کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''دور سابق میں ولایت کے فیوض و برکات کے چار دروازے خلقِ خدا اولیاء اور فقرا کے لیے کھلے ہوئے تھے لیکن اب صرف دو رہ گئے ہیں۔ جب اولیاء و فقرا نہیں رہیں گے یہ بھی بند ہو جائیں گے۔''

سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بعض مریدین نے کنایۃً تزویج پر تجرید کو ترجیح دی تو آپ نے فرمایا کہ بعض اولیاء کاملین ایسے گزرے ہیں جنہیں بدن کے نچلے حصے سے خبر تک نہ تھی کسی نے کہہ دیا آپ کو بھی یہی مرتبہ حاصل ہے۔ آپ نے اس سوال پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ بعض اولیاء اللہ بغیر پروں کے اڑتے ہیں۔ ایسا کیسے ہے؟

آپ نے آسان الفاظ میں یوں سمجھایا کہ ایک من پتھر کو تفک کا تھوڑا

دارو بلکہ ذرہ آگ کا ایک ہزار من دارو کو ایک لمحہ میں اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح جب عشق الٰہی کا ٹکڑا فقیر کے دل میں چسپاں ہوتا ہے تو وہ اس کو بلا مشقت اڑا دیتا ہے۔

ایک دفعہ پاک پتن شریف میں عرس کے موقع پر قلندر فقیروں کو وجد کی حالت میں دھمال کھیلتا ہوا دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ نقل میں یہ جوش ہے تو اصل میں کیا ہوگا؟

ایک دفعہ حضرت روہڑی (سندھ) تشریف لے گئے میر بحر تالپور بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے دیکھا ہندو ایک دوسرے پر راکھ ڈال رہے ہیں یہ زمانہ ہولی کا تھا۔ آپ نے برجستہ یہ شعر پڑھا:

محمد عربی کا آبروئے ہر دوسراست
کسیکہ خاک درش نیست خاک برسرادست

اشاعتِ اسلام!

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ پر دوران چلہ باری تعالیٰ سے گھوم پھر کر اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سونپا گیا۔ دوران چلہ **قل سیر فی الارض** کی بار بار جو آواز غائب سے آپ نے سنی۔ سیر سے مراد تفریح نہ تھی اور نہ ہی اس زمانے سفر کرنا آسان تھا۔ آج کی طرح نہ تو دور جدید کی سہولتیں میسر تھیں نہ آسانیاں۔ دور دراز کا سفر پیدل طے کرنا اور جنگلات، بیابان، صحرا اور دریا عبور کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ دوران سفر کئی کئی روز تک خوراک اور پانی بھی میسر نہ آ سکتا تھا۔ راہزن اور خونخوار جانوروں سے محفوظ رہنا مشکل تھا۔ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی سفر میں بسر کر

دی۔ دین محمد ﷺ کے فروغ کے لیے بہت مشکلات اور تکالیف برداشت کیں۔
آپ نے برصغیر ہندو پاک کے دوسرے ممالک میں سفر اختیار کر کے دین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس مشن میں آپ بہت کامیاب رہے۔ آپ کی تبلیغ اور آپ کی کاوشوں سے بے شمار لوگ آپ کے دست حق پر بیعت ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ شہر ماڑ (ریاست ماڑا راجستان ہندوستان) کے ہندو بتوں کو بلند مکانوں پر نمایاں کر کے رکھتے تھے۔ حضرت کا ماڑ کے محلے سے گزر ہوا تو آپ جہاں جہاں سے گزرتے بت اونچے اونچے مکانوں سے آپ کے قدموں میں آ گرتے۔ اس کیفیت سے لوگ بہت حیران اور پریشان ہوئے اور کثیر تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ریاست ماڑ کے راجہ نے عوام پر بھاری ٹیکس لگا دیا عوام ٹیکس ادا کرنے سے قاصر تھے۔ وزیر نے بھی راجہ کو سفارش کی کہ عوام اتنا ٹیکس ادا نہیں کر سکتے اس پر راجہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور وزیر کو زبردستی ٹیکس وصول کرنے کا حکم دیا۔ عوام پر سختی کی گئی تو لوگ شہر چھوڑ کر فرار ہونے لگے اور کئی ایک گرفتار کر لیے گئے۔ چند ہندو فرار ہو کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کی نظر حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی۔ ان لوگوں نے حضرت کے آگے زار و قطار رو رو کر اپنا احوال سنایا اور آپ سے امداد چاہی۔ آپ اس وقت پیشاب کر کے فارغ ہوئے تھے اور مٹی کا ڈھیلہ جس سے پیشاب خشک کیا تھا آپ کے ہاتھ میں تھا۔

آپ نے وہ ڈھیلہ زمین پر دے مارا۔ زمین میں سے چھ مربع فٹ کا گڑھا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس سے جس قدر دولت چاہو لے جاؤ اور جا کر ٹیکس

ادا کرو۔ وہ بہت سی دولت لے گئے۔ دوسروں کو بھی احوال سنایا وہ بھی آئے اور روپوں کی جھولیاں بھر کر لے گئے اور ٹیکس ادا کر دیا۔ جب ٹیکس ادا کر دیا گیا تو راجہ نے وزیر کو لکھا کہ تم کہتے تھے کہ لوگ اس قابل نہیں کہ ٹیکس ادا کر سکیں۔ ان پر رحم کیا جائے لیکن دیکھا سختی سے کیسے ٹیکس وصول ہو گیا۔

وزیر نے راجہ کو سارے واقعہ سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ ابھی تک اس گڑھے میں زر کثیر موجود ہے۔ راجہ نے خود آ کر جگہ کا معائنہ کیا اور مسلمان ہو گیا اور بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اس جگہ کو صاف کر کے وہاں زیارت گاہ بنائی جو کافی عرصہ تک محفوظ تھی۔ لیکن معلوم نہیں اب وہ زیارت گاہ موجود ہے یا نہیں۔

سید مسو شاہ بخاری روایت کرتے ہیں کہ میں رنگ پور میں پڑھتا تھا۔ ہمارا استاد کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا ایک فقیر سیاہ کمبل میں ملبوس لوٹا اور مصلٰی ہاتھ میں لیے مسجد میں داخل ہوا اور ہم سے پوچھا کہ میاں نور محمد کہاں ہے؟ ہم نے بتایا کہ وہ کہیں کام کو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ شمال کی طرف گئے جہاں ہندوؤں کی سبیل تھی۔ اس سبیل میں ہندوؤں کے لیے الگ مٹکے تھے اور دوسرے لوگوں کے لیے الگ۔ حضرت نے اس مٹکے سے پانی لیا جو ہندوؤں کے لیے مخصوص تھا۔ اتنے میں ہندو آ گیا اور آپ کو پانی لیتا دیکھ کر چلانے لگا فقیر اس مٹکے سے پانی نہ لینا یہ ہندوؤں کے لیے ہے۔ آپ نے اس کی طرف ایک نظر دیکھا آپ کی نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے بے اختیار کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور وہ آپ کے دست حق پر مسلمان ہو گیا۔

شاہ صاحب بیان کرتے ہیں جب میرے استاد واپس آئے اور میں نے

ان کو یہ سارا واقعہ سنایا تو میرے استاد نے فرمایا: حضرت محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ میرے استاد صاحب مسجد کی طرف چلے گئے اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوران سیاحت حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کوہستان سنگل گڑھ میں رات کا قیام ہوا۔ وہاں ایک جوگی استدراج کر رہا تھا۔ اس نے حضرت سے کرامت دکھانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے فرمایا:

''ہم فقیر لوگ ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے دروازہ کے گداگر ہیں۔ کرامت اور خوراق کا اظہار ہمارا کام نہیں۔ ہاں اگر آپ کوئی تماشہ دکھائیں تو آپ کو اختیار ہے۔''

جوگی اپنے استدراج کے زور پر بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد پھر نمودار ہوا۔ اسی طرح کئی بار متواتر نظر سے غائب ہوتا رہا اور پھر ظاہر ہو جاتا رہا۔ حضرت نے اس کے کمال کی نسبت دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیوں کر حاصل ہوا؟ جوگی نے جواب دیا کہ خلاف نفس سے۔ جو کچھ جی نے چاہا میں نے اس کی پیروی نہ کی اس کے خلاف کیا اور عمر بھر ریاضت کے بعد یہ درجہ حاصل کیا۔

حضرت صاحب نے فرمایا میں مسلمان فقیر ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح مسلمان ہو جاؤ۔ اس امر کے متعلق تمہارا نفس کیا کہتا ہے؟ جوگی چین بچیں ہو گیا اور کہنے لگا میرا نفس اس کو قبول نہیں کرتا۔ اس پر حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جوگی سے فرمایا اپنے اصول کے مطابق جس کی پیروی تم نے عمر بھر کی ہے۔ اب تم کو مسلمان ہو جانا چاہیے کیونکہ بقول تمہارے نفس کے خلاف یہی بات ہے۔

جوگی نے اس استدلال پر توجہ نہ دی اور چاہا کہ حضرت کو اپنا کوئی دوسرا

شعبدہ دکھائے۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ اس کی طاقت شعبہ بازی جاتی رہی ہے اور بہت کوشش کے باوجود کسی طور پر بھی اپنی استدراج کے ذریعہ عمل نہ کر سکا۔ بہت تنگ آ گیا اور اپنی تمام عمر کی محنت اور کمائی کو اس طرح جاتا ہوا دیکھ کر حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور معذرت خواہ ہوا۔

حضرت نے اسلام کے نور سے اپنی پوری توجہ کے ذریعہ اس کے دماغ اور دل کو روشن کر دیا اور نظر کیمیا اثر سے حالت باطنی اور ظاہری اسلام کے ساتھ مرحمت فرمائی۔ حضرت نے جوگی کا نام عبدالاسلام رکھا۔ اس بزرگ نے اسلامی نام حاصل کرنے کے بعد تبلیغ اسلام کا کام کیا اور اس قدر مقبول ہوا کہ اس کو بھی حضرت کے خاص خلفاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ (خزینۃ الاصفیا)

ایک مرتبہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک کنویں پر اپنا پاجامہ دھو رہے تھے کہ کنویں کا نگہبان آ گیا اور آپ سے کہنے لگا یہاں مسلمانو ں کے تصرف کی اجازت نہیں ہے لہٰذا آپ یہاں سے اٹھ جائیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں تو اب پاجامہ دھو کر ہی اٹھوں گا۔ اتنے میں راجہ کا بیٹا جو کہ نہایت مغرور اور بدزبان تھا آ گیا اور حضرت کو اٹھانے کے لیے دونوں ہاتھ بلند کیے ہی تھے کہ حضرت نے اس کی طرف دیکھا لڑکا وجد میں آ گیا اور اس کے منہ سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ اس دوران راجہ بھی وہاں آ گیا یہ صورت دیکھ کر حضرت کی منت سماجت کرنے لگ گیا کہ لڑکے کو ٹھیک کر کے میرے حوالے کر دیں۔

آپ نے فرمایا ابھی تو دوزخ سے آزادی حاصل کر کے بہشت میں آیا

ہے کیا اسے پھر دوزخ میں داخل کردوں۔ یہ لڑکا نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ مسلمانوں اور خاص طور پر حجاج کرام کی بڑی خدمت کرتا تھا۔

ملتان میں سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے تھلہ پر بیٹھے تھے ایک ہندو پتاشوں کا تھال لے کر آیا اور عرض کی دعا فرمائیں مولا پاک مجھ سے راضی ہو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اچھا تیری خواہش ہے کہ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ بار بار اسی کلمہ کو دہرایا یہاں تک کہ اس ہندو پر ایک جذبہ طاری ہو گیا۔ اور زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ اسی دوران نواب مظفر خاں آ گیا اس نے خوش ہو کر نو مسلم کو گھوڑا اور خلعت عطا کی۔ جب وہ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو اسکی ماں، بیوی بچے اور محلّہ کے دوسرے لوگ دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئے۔

جس ہندو کی نگاہ ہندو مذکور پر پڑتی دیکھتے ہی کلمہ طیبہ پڑھنے لگتا۔ آپ نے اس ہندو کا نام مطیع الاسلام تجویز فرمایا۔

اس طرح ہندوؤں کی کثیر تعداد ملتان میں حلقہ اسلام میں داخل ہوئی۔

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر (سورت بندر ہندوستان) سے ہوا۔ اور ایک مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ ملا نے بار بار باآواز بلند کہنا شروع کیا کہ اس زمانہ میں کوئی محمدیؐ صاحب برکت اس زمانہ میں نہیں رہا۔ کل صبح اس ریاست کا راجہ اس مسجد کو گرا کر اپنے گھوڑوں کے اصطبل میں داخل کرے گا تاکہ حویلی مربع ہو جاوے۔

حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی صاحب کو فرمایا کہ محمدی موجود ہیں جاؤ اور فقیر کی طرف سے راجہ کو کہو کہ تمہارا اصطبل مسجد کو گرائے بغیر

درست ہو جائے گا اس لیے مسجد کو نہ گراؤ۔

مولوی صاحب نے عرض کی کہ مجھ میں ہمت نہیں کہ راجہ صاحب کے سامنے جاؤں وہ مجھے بے عزت کرے گا۔آپ نے فرمایا فقیر کی طرف سے جا اور کوئی خطرہ نہ کر۔مولوی صاحب بڑی مشکل سے راضی ہوا اور راجہ کو پیغام پہنچایا۔ راجہ نے پیغام سن کر دو خدمتگار مولوی صاحب کے ہمراہ کر دیئے کہ فقیر کو جا کر کہو اگر فقیر ہو تو کرامت دکھاؤ ورنہ چپ رہو۔انہوں نے پیغام حضرت کی خدمت میں پہنچایا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ راجہ سے پوچھ کر آؤ کہ کرامت جلالی دکھاؤں یا جمالی؟

راجہ نے ڈر کر کہا جلالی کرامت سے پناہ مانگتا ہوں جمالی کرامت دکھائیں۔خدمتگاروں نے واپس آ کر عرض گزاری۔اتفاقاً ایک خدمت گزار کے ہاتھ میں بڑا پیالہ تھا۔حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خدمتگار سے پیالہ لے کر اس میں اپنی انگلیاں ڈال دیں۔کامل مکمل (حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ) کی انگلیوں سے دودھ کا فوارہ جاری ہو گیا۔اور پیالہ بھر گیا۔حضرت خواجہ سیرانی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ راجہ کے پاس یہ دودھ لے جائیں کہ وہ یہ دودھ نوش کرے۔ جب خدمتگاروں نے وہ پیالہ راجہ کو پیش کیا تو اُس نے دیکھتے ہی دودھ پی لیا۔ اس کی زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور راجہ نے حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور بمعہ اپنے تمام متعلقین مسلمان ہوا۔

ایک دفعہ حضرت محکم الدین سیرانی ہندوستان کی ریاست جیسلمیر (ہندوستان) تشریف لے گئے اور وہاں کے راجہ کے تالاب سے وضو کے لیے پانی لینے لگے۔نگہبان نے منع کیا لیکن آپ نے توجہ نہ دی۔نگہبان شکایت لے کر راجہ

کے پاس جانے لگا۔ راستہ میں اسے راجہ کا لڑکا مل گیا۔ نگہبان نے اس کو صورتحال سے آگاہ کیا کہ ایک آدمی تالاب کو خراب کر رہا ہے۔ منع کرنے سے باز نہیں آتا۔

راجہ کا لڑکا اپنے حواریوں سمیت تالاب پر پہنچا اور حضرت صاحب کو سخت سست کہنے لگا کہ تم نے کیوں ناجائز کام کیا؟ حضرت نے راجہ کے لڑکے کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ حضرت کا دیکھنا تھا راجہ کے لڑکے اور سب ہمراہیوں کے منہ سے کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ حضرت صاحب شہر کی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب راجہ تک یہ سرگذشت پہنچی تو راجہ ایک بڑا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ حضرت صاحب مسجد کے دروازے سے باہر تشریف لائے لوگوں نے حضرت صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی ہے۔ راجہ نے حضرت صاحب کی طرف دیکھا دیکھتے ہی منہ سے بے اختیار کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ تمام لشکر سمیت مسلمان ہو کر حضرت صاحب کا مرید ہوا۔ سلطان الہند حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہندوستان میں اسلام کی شمع روشن کی۔ برصغیر ہندو پاک میں بے شمار لوگ آپ کے دست حق پر مشرف با اسلام ہوئے۔

فیضِ عام!

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ریاضتوں، عبادات اور مجاہدہ کی وجہ سے ولایت کبریٰ کا مرتبہ عالیہ حاصل کیا۔ اندراج النھایتہ فی البدایتہ کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز ہوئے اور مقام قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی میں باریاب ہو کر رسول خدا ﷺ کی متابعت کے مرصع تاج سے ممتاز ہوئے۔

مدینہ منورہ میں سرورکائنات علیہ افضل التحیہ والصلوٰۃ کی بارگاہ سے خلق خدا کی رہنمائی۔ جن وانس کی ہدایت اور مشرق ومغرب کی سیر کر کے اپنا فیض عام کرنے پر مامور ہوئے۔ چنانچہ اس اعزاز کے طفیل آپ نے تمام عالم میں ہر ناقص اور کامل کے سامنے رنگارنگ نعمتوں اور گوناگوں احسانات کے خوانچے رکھے اپنے بیکرانہ سمندری طغیانی سے ہزاروں تالاب اور نالے بھر دیئے۔

لاکھوں بندگانِ خدا حضرت کی نظر کیمیا اثر سے بجلی کے کوندے کی طرح آن کی آن میں مراتب عالیہ تک پہنچ گئے۔ سینکڑوں کی زندگی کے صحرا آپ کے کلامِ فیض التیام کی برکت سے محبت الٰہی کی لہلاتی کھیتوں اور معرفت ربانی کے خرم وشاداب چمنوں میں تبدیل ہو گئے۔

سادات کرام سے بے حد محبت اور احترام سے پیش آتے۔ علماء اور فضلا کی قدر کرتے۔ غریبوں اور مسکینوں کے حال پر نظر عنایت رکھتے اور ان سے ہمیشہ حسن سلوک کرتے۔ جو بھی آپ کی خدمت میں آتا فیض اکرام سے اپنا دامن بھر کر لے جاتا۔

حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات کے فیضان عام کی داستان ایسی حیرت افزا ہے کہ اس کے سپرد قلم کرنے کے لیے بھی ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مطلوب ہوگی۔ سلسلہ اویسیہ کی ریاضتیں اور پابندیاں اگر دوسرے شیوخ سلاسل کی ریاضتوں کی طرح مشکل و دشوار نہیں ہیں لیکن چونکہ خود حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان نعمتوں کو نہایت ہی شدید ریاضت اور سخت محنت کے بعد حاصل کیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اس قدر محنت ہر شخص کی بساط سے بالاتر ہے۔

اس لیے وہ اس دولت جاوید کو اپنے روحانی اثر کے ساتھ دنیا میں پھیلانا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لیے جس قدر لوگوں کو اپنی نظر کیمیا اثر سے فائدہ پہنچاتے تھے اسی قدر ان کے لیے خوش ہوتے تھے۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کی داستان اگر چھیڑی جائے تو مستقل کتاب لکھنی پڑے۔ یہاں ان حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے جو صرف نگاہ حق آگاہ باطنی سے مستفید ہوئے۔ ان لوگوں کا شمار ہزاروں تک ہے۔ کیونکہ روحانی کمالات کی وجہ سے حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ مخفی طاقتوں کے خزانے اس طرح شب و روز لٹاتے جاتے تھے کہ اہل و نااہل دوست دشمن جو نظر کیمیا اثر کا نشانہ بنا وہ آسمان پر علم عرفان کا ستارا بن کر چمکا۔ کسی بزرگ نے تو فیضان سیرانی کو دریا کے سیلاب سے تعبیر کیا۔ یعنی جس طرح دریا کناروں سے اچھل کر تمام نشیب و فراز کو زیر آب کر دیتا ہے اسی طرح آپ کا فیض باطنی بھی بلا کسی امتیاز ہر شخص تک پہنچنے کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ ایک دوسرے بزرگ نے آپ کے فیض کو دیکھ کر بارانِ رحمت سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی خیال مدنظر رکھ کر رائے قائم کی ہے کہ خود اعتقاد مریدوں اور متلاشیان معرفت کے لیے تو اس قسم کے فیضان کا عام ہونا ایک قسم کی فیاضی سمجھا جاتا ہے۔

حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام تو ناشناس، گنواروں اور نااہل بے عقلوں پر بھی حاوی ہوتا تھا۔ دنیا طلب کو دنیا کے لیے سہولت پیدا کرنے کا راستہ تلقین فرما دیتے تھے اور بوالہوس کو نگاہ کیمیا اثر میں ایسی منزل پر پہنچا دیتے کہ ان کی دین و دنیا سنور جاتی۔

تونسہ اور کوٹ مٹھن پر فیض!

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء اعظم (۱) حضرت خواجہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سے ارشادات و ہدایات اور اجازت حاصل کر کے واپس اپنے مساکن روانہ ہونے لگے تو حضرت خواجہ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں بزرگوں سے دریافت فرمایا کہ ہمارے بھائی صاحب نے آپ کو کیا تبرک عطا فرمایا؟ یاد رہے حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے کو بھائی صاحب کہا کرتے تھے۔

ان حضرات نے بہت سے عطیات کا ذکر فرمایا اور ایک نقش کے متعلق بھی کہا کہ یہ نقش عطا ہوا ہے۔ اس نقش کو دیکھ کر حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس نقش میں ایک نقطہ کا اضافہ کر دیا جائے (ایک خاص جگہ کا اشارہ فرما کر) تو صاحب نقش دولت اور دنیا سے ہمیشہ کے لیے مستغنی ہو جائے گا۔ اور اگر ایک لفظ اس موقع پر بڑھا دیا جائے تو صاحب نقش مرجع سلاطین رہے گا۔ دونوں حضرات نے عرض کی ہم ایسا نہیں کر سکتے آپ حضور ایسا کر دیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی استدعا کے مطابق وہ نقاط اور لفظ اپنے ہاتھ سے بڑھا دیئے۔ آپ کے فرمان کے مطابق بارگاہ تونسہ میں دنیا کی پرواہ نہیں اور لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہے اور کوٹ مٹھن شریف کے حضرات کے امراء، رؤسا اور والیانِ سلطنت حلقہ بگوش اور مرید ہوئے۔ مثلاً نواب بہاول پور، نواب قیصر خاں مگسی، نواب ریاست ٹونک وغیرہ اور بے شمار سردار، اور رؤسا۔

سچل سرمست!

حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ (سندھ) کی ولایت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ بہاول پور کے ایک بزرگ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف سے گزرے۔ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سچل رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے استقبال کے لیے بھیجا۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر فرمایا: آپ ہمارا استقبال کرنے آئے ہیں تو ہم بھی آپ کو تحفہ دیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے سارنگی سے تار نکالا اور سچل رحمۃ اللہ علیہ کے سینے پر پھیر دیا۔ کہتے ہیں اسی وقت سے آپ پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہیں سے آپ کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک اشارے سے سچل سے سچل سرمست بنا دیا۔ (رسالہ الزبیر بہاول پور ۱۹۷۲ء)

بھر چونڈی شریف!

حضرت پیر سید محمد مغفور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بستی جندو ماڑی جہاں حضرت پیر بھر چونڈی شریف پڑھتے تھے سے حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا:

گفت بوئے بوالعجب آمد بہ من
ہمچناں کہ مر نبی را از یمن

یعنی اس مکتب میں کسی کامل کی خوشبو آ رہی ہے۔ خادم نے عرض کی ایک تھان کپڑوں کا لے کر طلباء میں تقسیم کریں پتہ چل جائے گا۔ تھان کپڑا منگوایا گیا اور

حضرت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے طلباء میں کپڑے تقسیم فرمانے شروع کیے۔ طلبا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ایک بچہ دور گوشے میں کھڑا ٹکٹکی باندھے حضور خواجہ کو دیکھ رہا تھا۔ سب طلباء سے فارغ ہو کر حضرت خواجہ نے اس لڑکے کو بلایا اور کپڑا دینے لگے تو اس نے عرض کی: حضور میں تو ایسی چادر چاہتا ہوں جو نہ کہنہ ہو نہ کوتاہ اور نہ پھٹے۔ حضرت نے چادر عنایت فرماتے ہوئے فرمایا یہ وہی ہے۔

آستانہ عالیہ بھر چونڈی شریف میں وہ چادر اب تک محفوظ ہے۔ (عباد الرحمٰن)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر نظر کرم!

مولانا علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب اپنی تصنیف ''ذکر سیرانی'' میں تحریر کرتے ہیں کہ میں کوئٹہ (بلوچستان) تفسیر پڑھانے کے لیے ۱۳۹۵ھ کو گیا وہاں پر غازی کشمیر حضرت الحاج پیر غلام دستگیر مدّ ظلہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہیں اویسی کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اس فقیر کو حضرت پیر طریقت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ کے سلسلے سے وابستگی ہے۔ اور حضرت سیرانی رحمۃ اللہ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ کا ہمارے اجداد پر احسان عظیم ہے۔ وہ اس طرح کہ ہمارے جد امجد سیدنا سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ نے فقر اور فاقہ چھوڑا اس کے بعد ہمارے اجداد کو معاشی تنگی تھی۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے شہر تشریف لائے۔ ہماری دادی جان کو معلوم ہوا تو ایک ننھے بچے کو ننگے جسم آپ کے پاس بھیج

دیا تا کہ بزرگ کو ہماری تنگ دستی (معاشی) کی طرف توجہ ہو۔ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس بھیجو جو میرا ہم نام ہو۔ سب لوگ حیران ہوئے کیونکہ ہمارے خاندان میں محکم الدین نام کا کوئی بچہ نہ تھا۔ پھر خیال ہوا فخر الدین نامی ایک صاحب زادہ ہے اسی لفظ دین کی مناسبت سے فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس بچے کو بھیج دیا گیا آپ نے اس پر نظر شفقت فرمائی تو اس کے بعد ہمارے خاندان میں خوشحالی ہے۔ دوسری مرتبہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ دربار حضرت سلطان العارفین سیدنا سلطان باہو قدس سرہ پر حاضر ہوئے تو مزار مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر عرض کی کہ آپ کی اولاد کو فقیر نے فقر و فاقہ سے آزاد کر دیا ہے۔

فقیر سوبھا سندھی!

میر پور متھیلو (سندھ) میں حضرت سوبھا فقیر کا مزار مرجع خلائق ہے جو عظیم سندھی صوفی شاعر تھے۔ آپ پر بھی حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہوا جس کا احوال یوں ہے:

حضرت سوبھا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لال پیر رحمۃ اللہ کے مزار پر جا کر عرض کی کہ مجھے کچھ دیا جائے تو انہیں بشارت ہوئی کہ کچھ دن چلہ اور ریاضت کر کے ہی کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت سوبھا صاحب نے فرمایا کہ سوبھا چلہ کاٹنے والوں میں سے نہیں۔ اگر کچھ دینا ہے تو بغیر مجاہدے کے دو۔ انہیں جواب ملا اگر بغیر مجاہدے کے اور اتنی جلدی کچھ حاصل کرنا ہے تو حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر لو وہ فیض کا دریا ہیں۔ حضرت سوبھا رحمۃ اللہ علیہ نے دربار

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر فیض پایا۔

حضرت سوبھا رحمۃ اللہ علیہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

توں ناحق نہ مار زبان ڑی
میڈا ہوت پنّل ہے خان ڑی
اوتاں اصلوں ہئی نادان ڑی

میڈا ہوت پنّل لج پال ہے
جیندا ازلی قرب کمال ہے
اوتاں صاحب السیرؒ سلطان ڑی

اوتاں کیچ شہر دا والی ہے
جیندی سہنی عجب تاں چالی ہے
اوتاں نوری نام نشان ڑی

سڑے ساتھ لڈایم ڑی
دل منہ توں پلڑو نہ چایم ڑی
پچھے کوڑے غیر گمان ڑی

والی واگ ولیم ڑی
اوتاں سوبھے نال نبھیسم ڑی
اوتاں شافعی کل جہان ڑی

ترجمہ:ا۔ اے ناصح تو خواہ مخواہ مجھے نصیحت نہ کر میرا محبوب تو خان ہے وہ کوئی عام

آدمی نہیں۔ البتہ وہ بھولا بھالا معصوم ہے۔

۲- میرا محبوب لاج پالنے والا ہے۔ وہ میری لاج پالے گا اور میری راہنمائی اور مدد کرے گا۔ مجھے راستہ میں اکیلا نہ چھوڑے گا۔ میرا محبوب وہ ہے جو مجھے شروع سے آخیر تک یعنی ازل سے ابد تک اپنے پاس رکھے گا۔ یعنی مجھے جنت میں لے جائے گا اور مجھے چھوڑے گا نہیں۔ تو کیا جانے وہ کون ہے؟ وہ صاحب السیرؒ سلطان ہے۔

۳- وہ کیچ مکران کا بادشاہ ہے جس کی خوبصورت چال اور اس کی نشانی نور ہے۔

۴- میں نے سوئے ہوئے اس سے فیض حاصل کیا اور منہ سے کپڑا نہ اٹھایا اور دل میں کوئی گمان نہ کیا۔

۵- میرا مالک یعنی سیریؒ بادشاہ واپس آئے گا اور لاج نبھا کر مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ کیونکہ میرا محبوب ہم سب کیلئے رحمت کا پیغام ہے۔

آپ شیخ سے یوں استدعا کرتے ہیں اور آپ کے فیض عام کا ذکر کرتے ہیں:

آ مل سیری تانگھ ہے تیری
نت نت کانگ اڈاراں

حضرت سیری جو رنگ لایا
پاک پیغمبر دا سرمایہ
شہر مجروح فیض کھنڈایا
اکھیاں باغ بہاراں

سوبھا ہے سائیں سگ دربانی
روز ازل دی تیڈی بانی
کرم کرو تُساں پیر سیرانی
ہے لاج تیرے گل باراں

ترجمہ:۱-اے پیر سیرانی رحمۃ اللہ علیہ تیرے آنے کی امید میں ہر روز کوے اڑاتی ہوں کہ کب میرا مرشد آئے گا۔

۲- میرے مرشد سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر جب نظر کرم کی تو مجھ پر پیغمبروں کا سایہ ہوگیا۔

۳- سوبھا حضور کے در کا خادم ہے اور یہ قیامت تک تیرا غلام رہے گا۔

۴- میرے حال پر سیرانیؒ کرم کرو کیونکہ میری لاج آپ کے ہاتھ ہے۔

میاں بھٹو پر فیض!

میاں بھٹو (سندھ) مجذوب فقیر تھا اور حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض یافتہ تھا۔ سندھ میں اس کا بڑا چرچہ تھا۔ وہ زمین میں پانی کی طرح غوطہ لگاتا اور غائب ہو جاتا اور پھر نکل آتا۔

گُگرہ مجذوب بلوچستانی!

مصنف لطائف سیریہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کاتب الحروف کو شہر قلات (بلوچستان) جانے کا اتفاق ہوا۔ بتاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ زبدۃ العرفا قدوۃ الاولیا فرشتہ خصلت جناب اخوند ملا عزت اللہ صوف القادری الملاتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک وقت حضرت صاحب السیر قدس سرہ کا گزر شہر بھاگ سے ہوا

آپ نے لگرہ نامی فقیر مجذوب کامل جورات کے وقت بند ہو جاتا تھا کو بغل گیر ہو کر فرمایا جو کچھ تم میں سرمایہ فقیری کا تھا میں نے سلب کر لیا۔ پھر دوسری دفعہ بغل گیر ہو کر فرمایا جو کچھ تو رکھتا تھا میں نے اس سے کہیں زیادہ تجھ میں ڈالا۔ میاں لگرہ کی پہلے یہ عادت تھی کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سننے پر چنداں التفات نہ کرتے تھے اور خود کو آپ کے برابر خیال کرتے تھے لیکن اب یہ حال ہو گیا کہ یوں سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنتے ہی سر جھکا دیتے ہیں۔

لیہ کا نواب!

محمد خاں سدوزئی نواب لیہ نہایت افلاس کے دن بسر کر رہا تھا۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ کو ادب سے پا پیادہ آ کر ملا۔ آپ نے گلے لگایا اور فرمایا لیہ کی نیابت معہ جملہ حدود میں نے تمہارے سپرد کی۔ اگر تم نے ہمارے مریدوں اور فقیروں کی خدمت گزاری کی تو تمہارے ایمان کا فقیر ذمہ دار ہے اور تیری کمان میں مَیں نے بہت سے وتر ڈال دیئے ہیں۔

تقسیم فیض کا طریقہ!

اولیائے کرام، آنحضور آقائے نامدار محمد ﷺ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آنحضور ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہوا اور آپ خاتم النبیین ہوئے۔ آپ کے مشن کو آگے بڑھانے اور مسلمانوں کو راہِ راست دکھانے کا فریضہ اولیاء کرام کو سونپا گیا۔

ہمارے آقا ﷺ رحمۃ العالمین تھے آپ نے ہمیشہ رحمت تقسیم کی اپنے بد سے بدترین دشمن کے لیے نہ بد دعا دی اور نہ اسے کوئی اذیت پہنچائی۔ ہمیشہ صلہ رحمی فرمایا۔ اس لیے آپ کے جانشینوں نے بھی آپ کی سنت کی پیروی کی اور اولیاء

کرام نے فیض کا لنگر تقسیم فرمایا۔ لیکن ان سب اولیاء کرام میں سے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم فیض کا مختلف طریقہ استعمال فرمایا۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو باری تعالیٰ سے دوران چلہ قل سیر فی الارض سے ایسا کرنے کا حکم ملا۔ آپ نے سفر اختیار فرما کر گھر گھر، گاؤں گاؤں لوگوں تک اپنا فیض پہنچایا۔ کہا جاتا ہے کہ پیاسا کنویں کے پاس چل کر آتا ہے لیکن ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ کنواں پیاسے کے پاس چل کر گیا۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ جس راستے سے گزر جاتے اس راستہ میں بے شمار اہل حاجت کی مقصود پورے ہو جاتے۔ مرادیں بر آتیں۔ اس لیے لوگ مدتوں تک ان کی تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ بوقت مصیبت آپ کے مریدین اور عقیدتمند آپ کو یاد کرتے تو آپ وہاں پہنچ جاتے۔ جس راہ سے گزرتے فیض کی بارش فرماتے جاتے۔ جو آپ کو گالی دیتا یا آپ کو تکلیف پہنچاتا آپ اس کو رنگ دیتے۔

ایک دفعہ آپ ایک کھیت میں سے گزر رہے تھے۔ دہقان نے آپ کو کھیت سے گزرنے پر گالی دی اور کہا بھڑوا یہاں سے نہ گزر۔ آپ نے اپنے خادم سے دریافت کیا بھڑوا کسے کہتے ہیں؟ خادم نے بتایا کہ بھڑوا کا مطلب دلال یعنی دو کو ملانے والا۔ اس جواب سے آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ زمیندار نے مجھے دو کو ملانے والا سمجھا ہے تو بے شک ہم دو کو ملا دیں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے دہقان پر ایک نظر کیمیا اثر ڈالی تو اس کو آشنائے اسرار و رموز بنا دیا۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ایک دفعہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک کنویں پر وضو فرما رہے تھے اور وضو سے فارغ ہو کر پانی کو اُچھالا تو کسان کو یہ بات ناگوار گزری اور غصہ میں آ کر آپ کے سر پر ڈنڈا مارا اور کہا پانی کیوں خراب کر رہے ہو۔ ڈنڈے سے آپ کا سر پھٹ گیا اور سر سے خون جاری ہو کر کپڑوں پر گرنے لگا۔ آپ نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا جو خون سے سرخ ہو گئے تھے آپ پر حالت جذب طاری ہو گئی اور آپ نے فرمایا: کسان نے ہمیں رنگ دیا ہے۔ اس لیے ہم کسان کو رنگ دیں گے۔ یہ کہہ کر نگاہ فیض اثر سے کسان کی تمام انائیت کو جلا کر کندن بنا دیا۔ فوراً اس کا قلب جاری ہو گیا اور وہ ایک صاحب بصیرت بزرگ ہو گیا۔ آپ کے خادم نے عرض کی اس نے آپ پر لاٹھی سے وار کیا اور آپ نے اس پر کرم کیا آپ نے فرمایا جو ہتھیار اس کے پاس تھا اس نے چلایا اور جو ہتھیار فقیر کے پاس تھا وہ فقیر نے چلایا۔

جانوروں، پرندوں اور درختوں پر فیض!

آپ کا فیضان عام تھا جس کے نہ صرف انسان متمتع تھے بلکہ جانور، پرندے اور درختوں تک پر آپ کا فیض عام آب یاری کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کبھی میں ایک باغیچہ میں فروکش تھے۔ باغبان نے دیکھا کہ آپ جس درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اس درخت کے ہر پتے سے اسم ذات باری تعالیٰ کا ذکر جاری تھا۔ باغبان حیرت زدہ ہوا اور جا کر مالک باغ شہر کے معززین اور علماء کو بلا لایا جنہوں

نے خود اپنی چشم سے مشاہدہ کیا کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ ایک درخت کے نیچے مراقبہ میں ذکر اسم ذات باری تعالیٰ میں مشغول ہیں اور آپ کی تقلید میں درخت کے پتوں سے اسم ذات کا ذکر جاری ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے کوے کو کائیں کائیں کرتے سن کر ارشاد فرمایا کہ اللہ اللہ کہو چنانچہ کوا اس وقت اللہ اللہ کا ذکر کرنے لگ گیا۔

ایک مرتبہ ملتان کی مسجد افغانان میں حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے وہاں چڑیاں چوں چوں کر رہی تھیں۔ چڑیوں کی چل چل کو سن کر آپ نے فرمایا اللہ اللہ کہو چنانچہ چڑیاں اللہ اللہ کرنے لگیں۔

آپ جس گھوڑے پر سواری فرماتے تھے اس کا نام توکل تھا ایک مرتبہ آپ اس پر سوار جا رہے تھے تو گھوڑے نے گھوڑیوں کو دیکھ کر ہنہنانا شروع کر دیا۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور گھوڑے کو مخاطب ہو کر فرمایا: جب فقیر کو ایسا خیال نہیں ہے تو فقیر اس پر کبھی سواری نہ کرے گا جس کے ایسے خیالات ہوں۔ گھوڑا نادم ہوا اور اس دن کے بعد کبھی بھی گھوڑیوں کو دیکھ کر نہ ہنہنایا چاہے گھوڑیوں کے درمیان کھڑا رہے۔

آپ کے اونٹ کا نام درگاہی تھا جس پر آپ کبھی کبھی سفر فرماتے۔ ایک مرتبہ دوران سفر نماز کا وقت ہو گیا تو اونٹ (درگاہی) کو مسجد کے باہر باندھ کر مسجد میں نماز ادا کرنے تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو درگاہی مسجد کے دروازے پر درخت کے پتے کھا رہا تھا۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور درگاہی کو مخاطب کر کے فرمایا: میاں درگاہی یہ مسجد کا درخت ہے۔ اونٹ نے

درخت کے پتے کھانے فوراً بند کر دیئے اور ندامت سے سر جھکا لیا اور اس کے بعد کبھی بھی مسجد سے ملحقہ کسی درخت کے پتے نہ کھاتا۔

ایک مرتبہ آپ موضع ٹبہ ماہی کی مسجد میں شب باش تھے۔ صبح مسجد کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے تو ایک کتا آپ کی طرف بھونک کر لپکنے لگا آپ نے اس پر نظر ڈالی تو کتا مست ہو کر رقص کرنے لگا۔

اکابر اولیاء کی نظر میں آپ کا مقام!

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ مراتب ولایت کے مرتبہ عالیہ پر پہنچ چکے تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے فرد الافراد اور قطب وقت تھے۔ آپ کے حالاتِ زندگی اس حقیقت کے گواہ ہیں اور خاص طور پر اکابر اولیاء اور معاصرین اصفیا نے اس حقیقت کی شہادت دی ہے۔

چنانچہ یہاں پر چند اکابر مشائخ عظام کی تصریحات تحریر کی جاری ہیں۔ جن سے حضرت کے مقام کا اولیاء کرام کے فرمودات سے تعین کیا جا سکتا ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے مرشد تھے فرمایا کرتے تھے میں نے خواجہ محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فقر (روحانی تعلیم) کا ایک چاول دیا تھا مگر محکم الدینؒ نے اپنی محنت سے اس ایک چاول سے ہزاروں من کا خرمن (ڈھیر) بنا لیا۔ سلطان العاشقین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید باصفا کی ریاضت، مجاہدہ اور مدارج روحانی کے حصول کے متعلق آپ کی بہت تعریف فرماتے۔ ایک مرتبہ جب حضرت صاحب السیرؒ اپنے مرشد کی خدمت میں زیارت

کے لیے حاضر ہوئے تو پیرومرشد نے فرمایا اب تم تفرید والے ہو گئے ہو سیر کو موقوف کر کے فقیر کے پاس رہو کیونکہ فقیر کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی مجھے تعمیل حکم میں کوئی عذر نہیں لیکن باری تعالیٰ سے مجھے اس کی اجازت لے دیں۔ سلطان العاشقین رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ فرمایا اور مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ترک سیر کی اجازت نہیں اس لیے دور نہ جانا اور فقیر کے نزدیک رہنا۔

اس سے حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیرومرشد کی زبانی مرتبہ اور مقام کا علم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ کا فرمان:

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے پیرومرشد حضرت مولانا فخر الدین عرف فخر جہاں دہلوی قدس سرہ سے وطن واپسی کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے ایک دن مزید قیام کا حکم فرمایا اور مغرب کی نماز کے بعد فرمایا۔ کہ فلاں محلہ میں ایک مخفی بزرگ کا مزار ہے اس بزرگ کے مزار پر جا کر زیارت اور حصول سعادت سے مشرف ہو کیونکہ یہ وہ بزرگ ہیں کہ اس کا کسی کو علم نہیں۔ حضرت مہاروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میں اس مزار پر حاضر ہوا تو پہلے سے ایک شخص کو فاتحہ پڑھتے موجود پایا۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے میں ان کی شکل نہ دیکھ سکا۔ مصافحہ کیلیئے آگے بڑھا تو وہ شخص میری طرف پیٹھ کر کے جلدی سے باہر نکل گئے۔ فراغت کے بعد اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ مخفی بزرگ ہیں اس کا کسی کو علم نہیں تو وہ کون تھے جو وہاں پر موجود تھے؟

حضرت مولانا قدس سرہ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ ورنہ کس کو طاقت ہے کہ ایسے اسرار مخفیہ سے واقف ہو۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس سرہ کے اس فرمان سے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ فردیت اور جمیع مراتب ولایت کا علم ہوتا ہے۔

قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کا فرمان:

خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرس حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی حاضری پر میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اپنے حجرہ کے سامنے صحن میں تشریف فرما تھے حضرت قبلہ عالم مہاروی صاحب قدس سرہ کا دربار شاہانہ بھی ہمارے سامنے تھا۔ میں ان کی زیارت کے لیے آپ کے دربار میں حاضر ہوا۔ لوگ پروانہ وار حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہورہے تھے۔ لیکن آپ ہر زائر سے فرماتے جاؤ شہباز وقت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرو۔ میں تو مکھی کی طرح دنیا داروں سے چمٹا ہوا ہوں وہ شہباز وقت کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ سب سے قطع تعلق کر کے اپنے مولا کے ساتھ مشغول ہے۔ یہ کلام سن کر میں دوبارہ حضرت سیرانی کے حضور حاضر ہوا۔ آپ نے میرے کان میں کہا میاں وارث مجھ میں لوگوں کی برداشت نہیں مگر بھائی نور محمد صاحبؒ لوگوں کی تکالیف بھی برداشت کرتے ہیں اور اپنے خالق کے ساتھ بھی مشغول رہتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کو دنیا سے ذرہ بھر بھی واسطہ نہ تھا لیکن آپ کا یہ فرمانا کہ میں مکھی کی طرح

دنیاداروں میں گھرا ہوا ہوں بطور تواضع اور اپنے رفیق خاص حضرت سیرانی قدس سرہ کی قدر و منزلت بلند دکھانے کے لیے فرمایا۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے لیے فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدا سلوک سے انتہا مدارج تک کبھی حالت انقباض واقع نہیں ہوئی ہمیشہ بیش از بیش بسط رونما ہوتے چلے گئے۔

(یاد رہے بسط تصوف کا اصطلاحی لفظ ہے۔ سالک کی دل کشادگی اور سرور کو کہتے ہیں اور قبض اس لفظ کی ضد ہے۔)

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند اکبر حضرت نور الصمد رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ جا کر ان سے بیعت کرو۔ حضرت نور الصمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید میاں پیر محمد مروڑا تھے۔ پیر محمد مروڑا کو حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ پیار سے چاچا پیر محمد کہتے تھے۔ پیر محمد مروڑا نے حضرت سے صاحبزادہ صاحب کی حاضری کا مقصد عرض کیا تو آپ نے فرمایا فقیر کے پاس تو انگاروں سے بھری انگیٹھی ہے اگر وہ چاہیئے تو حاضر ہے۔ اگر دین اور دنیا درکار ہوں تو اپنے والد گرامی سے استفادہ کرو۔

میاں نور الصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈر گئے اور واپس جا کر اپنے والد صاحب کی خدمت احوال عرض کیا تو آپ نے فرمایا تم نے بڑی لغزش کھائی۔ لوگ تو حضرت سے ایک چنگاری حاصل کرنے کے لیے ترستے ہیں اور تمہیں تو پوری انگیٹھی عطا ہو رہی تھی۔ خیر یہ قسمت کی بات ہے اپنا اپنا مقدر اپنا اپنا نصیب۔

حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کے اس فرمان سے حضرت محکم الدین سیرانی قدس سرہ کے مرتبہ کا علم ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی قدس سرہ اور حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ ہم درس تھے اور ان میں دوستی کا لازوال رشتہ قائم تھا۔ دونوں حضرات ذات بھائی یعنی کھرل قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ایک دوسرے کو بھائی صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے جس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی بھی ہوئی ہے کہ شاید دونوں حضرات حقیقی بھائی ہیں بلکہ چند کتب میں بھی آپ کو بھائی لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سلطان التارکین حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام فرماتے اور جب بھی ملاقات ہوتی آپ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر ملتے۔

محمد مقبول کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ پاک پتن شریف میں جب عرس کی تقریبات اختتام پذیر ہوئیں تو ایک گلی سے حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ گزر رہے تھے تو دوسری طرف سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو گزرتے دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ دوڑتے ہوئے آئے اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیئے۔ حضرت سیرانی نے ہر چند ہاتھ پکڑ کر روکنا چاہا لیکن آپ نے پھر بھی شرف قدم بوسی حاصل کرلیا۔ حضرت سیرانی قدس سرہ نے قبلہ عالم قدس سرہ سے رخصت کی اجازت مانگی تو حضرت قبلہ عالم نے فرمایا آپ تشریف لے جائیں گے تو میں جاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ رخصت ہوئے تو حضرت مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو رخصت کیا اور جب تک آپ نظروں سے

اوجھل نہ ہوئے آپ وہاں سے روانہ نہ ہوئے۔اس واقعہ سے حضرت سیرانی قدس سرہ کا اکابر اولیاء کی نظر میں مقام کا پتہ چلتا ہے۔

خواجہ احمد علی صاحب رحمۃ اللہ کوٹ مٹھن شریف:

مولانا علی مردان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ میں تلویح شرح توضیح کوٹ مٹھن میں پڑھتا تھا تو اس وقت سید عزت شاہ مرحوم نے حضرت خواجہ احمد علی صاحب فرزند اکبر حضرت خواجہ قاضی عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اوّل) سے دریافت کیا کہ حضرت محکم الدین سیرانی قدس سرہ کا کشور معرفت کے فتح کرنے کا کیا طریقہ تھا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: میرے جدامجد حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدائے سلوک سے انتہائے کمال تک کبھی حالت قبض نہیں ہوئی آپ ہمیشہ بسط میں رہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں یہ سن کر مجھے بہت لطف آیا اور خوشی محسوس ہوئی۔

خوشتراں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

بی بی صفوراں رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

بی بی صفوراں رحمۃ اللہ علیہ ایک نیک دل اور ولیہ کاملہ خاتون تھیں۔جو نہ صرف خود ذکر الٰہی میں مصروف رہتی تھیں بلکہ آپ سے وابستگان مرد وزن سب کے سب حق ہو کے الستی نعرہ میں مست رہتے تھے۔ بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات اور کرامات ''اولیائے ملتان'' میں بکثرت تحریر ہیں۔

میاں محمد انور رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بی بی صاحبہ رحمۃ

اللہ علیہ ہمارے گاؤں تشریف لائیں میں ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔

بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کی جماعت کو وعظ فرما رہی تھیں۔ آپ نے وعظ کے دوران پوچھا اے فرزندان ایک شخص رات دن مسکینوں کو طعام کھلائے اور ایک شخص ایک دل کو خدا کا واقف بنا دے ان دونوں میں کون اچھا؟

ایک شخص نے عرض کی آپ خود فرمائیں۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا: بہتر وہ ہے جو ایک دل کو خدا سے ملا دے اور وہ ہے محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ نور محمد نارووالا رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت سیرانی عارف باللہ میں ان کی نظر دل پر ہے ظاہر بناوٹ اور وضع قطع پر نہیں۔ (لطائف سیریہ)

حضرت نور شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت نور شاہ مجذوب المعروف چوپائی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان) فرماتے تھے کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں فقر و فقیری کا بیج حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بویا ہے۔

جو ان علاقوں میں فقر اور فقیری رکھتا ہے وہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ کا فیض یافتہ ہوگا۔ یہ بہت بڑے کامل تھے۔ ان کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ آپ کی بھینس، بکریاں چرنے جاتیں تو ان کے بچوں کو بھی ساتھ چھوڑ دیتے بکریوں کے بچے چوتھا حصہ دودھ پیتے اس سے زیادہ کی ہمت نہ ہوتی۔ چوپائی اس لیے مشہور ہوئے کہ چار ٹوپہ یعنی ۱۴ سیر چنے چبا گئے۔

حضرت حافظ عبداللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت حافظ عبداللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دوسرے ہم عصر اولیائے کرام کا ذکر ہوتا تو فرماتے ہاں اچھے ہیں۔لیکن جب حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوتا تو مخصوص جوش میں آ کر فرماتے کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ عاشق باللہ ہیں۔

حضرت پہلوسلطان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت پہلوسلطان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے تھے۔سیرانی بادشاہ ولی کامل اور وقت کے قطب ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے حضرت پہلوسلطان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سواری کے آگے دوڑ کر آئے اور ناچ ناچ کر چلنے لگے اور فرماتے جاتے تھے کنجری بادشاہ کے آگے مجرا کر رہی ہے۔دیکھیں کیا انعام ملتا ہے؟

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا عالم بالا سے فرمان:

حضرت سید حسین شاہ حسنی الحسینی جیلانی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مجذوب نے سلطان التارکین حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصواف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ تمام مشائخ اکٹھے ہیں۔ اس محفل میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود ہیں۔جب حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بھی کھڑے ہو گئے۔بعد میں کسی نے حضرت

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر پیشوائی ان کا مرتبہ بلند ہونے پر دلالت کرتی ہے تو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت سیرانی کے مرتبہ کو خدا اور اس کا رسول جانتا ہے۔ یادر ہے درویش کا یہ مشاہدہ دوسرے عالم سے متعلق ہے کیونکہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

عربی بزرگ:

"ذکر خیر" میں تحریر ہے کہ عرب سے دو بزرگ شیخ ابوسعود حماد مدنی خطیب مدینہ طیبہ اور شیخ احمد حسن خادم و مؤذن مدینہ طیبہ یہاں تشریف لائے اور حضرت کے مزار پر حاضر اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی روحانی کیفیات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ واپسی پر انہوں نے اعتقاد ظاہر فرمایا کہ ہم مدینہ طیبہ میں حضرت کا عرس منعقد کریں گے۔

رجال الغیب:

میاں سلطان محمود ڈنٹ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ بہت سے فقیروں کے ہمراہ جناب حضرت قاضی عاقل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی استدعا پر کوٹ مٹھن تشریف لائے۔ شہر کی تمام مسجدیں اور نشست گاہیں صالحین اور فقراء سے بھر گئیں۔ ان میں دو عالم میرے پاس اس مسجد میں آ کر رہے جہاں میں بطور طالب علم مقیم تھا۔ صبح کے وقت انہوں نے مسجد کا دروازہ اس خیال سے بند کر دیا کہ کہیں کوئی شخص ان کا اسباب اٹھا کر نہ لے جائے اور خود مسجد کے دروازے کے

پاس بوریہ پر دھوپ میں بیٹھ گئے۔ گفتگو کے دوران اولیاء اللہ کا ذکر چھڑا تو کہنے لگے ہمارے خواجگان کو جناب باری تعالیٰ میں جو مرتبہ حاصل ہے وہ دوسرے بزرگوں کو نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جو بڑے ولی ہیں ان کے ہم مرتبہ نہیں۔ میں اگرچہ بچپن سے آپ کے دامن سے وابستہ تھا لیکن ان کی گفتگو سن کر دل میں کہنے لگا کاش میں بھی پیران چشت میں سے کسی کا مرید ہوتا۔ انہیں خیالات میں محو تھا کہ اچانک رجال الغیب سے ایک مرد خوش اطوار قادری ٹوپی اوڑھے ہوئے نمودار ہوا اور ان عالموں سے مخاطب ہوکر بولا میاں تم کیا لغو باتیں کرتے ہو؟ اس کا اتنا کہنا تھا کہ لوگ حواس باختہ ہو گئے اور مارے شرم کے سر گریبان میں ڈال لیے پھر اس شخص نے باآواز بلند کہا تم کو اولیائے وقت میں تمیز کرنے کی لیاقت نہیں۔ سنو اور آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔ حضرت سیرانی بادشاہ کی ولایت کا درجہ اور فردیت کا مرتبہ جناب باری تعالیٰ میں اس قدر بلند ہے کہ تمہارے خواجگان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ کر وہ مردِ خدا غائب ہو گیا اور دونوں عالم اپنی غلطی پر پشیمان ہوکر کہنے لگے واقعی ہماری کیا مجال کہ ہم مراتب اہل اللہ کو سمجھ سکیں۔

عالم بطون میں عالمی مرتبہ:

زبدۃ اہل صفا میاں یار محمد گدپوری (ضلع مظفر گڑھ) جو سلطان التارکین کے سچے اور راسخ العقیدہ متوسلین میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ میں علوم دینی کی تحصیل کے سلسلے میں وحید العصر مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہاول پور میں رہتا تھا۔ چونکہ اہل ارادت اپنے پیروں کی تعریف میں مبالغے سے

کام لیتے ہیں۔ ایک دن مولوی صاحب بھی اپنے پیرومرشد روشن ضمیر قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرنے لگے اور اشارہ کنایہ سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ ان کا رتبہ سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بلند ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت قلق ہوا آخر میں نہ رہ سکا اور مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت اولیاء کے مراتب میں فرق کرنے کی آپ کو کیا مجال؟ اگر آپ اس امر سے لاچار ہیں تو کم از کم مجھ خادم کی موجودگی میں تو ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ اتنے میں ایک فقیر آیا جو قریشی النسب تھا اس نے کہا جو فقر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور طریقہ قدوا کے موافق ہے وہ تو حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے۔ میری دلیرانہ گفتگو اور اس قریشی کی بات سن کر مولوی صاحب تو خاموش ہو گئے لیکن میں ایسی تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہوا کہ نہ کھانا کھایا جائے اور نہ نماز میں دل لگے۔ صبح تک یہی کیفیت رہی۔ یہاں تک کہ تہجد کے نوافل بھی بہ ہزار دقت پڑھے۔ اس کے بعد جو آنکھ لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوش نما وسیع میدان میں ہوں۔ جس میں ریشمی فرش بچھے ہوئے ہیں۔ اور لعل و جواہر سے مزین چتر اس میں ایستادہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اونچے جھنڈے بھی گڑے ہوئے ہیں۔ میں اُس تزک احتشام کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ دوبارہ ان چتروں پر نظر پڑی تو ان میں سے ایک چتر علم دار کے نیچے حضرت سلطان التارکین حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو پایا۔ آپ ایک جالی دار خوش نما زرنگار کپڑے میں طناب پکڑے کھڑے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے۔ میں فرط محبت سے آگے بڑھ کر ان کے پاؤں پر

جا پڑا۔ آپ نے بڑے تپاک سے مصافحہ اور معانقہ کیا جس سے میرا سارا غم دور ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میاں یار محمد ان علم دار اور بے علم چتروں کو جو اس میدان میں ہیں پہچانتے ہو۔ میں نے عرض کی قبلہ ہی اس بھید سے آگاہ ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ مقام غوثوں اور قطبوں کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے اولیاء کو ان جگہوں میں بار نہیں ہے۔ ہاں ان میں اتنا فرق ہے کہ علمدار چتر غوثوں کے ہیں۔ اور بے علم قطبوں کے اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ صاحب جو گلم پر بیٹھے ہیں حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس معاملہ کو خدا تعالیٰ نے تیری تسلی کے لیے تم کو یہ نظارہ کرایا۔ میں بہت خوش ہوا اور الحمدللہ سارا ملال جاتا رہا۔

نقشبندی بزرگ کا فرمان:

خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک نقشبندی بزرگ میرے دوست تھے وہ اپنے سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے نقشبندی سلسلہ کا مبتدئ دوسرے سلسلہ کے منتہٰی کے برابر ہوتا ہے۔ (یہ ان کا اپنا خیال تھا) جیسے ہر سلسلہ کے سالک کا خیال ہوتا ہے۔ لیکن نقشبندی سلسلہ کا منتہٰی حضرت سیرانی بادشاہ کے مبتدئ کے برابر نظر آتا ہے۔ اللہ جانے یہ کیا راز ہے آخری زمانہ میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درجہ کیسے حاصل ہوا؟

مراتب اولیاء!

حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اپنے زمانہ کے فرد الافراد اور قطب وقت تھے۔ اکابر اولیاء اور مشائخ کی تصریحات اس کی تصدیق کے لیے ضابطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ آپ کے عقیدتمندوں کو غائب

سے جو مشاہدات ہوئے وہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان سب تذکرات کا واحد مقصد حضور سیرانی قدس سرہ کا مرتبہ بیان کرنا مقصود تھا۔ راقم الحروف کسی بھی اولیاء کے درجہ میں کمی اور اونچ نیچ کا تصور بھی گناہ سمجھتا ہے اور میرا اس حدیث شریف پر پختہ ایمان ہے کہ:-

من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب.

یعنی جو میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میرا اس کے لیے جنگ کا اعلان ہے۔

راقم الحروف تمام اولیاء کرام کا دل کی گہرایوں سے عقیدتمند، نیاز مند ہے۔ کسی بھی ولی اللہ قدس سرہ کو مرتبہ میں کم سمجھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہمارے اسلاف نے بھی ہمیں یہ درس دیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے چند بزرگوں کے مراتب بیان ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: یہ سب نیک لوگ تھے عوام کو بزرگوں کے مراتب کا فرق بیان کرنے کی بجائے ان کے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر اس بحث کو بسیط کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت قبلہ محبوب الٰہی کی مجلس میں ایک شخص نے کہا ہمارے سلسلہ چشتیہ میں جو بلند مرتبہ مشائخ ہیں ان کی مثال دوسرے سلاسل میں نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات مت کہو اس لیے کہ ہر سلسلہ میں باکمال مشائخ ہیں اور ہر شخص اپنے مشائخ کو باکمال سمجھتا ہے۔ بعض حضرات اولیاء اللہ کے مراتب کی بلندی اور پستی کا اس وجہ سے تعین کر لیتے ہیں کہ فلاں بزرگ پیر ہے اس لیے اس کا مرتبہ زیادہ ہے اور فلاں کیونکہ مرید ہے اس لیے اس کا درجہ کم

ہے۔ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات شریف میں تحقیق فرمائی ہے کہ کبھی مرید بھی ولایت میں پیر سے آگے نکل جاتا ہے اور آپ نے مثال سے واضح فرمایا ہے:

۱۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (غریب نواز) مرید اور خواجہ ہارونی رحمۃ اللہ علیہ پیر تھے۔

۲۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مرید اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ پیر تھے۔ (ملفوظات خواجہ غلام فریدؒ)

البتہ ہمارے بزرگان نے فرمایا ہے کہ اپنے پیر کو بہتر سمجھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مولانا یار محمد صاحب کو جو خواب دکھایا گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی عبدالحکیم صاحب، حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ میں کمی کر رہے تھے۔ جس سے مولانا یار محمد صاحب کو بہت صدمہ تھا۔ اسے ہدایت کی گئی کہ تم اپنے عقیدہ پر قائم رہو تمہارے پیرو مرشد کا مرتبہ بلند ہے۔

ہمارے اولیاء کرام نے خود بھی کبھی اس طرف مبہم اشارہ بھی نہیں فرمایا کہ میں کسی دوسرے سے افضل ہوں۔

حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا کہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور ایک شخص حاضر ہوا۔ بھوکا تھا اس نے اپنے شیخ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منہ کر کے کہا ''شیئاً للہ'' شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف سے معلوم کر لیا کہ یہ بھوکا ہے۔ طعام بھیجا۔ اس نے طعام کھا کر کہا شکر اللہ۔ قطب الدین حیدر خلفاء اس سے غصہ ہوئے اور حضرت سہروردی

رحمۃ اللہ علیہ کو حال سنایا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تمہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ جو کچھ اسے ملتا ہے اسے اپنے شیخ کا فیض سمجھتا ہے۔

حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ اپنے فقراء کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ حضرت رک گئے۔ اس شخص نے عرض کی کہ میں فلاں بزرگ کا مرید ہوں انہوں نے **لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** کا وظیفہ پانچ سو بار پڑھنے کا فرمایا تھا۔ اب تک اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ آپ کچھ وظیفہ عنایت فرمادیں تا کہ میرا کام ہو جائے۔ آپ نے سن کر فرمایا سبحان اللہ تمہارے مربی نے کیسا عجیب وظیفہ تمہیں مرحمت فرمایا ہے۔ دو تین مرتبہ اس کو دہرایا اور پھر فرمایا کہ یہی وظیفہ نماز مغرب کے بعد پڑھا کرو اور جو کچھ اس کا اثر ظاہر ہو اپنے پیر و مرشد سے اس کو منسوب سمجھو۔

اولیاء کا احترام!

حضرت کو اولیاء کرام سے بے حد عقیدت اور محبت تھی آپ بزرگان کی درگاہوں پر حاضری دیتے اور عرس کی تقریبات میں شرکت فرماتے۔ جب آپ کے مرشد کا وصال ہوا اس وقت بھی آپ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریبات میں شرکت کے لیے پاک پتن شریف میں موجود تھے۔

جس قصبہ، گاؤں یا شہر میں ولی اللہ کی درگاہ ہوتی آپ بغیر فاتحہ پڑھے، حاضری دیئے یا شب بسری کیے وہاں سے ہرگز نہ جاتے۔ کسی بزرگ یا ولی کا مرید آپ سے کسی مسئلہ کے لیے دعا یا وظیفہ کی گذارش کرتا تو آپ اسے دعا یا وظیفہ عطا کرنے کے بعد تاکید کرتے کہ اگر تمہارا کام ہو جائے تو یہ مدد اپنے مرشد کی طرف

سے سمجھنا۔ حضرت حافظ جام پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جا رہا تھا کہ راستہ میں اوچ شریف کے مقام پر تلری میں جب پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب یہیں ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں مسجد میں چلا گیا اور دل میں یہ ارادہ کرتا گیا کہ میں حضرت مہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ بیعت توڑ کر حضرت خواجہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے جناب میں توسل اختیار کرلوں۔ میں جب حضرت خواجہ کی خدمت میں قدم بوس ہوا تو حضرت میرے خیال سے کشف کے ذریعہ مطلع ہو کر تبسم فرمایا اور مجھے ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب فقیر کا تعلق ایک مرید کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جیسے پتھر میں میخ گھس جائے اور مستحکم ہو جائے۔ یہ پیری مریدی کا تعلق ایسی میخ کا سا نہیں جو مٹی میں گاڑ دی جائے اور جس طرح چاہا اس کو پھیر لیا۔ میں دل میں بہت نادم ہوا اور حضرت پیر مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت فسخ کے ارادہ سے توبہ کی۔

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ شہر فرید سے گزر رہے تھے دوران سفر شہر فرید کے قریب نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ایک ٹیلہ پر سربسجود ہو گئے۔ آپ نماز میں مشغول تھے کہ وہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ حضرت کو نماز میں مشغول دیکھ کر کہنے لگا یہ بھی فقیر ہے کہ کوزہ اور مصلیٰ ہمراہ ہے۔ وضو کے واسطے پانی بھی مانگنے کی ضرورت نہیں اور وہ بھی فقیر ہے کہ کل سے ان کے ہمرایوں کے گھوڑوں کے کیلے گاڑھتے گاڑھتے لوگ عاجز آ گئے ہیں۔

اس آدمی کا اشارہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔ جو ساتھ والی بستی میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے نماز سے فراغت پا کر اپنے خادم

کو فرمایا جلدی کرو یہاں سے نکل چلو۔ یہاں ایک آدمی نے فقیر کا گلہ کیا ہے۔ اس بستی کی خیر نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت صاحب نے بستی سے قدم باہر رکھا ہی تھا کہ بستی کو آگ لگ گئی اور اس آگ کی نسبت سے آج تک اس بستی کا نام سڑی ہے۔

مُرشد کا اَدب واحترام!

جہاں سب بزرگوں کا اس قدر احترام تھا وہاں اپنے مرشد کے احترام کا کیا عالم ہوگا۔ آپ کے مرشد حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ رشتہ میں آپ کے چچا زاد بھائی تھے لیکن جب ایک شخص نے آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ کا حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا رشتہ ہے تو آپ نے فرمایا: آقا اور چاکر کا۔ میں حضرت کا چاکر ہوں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے خدام جو قوم کے گکڑے تھے حضرت کی خدمت میں آئے۔ حضرت نے ان کی خدمت کے لیے باورچی خانہ کے منتظم کو ہدایت کی کہ ان کی منشا کے مطابق ان کو کھانا مہیا کیا جائے اور خوب خدمت کی جائے۔ حسبِ دستور خدام نے سلسلہ پیری کو مدنظر رکھ کر ایسی ایسی فرمائشیں کیں کہ منتظم تنگ آ گئے اور آ کر حضرت کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ فرمائش کریں پوری کی جائے اور ہرگز انکار نہ کیا جائے کیونکہ یہ تو حضرت کے غلام ہیں۔ اگر حضرت کا کتا بھی آئے تو بھی اس کی بے انتہا عقیدت کے ساتھ تواضع کرنا میرا فرض ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے ملازم کو کسی غرض سے حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے خود کچھ فاصلہ پر جا

کر اس کا استقبال کیا اور اسے عزت واحترام سے لائے اور فرمایا یہ میرے مرشد کی طرف سے آیا ہے اس لیے اس کا احترام واجب ہے۔

مولوی صالح محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ خادم حضور کے ہمراہ تھا آپ وضو کے لیے ایک نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ ایک زنبور (بھڑ) اڑتی ہوئی آئی اور آپ کے نزدیک بیٹھ گئی۔ میں نے اس زنبور (بھڑ) کو مارنا چاہا تو آپ نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے منع فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ ادب کرو یہ زنبور (بھڑ) بطرف ابھہ (مسکن حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے آئی ہے۔ مرشد سے ارادت کا یہ عالم تھا۔

بقول میر تقی میرؔ:

دور بیٹھا غبار میرؔ ان سے
عشق بنا ادب نہیں آتا

شریعت کی پابندی!

ولایت کی اوّل شرط شریعت کی پابندی ہے۔ اولیاء کرام میں کوئی بھی ولی آپ کو شریعت کے خلاف نظر نہیں آئے گا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک شخص بیس سال رہا واپس جانے لگا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کا مرید ہونے آیا تھا لیکن آپ سے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا: اس عرصہ میں مجھ سے کوئی خلاف شرع اور خلاف سنت عمل دیکھا ہے۔ اس نے جواباً کہا ہرگز نہیں۔ تو فرمایا: میری سب سے بڑی کرامت یہی ہے۔

حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی سب اولیاء کرام اور ولی کامل کی طرح شریعت کے پابند تھے۔ آپ نے نہ صرف شریعت کی پابندی فرمائی بلکہ دوسروں کو خلاف شرح کاموں سے منع فرمایا اور سرزنش فرمائی۔ آپ سفر و حضر میں تلاوت کے لیے ہر وقت قرآن پاک حمائل کے طور پر گلے میں رکھتے تھے لیکن دل کے مقام سے نیچے نہ ہونے دیتے۔ تلاوت کے وقت اتنا ادب ملحوظ تھا کہ اگر اچانک ہاتھ پاؤں کو لگ جاتا تو اسے دھوتے تاکہ وہی ہاتھ قرآن مجید کو مَس نہ کرے۔ قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھوکتے اور نہ ہی ایسی بے ادبی کو اچھی نگاہ سے دیکھتے۔

خلیفہ اوّل سلطان العارفین حضرت احمد دین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم اپنے وطن بھڈی شریف تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ جو آفتابہ تھا اس میں پانی دیا گیا تو آپ نے وضو کرنے سے پہلے پانی کو تول کر دیکھا سنت کے مطابق درست نکلا تو فرمایا الحمدللہ از روقیاس تو درست تھا مگر میزان بھی درست نکلا۔

ایک دفعہ ایک مسجد میں نماز پڑھی تو امام صاحب کو فرمایا مولانا اگرچہ آپ نے نماز بہت اچھی پڑھی لیکن اگر آپ سنت نبوی علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ادا کرتے تو بہتر تھا۔ (آنحضور ﷺ نمونہ شریعت تھے) مولوی صاحب نے قومہ اور جلسہ بطریق مسنون ادا نہ کیا۔ مولوی صاحب نے اِدھر اُدھر کی باتیں اور اعتراضات کر کے ٹال دیا اور حضرت کے ارشاد کی پرواہ نہ کی۔ اسی طرح دوسری دفعہ اسی مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے اس وقت بھی امام مسجد

کو سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی۔ مولوی صاحب نے عمل نہ کیا۔ جب تیسری مرتبہ مولوی صاحب نے دیکھا کہ حضرت صاحب موجود ہیں تو نہایت خشوع خضوع کے ساتھ سنت نبوی کے مطابق نماز ادا کی۔ مولوی صاحب کا بیان ہے جب میں نے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق نماز ادا کی تو میں نے بیت اللہ شریف کی زیارت کی۔ اس کے بعد ہمیشہ مولوی صاحب حسرت میں رہے اور کہتے کاش میں پہلے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر عمل کرتا۔

آپ کے خلفیہ محمد اعظم اٹھوال جو وضو کے لیے آفتابہ بھر کر لا رہے تھے کسی شخص کی خوش آواز سن کر وجد میں آ گئے اور مستانوں کی طرح رقص کرنے لگے۔ حضرت نے خفا ہو کر فرمایا کہ محمد اعظم آداب شریعت کو ملحوظ رکھو۔ موقع و محل کا خیال کرنا چاہیئے اور ہر جگہ کنجنی کی طرح ناچنا پھرنا نہیں چاہیئے۔

مولوی محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بے چارے بہت پریشان تھے۔ ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے تو حضرت وضو فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب نے یہ موقع مناسب جان کر دردسر کے بارے میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بطریق شریعت و سنت سر کا مسح کیا کرو۔ ان شاء اللہ دردسر رفع ہو جائے گا۔ (مولوی صاحب غالباً بوقت وضو شرع کے مطابق سر کا مسح نہ کرتے تھے۔ یہ بات آپ کو کشف سے معلوم ہوئی) بطریق شریعت اور سنت نبوی سر کا مسح کرنے سے دردسر رفع ہو گیا۔

میاں عبدالرحمٰن مؤذن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیادہ چل رہا تھا اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ میں نے پانی کا بھرا ہوا آفتابہ اٹھایا ہوا تھا۔ باقی خلفاء، مریدین اور معتقدین پیچھے آرہے تھے۔ راستہ میں حضرت صاحب گھوڑے سے اترے اور دریافت فرمایا کہ کیا یہ آفتابہ تمہارا ہے؟ میں نے کہا یہ حافظ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ کچھ فاصلہ پر کنواں آ گیا۔ آپ گھوڑے سے اترے، رفع حاجت کی اور کنویں کے پانی سے وضو کیا۔

حافظ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید اور خلیفہ تھے لیکن اس کے باوجود ان کی اجازت کے بغیر آپ نے ان کا لوٹا استعمال نہ فرمایا۔ یہ آپ کی پابندی شریعت کی بہترین مثال تھی۔

واجل (ڈیرہ غازی خان) تشریف لے گئے تو ایک فقیر جس کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے فرمایا سر کے بال زیادہ بڑھانا خلاف شرع ہے اور اس سے عبادت اچھی نہیں ہوتی۔ فقیر نے بال منڈانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا گھر جا کر منڈوانا۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خلیفہ سفر میں آپ کے ہمراہ تھا اور چلہ کر رہا تھا۔ روزے رکھتا لیکن افطار دودھ سے کرتا۔ ایک دن ایسی جگہ قیام ہوا جہاں دودھ میسر نہ تھا۔ اس نے صاحب دعوت سے دودھ لانے کے لیے اصرار کیا۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا لوگوں کو تکلیف دے کر دودھ میسر کراؤ گے تو روزہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت دودھ کے ساتھ افطار کرنے پر

منحصر نہیں۔ لوگوں کے لیے باعث تکلیف بننا خلاف شریعت ہے۔

مولوی محمد اکرم واعظ داجلی بیان کرتے ہیں کہ سید لعل شاہ کی حُب کے تعویذ کی وجہ سے کافی شہرت تھی۔ ضرورتمند لوگ چالیس پچاس روپے دے کر ان سے تعویذ لے جاتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔

ایک دفعہ سید لعل شاہ صاحب نوشہرہ آئے ہوئے تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ بندہ آپ سے ایک معاملہ میں خصوصی امداد کا طلبگار ہے۔ ضرور بالضرور توجہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب یہاں سے واپس جانے لگوں تو پھر بتانا۔ چنانچہ بوقت روانگی نہایت عاجزی سے التماس کی کہ مجھے تعویذ حُب کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ واقعی یہ تعویذ میرے پاس ہے اور اس کے اثر میں بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں لیکن افسوس ہے کہ اس کا عمل مجھ سے سلب کرلیا گیا ہے اور اب اس میں کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ یہ سن کر بہت مایوس ہوا اور سمجھا کہ شاید شاہ صاحب مجھے ٹال رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ ایک روز میں اپنے گھر سے بستی حاجی کماند جھوک اوترا کی طرف گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ راستہ میں سلطان التارکین حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ گھوڑے سے اتر کر میں نے آپ کی قدمبوسی کی۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا میاں لعل شاہ تم لوگوں میں فساد کراتے ہو۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ایک کو پریشان کر کے دوسرے کو مطمئن کر دیا۔ (یعنی دل کو ایک طرف سے ہٹا کر دوسری طرف مائل کر دیا۔) یہ کام بہت بُرا ہے۔ خلاف شریعت ہے۔ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں اس تنبیہ سے بہت خوفزدہ ہو گیا اور توبہ کر لی کہ آئندہ حُب کا تعویذ کسی

کو نہ دوں گا۔ چنانچہ دو تین ماہ تک اس کام سے گریزاں رہا۔ آخر لوگوں کے بہت مجبور کرنے پر توبہ توڑ دی اور تعویذ کا سلسلہ پھر شروع کر دیا لیکن اب کے یہ عجب بات ظہور میں آئی کہ تعویذ کا جو اثر پہلے ہوتا تھا وہ اب بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ بار بار کے تجربہ کے بعد بھی یہی حالت رہی تو لاچار دوبارہ تائب ہو گیا اور اب اس عمل کو جاری رکھنے کی قطعی ہمت نہیں۔ ولی اللہ کے تصرف نے اس کا اثر سلب کر لیا ہے۔ لہٰذا اس تعویذ سے تم کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بزرگان کرام مخلوق خدا کی بہبود کے لیے تعویذ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے لیکن اس کو ایذا رسانی یا ناجائز کاموں کے لیے استعمال میں نہیں لاتے۔ اس لیے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمل حُب کو جو فساد خلق کا ذریعہ تھا۔ اس سے لعل شاہ صاحب کو باز رہنے کی تلقین کی۔ لیکن جب وہ باز نہ آئے تو روحانی تصرف سے اس عمل کی تاثیر زائل کر دی۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مجذوب کی صحبت میں بیٹھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ بظاہر شرع کے پابند نہیں ان کی مثال چینی کی ہے۔ جس کی مٹھاس میں کوئی کلام نہیں لیکن اگر اس میں گندگی شامل ہو جائے تو چینی ناپاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لوگ چینی کی مثال ہیں جن میں خلاف شرح عوامل شامل ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر مشہور ہو گئی آپ کے مرید صادق میاں یار محمد نجار مرحوم اس خبر وحشت اثر سے اپنا مال و اسباب راہ خدا میں لٹا کر گھر سے نکل کر تحقیق کے لیے چل پڑا۔ کنارہ دریا پر آپ کو دیکھا گدڑی سی

رہے ہیں۔ دیکھ کر فرمایا: میاں یار محمد خبر سچی تھی لیکن دراصل حاجی علی اکبر فوت ہوئے ہیں۔ چلو ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ لیں۔ قبر پر پہنچے تو ہم نے سنا قبر میں سے ذکر جہر کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت خواجہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ حاجی علی اکبر تجھے ذکر الٰہی تو یاد ہے لیکن شریعت کا پاس نہیں۔ اس کے بعد قبر سے ذکر کی آواز آنا بند ہوگئی۔

اسراف ناپسند!

حضرت کو اسراف ناپسند تھا۔ آپ ہمیشہ بے جا اسراف سے نہ صرف منع فرماتے بلکہ آپ خود بھی اس پر سختی سے کاربند تھے۔ بوقت تلاوت قرآن پاک دیا مدھم جلاتے تاکہ تیل زیادہ خرچ نہ ہو اور سوتے وقت دیا بجھا دیتے۔ موسم سرما میں کمرے میں جو آگ جلائی جاتی رات کو اس کے انگاروں پر لوٹا پانی کا بھر کر رکھ دیتے تاکہ صبح کی نماز تک پانی وضو کے لیے گرم ہو جائے اور انگارے ضائع بھی نہ جائیں۔ پانی گرم کرنے کے لیے آگ نہ جلانی پڑے اور لکڑی خرچ نہ ہو۔

آپ کے خلیفہ اوّل سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کافی عرصہ کے بعد گھر تشریف لائے۔ آپ کو کھانے میں مسور کی دال بہت پسند تھی۔ گھر والوں نے مسور کی دال میں گھی ڈال کر پرتکلف طریقہ سے تیار کی۔ جب حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور غصہ سے فرمایا اگر تکلفات کا یہی سلسلہ رہا تو فقیر تمہارے ہاں نہ آئے گا اور نہ کھانا کھائے گا۔ حضرت سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اوّل) فرماتے ہیں ایک دفعہ قبلہ سلطان التارقین قدس سرہ العزیز بھڈی شریف (حضور کا سابق مسکن)

تشریف لائے تو آپ کو کھانسی کا عارضہ لاحق تھا۔ ہم نے ایک طبیب سے لعوق تیار کرا کے آپ کو دیا۔ جس سے کافی افاقہ ہوا۔

چنانچہ دوبارہ یہی لعوق بھائی صاحب تیار کرا کر آپ کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا: اس پر کیا خرچہ آیا ہے؟ بھائی صاحب نے بتایا کہ پانچ ٹکے۔ آپ یہ سن کر جلال میں آ گئے اور لعوق واپس کر دیا اور فرمایا پیسے کا اسراف ہے۔ اتنی معمولی تکلیف کیلئے اتنی قیمتی دوا۔

ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ کی تشریف آوری پر دعوت کا اہتمام کیا کافی لوگوں کو مدعو کیا اور بہت سے پُر تکلف کھانے پکائے۔ جب دستر خوان لگ گیا تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر اسی طرح تکلف اور اسراف کیا گیا تو فقیر تمہارے پاس کبھی نہ آئے گا۔ جس پر صاحب دعوت نے آپ سے معذرت چاہی۔

دولت سے نفرت!

حضرت کو دولت سے سخت نفرت تھی۔ زیورات اور روپے پیسے کو ہاتھ لگانے سے بھی پرہیز فرماتے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی اسی نہج اور اسی انداز میں گزار دی۔ آپ نے نہ کبھی نذرانہ قبول فرمایا اور نہ تعویذ کی اجرت۔

ایک مرتبہ آستانہ عالیہ گیلانی اوچ شریف تشریف لے گئے۔ مخدوم گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھیلی روپوں کی نذر گزاری۔ آپ نے لینے سے انکار فرمایا۔ مخدوم صاحب کا دل رکھنے کے لیے تھیلی میں سے ایک روپیہ لیا اور وہ بھی دربار شریف کی نذر کر دیا۔

حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ علماء سے خاص تعلق خاطر رکھتے تھے اور اکثر ان لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے جنہیں علم دین سے خاص شغف تھا۔ ایسے ہی ایک عالم کے ہاں سال میں ایک مرتبہ ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ وہ ہمیشہ جنس یا کپڑے کی شکل میں کوئی نذرانہ پیش کرتے۔

ایک دفعہ حسب معمول آپ ان کے ہاں گئے اور جب رخصت ہو کر جانے لگے تو صاحب خانہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کو صافہ پیش کر کے کہا حضرت مقررہ معمول فراموش ہو گیا تھا۔ از راہ شفقت اسے قبول فرمالیں۔ لفظ معمول سن کر آپ کا مزاج برہم ہو گیا اور غصے میں فرمایا معمول مراسیوں کا ہوتا ہے۔ فقیر ایسی باتوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ آپ صافہ واپس لے جائیں۔ غرض آپ نے صافہ قبول نہ کیا اور تشریف لے گئے۔

حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ عارف معارف حضرت دیوان محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا انس رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے جانو والا جہاں دیوان صاحب کی جاگیر تھی حضرت کی دعوت کی اور دو وقت کھانے پر تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ خرچ کر دیا۔ مزید برآں رخصت کے وقت قیمتی کپڑوں کا ایک بقچہ اور اشرفیوں اور روپے سے بھرا ہوا ایک تھال کپڑوں میں رکھ کر حضرت کی نذر کیا۔ حضرت قبلہ عالم نے اپنے خادم سے کہا کہ بقچہ میں سے ایک کپڑا نکال لو۔ حسب ارشاد خادم نے بقچہ کھول کر کپڑا نکالا تو اس میں سے اشرفیوں اور روپوں کا ایک طشت بھی بھرا ہوا نکلا جب آپ کی نظر اس طشت پر پڑی تو فرمایا کہ اس میں سے ایک روپیہ لے کر دیوان صاحب کو واپس کر

دو۔ دیوان صاحب نے بڑی منت سماجت کی حضور اس نذر کو قبول فرما لیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور دعوت پر بے جا اسراف کے لیے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

ایک دفعہ آپ کا ایک عقیدتمند آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت میرے پاس کیمیا (سونا بنانے) کا نسخہ ہے میں آپ حضور کی نذر کرنا چاہتا ہوں لنگر میں کام آئے گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ جب آپ پیشاب کرنے کی غرض سے تشریف لے جانے لگے تو آپ نے اس شخص کو بھی ہمراہ لے لیا اور فراغت پا کر جس مٹی کے ڈھیلے سے پیشاب خشک کیا تھا اس کو اس شخص کے سامنے زمین پر دے مارا مٹی کا ڈھیلہ جتنی جگہ پر بکھرا وہ زمین ساری سونے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئی۔ اس پر آپ نے اس شخص سے فرمایا: فقیر کیلئے سونے کی یہ اہمیت ہے تم اپنا نسخہ اپنے پاس رکھو یعنی سونے کی حیثیت فقیر کے نزدیک پیشاب کے برابر ہے۔

خلیفہ محمد موسیٰ داجلی سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ دریا کے کنارے پہنچے کشتی موجود نہ تھی۔ اتفاق سے ایک کشتی آ گئی جس میں برات تھی کشتی والوں کی نظر حضرت پر پڑی تو فوراً کشتی لے آئے۔ حضرت صاحب سے عرض کی آپ اپنے ہمرائیوں سمیت دریا عبور فرمالیں۔ دریا عبور کرنے کے بعد سناسیوں کے سردار نے آپ کی خدمت میں اکسیر کا ٹکڑا پیش کیا۔ حضرت نے ریت کی ایک مٹھی لے کر کپڑے پر رکھ دی جو سونا بن گئی۔ سنیاسی سے فرمایا دونوں لے لو۔ سنیاسی فوراً مسلمان ہوگیا اور اکسیر سے توبہ کر لی۔

شہرت سے اجتناب!

حضرت سلطان العاشقین رحمۃ اللہ علیہ شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات سخت ناگوار ہے کہ مجھے کوئی امیر، رئیس یا نواب سے منسوب کرے اور کہا جائے کہ میں فلاں نواب یا رئیس کا پیر و مرشد ہوں۔ ایک دفعہ آپ بڑے زمین دار کہر خان کے ہاں مریدین سمیت دعوت پر تشریف فرما تھے۔ کسی دیہاتی نے اپنے ساتھی سے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ آپ ہمارے زمیندار کہر خان کے پیر ہیں۔ یہ سن کر آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی اور وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آبیٹھے۔ نماز ظہر سے عصر تک استغفار پڑھتے رہے۔ عصر تک یہی کیفیت رہی۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد طبیعت سکون میں آئی۔

نوابوں سے دوری!

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ والی ملک، حاکم اور افسران کو کبھی بھی اپنے قریب نہ کرتے۔ ان کو احکام الٰہی کی تلقین فرماتے اور خلاف شرع فعل پر سخت سے سخت سرزنش فرماتے۔ آپ نے زندگی بھر کسی نواب، سردار یا حاکم کو مرید نہیں بنایا۔

نواب بہاول پور، بہاول خاں داد پوترہ ریاست بہاول پور کے قیام سے قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چولستان (روہی) میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے دوزانو ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت نے اس کو کپڑے پر جس پر آپ تشریف فرما تھے بیٹھنے کے لیے کہا تو بہاول خان نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضرت ادب اجازت نہیں دیتا کہ آپ جس کپڑے پر بیٹھے ہیں اس پر بیٹھنے کی گستاخی کروں۔ آپ نے اسرار فرمایا تو بہاول خاں آپ کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کپڑے کے ایک نہایت قلیل حصہ پر بیٹھا اور دست بستہ عرض

کی کہ تعمیل حکم ہوگئی ہے۔ حضرت سے ہندو مہاراجہ سے لڑائی میں فتح یاب ہونے کی دعا کے لیے درخواست پیش کی۔ حضرت نے دعا فرمائی اور فرمایا بہاول خاں اگر اس پورے کپڑے پر بیٹھتے تو پورا ہندوستان تمہارا تھا۔ آپ نے اس وقت موجود مال کی رسی (مال جس سے کنویں کے لوٹے باندھے جاتے ہیں) بہاول خان کے سر پر رکھ کر فرمایا لو بہاول خان تمہاری تاج پوشی ہوگئی۔

حضرت کی دُعا برکت سے بہاول خان داد پوترہ نے سابق ریاست کے حکمران ہندو راجہ کو شکست دی اور بہاول خان عباسی اوّل کے لقب سے ریاست بہاول پور کی بنیاد رکھی۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس رسی سے دستار بندی فرمائی تھی بطور تبرک محفوظ کر لی اور اس پر چاندی کی پتری چڑوائی۔ بوقت رسم تاجپوشی اس رسی کو بطور تبرک اپنے سر پر رکھا اور یہ رسی جس پر چاندی کا خول چڑھا ہوا ہے خاندان عباسیہ کے پاس محفوظ ہے اور ریاست بہاول پور کے ہر نواب کی تاجپوشی کے وقت نیا حکمران بطور تبرک سر پر ضرور رکھتا ہے۔ روہی میں وہ جگہ بھی موجود ہے جس جگہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت فرمایا کرتے تھے اور بہاول خان حاضر خدمت ہوا تھا۔ اس جگہ کو کنڈا سیرانی کہا جاتا ہے۔

نواب بہاول پور بننے کے بعد بہاول خان عباسی اوّل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کر مرید ہونے کے لیے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: بہاول خان تم نواب ہو اور میں فقیر۔ تم چاچڑاں شریف جا کر بیعت حاصل کرو۔ فقیر اور فقیر کے خاندان سے تمہارے خاندان کا کوئی سربراہ مرید نہ ہوگا۔ آپ کے فرمان کے مطابق حضرت کے خلفاء میں سے کسی نے بھی نواب بہاول پور

کے کسی سربراہ کو مرید نہیں فرمایا۔ کئی نواب آپ کے خلفاء کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے لیکن آپ کے خلفاء نے فرمایا کہ یہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کے خلاف ہے۔ اس کا احوال آگے آئے گا۔

ایک مرتبہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف میں مقیم تھے۔ نواب محمد بہاول خان اوّل (والی ریاست بہاول پور) اوچ شریف تشریف لائے۔ حضرت کے قیام کا علم ہوا تو قدم بوسی کے لیے حاضر خدمت ہوئے اور نواب صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ غلام اس ملک ریاست بہاول پور میں آپ کا نائب ہے۔ اس کلمہ سے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو جوش آ گیا اور فرمایا تو میرا کیسا نائب ہے تو نہیں جانتا کہ نائب کا گناہ منیب کے نام لکھا جاتا ہے۔

یہ سن کر نواب صاحب کے لب خشک ہو گئے اور حضرت کی ہیبت سے کانپنے لگے۔ آپ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا: بہاول خان یہ مملکت تمہیں دوسروں سے ملی ہے۔ اسی طرح تیرے بعد اوروں کو ملے گی۔ تمہیں لازم ہے کہ تم خلق خدا کے ساتھ نیکی کا سلوک اور احسان کرو۔

تمہارے اہل کار چھوٹے یا بڑے جو ظلم کریں گے ان کا حساب تم سے لیا جائے گا اور قیامت میں تم سے ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

دوسری مرتبہ بہاول خان عباسی اوّل (نواب بہاول پور) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے وظیفہ کے لیے گذارش کی۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہاول خان! خلق خدا کے ساتھ عدل و انصاف کرو اور رعایا کے کسی فرد پر ظلم نہ ہونے دو یہی میرا تمہارے لیے وظیفہ ہے اور ہدایت بھی۔

ایک مرتبہ نواب مبارک خان حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: آپ لوگ ہم فقیروں کا حال دیکھ کر پناہ مانگتے ہو تو ہم فقرا بھی آپ لوگوں (دنیا داروں) کا حال دیکھ کر اللہ تبارک تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔

نواب مظفر خان (گورنر ملتان) حضرت سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ جب بھی آپ ملتان یا اس کے نواح میں تشریف لے جاتے حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا۔ یاد رہے خانقاہ شریف میں آپ ایک غریب عورت کی جھونپڑی میں مدفون ہوئے۔ پہلا چبوترہ اور تالاب نواب مظفر خان (ملتان) نے تعمیر کرایا۔ نواب مظفر خان آپ کا مرید ہونا چاہتا تھا لیکن آپ ہمیشہ اس سے مختصر گفتگو فرما کر اسے رخصت فرما دیتے۔

محمد خان سدوزئی افلاس کے دن بسر کرتا تھا ایک مرتبہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا تو فرط ادب سے پا پیادہ آپ کی خدمت بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اسے گلے لگا کر فرمایا محمد خان فقیر نے لیہ کی نیابت مع جملہ حدود تیرے سپرد کی۔ اگر تم نے ہمارے مریدوں اور جملہ فقیروں کی خدمت گزاری کی تو تیرے ایمان کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں نے تیری کمان میں بہت سے وتر ڈال دیئے ہیں۔ آپ کی دُعا برکت سے محمد خان سدوزئی لیہ کا نواب بنا اور خوشحال ہو گیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مختصر گفتگو کے بعد اسے فرمایا چلے جاؤ اور خلق خدا کی خدمت دلجمعی سے کرتے رہو۔ آپ نے اسے بیعت نہیں فرمایا۔

جذب وسکر!

آپ کے مرشد سلطان العاشقین حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ وجد و سماع اور جذب و کیف میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لیے آپ بھی اپنے مرشد کے رنگ میں رنگے گئے۔ حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری (مرحوم) لاہوری تحریر کرتے ہیں:

اوقات در جذب و سکر گزرایندے
واستغراق و بے خبری بحد کمال

ترجمہ: آپ اکثر اوقات جذب وسکر میں بسر فرماتے اور استغراق آپ پر اکثر باتوں کی وجہ سے حالت خودرفتہ طاری ہو جاتی۔

ایک دفعہ گلی میں سے ایک سبزی فروش آواز لگاتا ہوا گزرا۔ وہ سویا، پالک اور چوکی کا ساگ بیچ رہا تھا۔ جونہی ''سویا، پالک، چوکا'' کی آواز آپ کے کان میں آئی آپ خودرفتہ ہو گئے اور فرمانے لگے: ہم دن رات کا بیشتر حصہ سونے میں گزار دیتے ہیں ذکر خدا سے غافل رہتے ہیں آخر ہمارا انجام کیا ہو گا؟ سبزی فروش کی آواز سے آپ نے جو معنی اخذ کیئے وہ یہ تھے۔ سویا بمعنی سونے والا، پالک بمعنی لحہ، چوکا بمعنی غافل۔ اس کی تشریح یوں ہے: ذرا آنکھ لگی اور آدمی نقصان سے دوچار۔

سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حالت وجدان کی وجہ سے کئی روز تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور عالم مستی میں رہتے تھے۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے اپنے بھائی کیلئے دعا کرائی تو اس

شخص کی حالت تبدیل ہوگئی۔اس سے پہلے ذکر الٰہی کی طرف اس کا بالکل رجوع نہ تھا۔
دُعا کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ درزی کپڑا سی رہا ہوتا تو سوئی کی آواز پر وجد میں آجاتا۔

سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی یہ حالت ہوگئی کہ ٹھٹھیرے ظروف (برتن) بنا رہے ہوتے تو ان کے ہتھوڑوں کی آواز پر حق حق کر کے وجد میں مست ہوجاتے۔

حضرت کا ایک مرید کا یہ حال تھا کہ دودھ دوہنے کی آواز پر وجد میں آجاتا۔

حضرت کی سواری کے لیے ایک اونٹ اور گھوڑا تھا۔اونٹ کا نام درگاہی اور گھوڑے کا نام توکّل تھا۔درگاہی کے متعلق تحریر ہے کہ اس پر اکثر وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی۔جب درگاہی وجد کی کیفیت میں آتا اس کا چرواہا محمد اعظم اٹھوال درگاہی کی گردن میں باہیں ڈال دیتا اور وہ بھی استغراق میں چلا جاتا۔اس لیے محمد اعظم کو درگاہی کا خلیفہ کہا جاتا تھا۔

خلفا!

حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنا زیادہ تر وقت سفر میں بسر فرمایا۔لیکن آپ کے فیض خاص سے آپ کے بعض خلفاء کو وافر حصہ نصیب ہوا۔یہاں پر حضرت کے ان خاص خلفاء کا ذکر کیا جارہا ہے جو حضور کے فیض انوار باطنی سے آراستہ تھے۔

۱- حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب (بھتیجا) خلیفہ اوّل دربار عالیہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف۔

۲- حافظ قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ سکنہ موضع قائم پور (گوٹھ قائم رئیس) یہ

بزرگ نواب سرفراز خان ملتان کے پیر تھے۔

۳- خواجہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کا مزار شریف حضرت شیخ کے مزار کے متصل ہے۔

۴- شیخ محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریشی سامانی۔

۵- شیخ محمد انور صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی اپنے شیخ صاحب کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

۶- شیخ اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار بیرون پاک دروازہ نزد ریلوے اسٹیشن ملتان میں ہے۔ یہ بزرگ ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔شیخ کی اتباع میں سیر وسیاحت کی ۱۲۶۵ھ میں وصال پایا۔

۷- شیخ نتھو (دہراجی. کاٹھیاواڑ ہندوستان) جنہوں نے آپ کی زہر آلود قے نوش فرمائی۔

۸- شیخ دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہان گڑھ میں ان کا مزار مرجع خاص وعام کے لیے زیارت گاہ ہے۔

۹- حافظ عبدالکریم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ان کی حسن قرأت کا جواب پورے پنجاب میں نہ تھا۔

۱۰- میاں عبدالسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ نومسلم تھے۔ پہلے جوگی تھے جن کے مشرف باسلام ہونے کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔حضرت نے ان کی قوت استدراج سلب کر لی تھی جس سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا اور پھر حضرت کے فیض صحبت کی بدولت باطنی کمالات کو پہنچے۔

۱۱- حضرت دیوان محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلال پوری (ضلع ملتان)
یہ حضرت پیر قتال رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ المعروف
خوش دل تھے۔

۱۲- شیخ دوست محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مزار جہانگڑہ میں مرجع
خلائق ہے۔

۱۳- مولوی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نواب سر صادق محمد خان خامس کے
اتالیق مولوی غلام حسین مرحوم کے دادا اور ریاست بہاول پور کے ہوم
منسٹر۔ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ محکم الدین
سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا اندرونی کٹہرہ انہوں نے بنوایا تھا۔

۱۴- خلیفہ محمد صدیق صاحب داجلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵- خلیفہ محمد وارث صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۶- خلیفہ محمد اعظم اٹھوال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۷- خلیفہ محمد مقبول کھوکھر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۸- مہر وخان پرجانی صاحب رئیس وبانی گوٹھ مہر وخان بہاول پور

۱۹- میاں سلطان محمود برنڈی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۰- حضرت حافظ محمد جمال مارواڑ (ہندوستان)

۲۱- حاجی کچی معروف بہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن
لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اویسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:
از من تا اویس قرنی علیٰ نبینا و علیہ السلام صرف سنہ ۳ھ واسطہ درمیان اند

بدیں طور کہ شیخ عبدالخالق بلا واسطہ مرید حضرت اویس قرنی بودند و برادر زادۂ شان محکم الدین قدس سرہ مرید و خلیفہ عبدالخالق بود و حاجی کچی خلیفہ محکم الدین قدس اسراہم۔ (انوار الرحمٰن)

۲۲- مولوی محمد مراد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مزار پرانی کوتوالی بیرون لوہاری گیٹ ملتان احاطہ کے اندر ہے۔ حضرت مولانا علی مردان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف لطائف سیریہ آپ کے خلیفہ ہیں۔

۲۳- حافظ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مزار تارگنج ملتان میں ہے ان کی تاریخ وفات ۶ محرم ۱۲۶۲ھ ہے۔

۲۴- شیخ ابو طالب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بوقت وصال تمام خدمات سرانجام دیں۔

۲۵- حضرت سوبھا رحمۃ اللہ علیہ (سندھ) جن کا مزار میرپور متھیلو (سندھ) میں مرجع خلائق ہے۔

۲۶- حضرت نور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد) بہت بڑے کامل اور صاحب کرامت تھے۔

۲۷- میاں بھٹو سندھی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸- ملا عزت اللہ بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹- حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ ماڑ (ہندوستان)

۳۰- شاہ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ مومبارک (ضلع رحیم یار خان)

کرامات

اولیاء کرام لوگوں کے دلوں میں خدا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق کا بیج بوتے رہے اور اپنی کرامات سے کفار، جاہل اور گمراہ لوگوں کے سینہ میں اسلام کی شمع روشن کرتے گئے۔ ان حضرات کی گراں قدر خدمات کا صلہ ہے کہ سینکڑوں سال گزرنے کے بعد ان کی خانقاہیں مرجع خلائق ہیں اور لوگ پروانہ وار نذرانہ عقیدت پیش کرنے حاضر ہوتے ہیں۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا اگر مفصل ذکر کیا جائے تو اس کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ آپ کی کرامات یہاں مختصراً بیان کی جاتی ہیں۔

نمبر ۱:

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۲۶۷ھ) کے مرید صادق حافظ غلام محمد سکنہ ڈیرہ اسماعیل خان نقل کرتے ہیں حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حجام کا لڑکا گم ہو گیا۔ اس کا باپ بیٹے کی جدائی کی وجہ سے بہت پریشان اور بے چین رہتا تھا۔ وہ بے چارہ حضرت خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا رہتا کہ حضرت خدا کے لیے میرے حال زار پر توجہ فرمائیں کہ میرا نور العین مجھے جلدی آن ملے۔

حضرت جواب دیتے کہ بھائی مجھ میں طاقت نہیں۔ ہاں اگر تمہاری قسمت سے شہباز وقت یہاں آ گئے تو تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔

حسنِ اتفاق سے ایک دن حضرت خواجہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حجام کو کہا کہ شہباز وقت یہی ہیں۔ان کی خدمت میں جا کر مطلب بیان کرو۔حجام خدمت میں گیا اور التماس کی کہ حضرت اگر اجازت ہو تو آپ کی حجامت بناؤں آپ نے اجازت دے دی۔ جب حجامت کرنے لگا تو چاہا کہ مطلب زبان پر لائے لیکن مارے رعب کے کچھ نہ کہہ سکا بلکہ زار و قطار رونے لگا۔حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے سارا قصہ بیان کیا۔حضرت اسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے اور جلدی ہی واپس لوٹ آئے اور پھر حجامت کرانے لگے۔حجام ابھی حجامت بنا کر فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حجام کو اس کے بیٹے کے آنے کی خوش خبری سنائی۔حجام خوشی خوشی گھر گیا اور لختِ جگر کو سینے سے لگایا۔لڑکے سے جب دریافت کیا کہ تم کہاں گئے تھے؟ تو اس نے کہا میں کابل کے بازار میں ایک امیر کا سودا خریدنے آیا تھا کہ یکا یک ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اس شخص کا آدھا سر منڈھا ہوا تھا۔اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے گھر میں موجود ہوں۔ چنانچہ یہ روپیہ جو میرے ہاتھ میں ہے اسی امیر کا ہے۔سکہ دیکھا گیا تو وہ افغانستان کا تھا۔

نمبر۲:

۱۱ ربیع الآخر ۱۲۳۰ھ بروز جمعرات حضرت سید حسین شاہ صاحب جیلانی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان التارکین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک روز حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اس

حوض کے مشرقی کنارے پر جو حضرت غوث العالم غوث بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے مغرب کی طرف ہے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے دو تین مرتبہ تبسم فرمایا۔ بعض مقربین نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ابھی حضرت غوث العالم کی حویلی کے پاس دفن کیا گیا ہے۔ منکر نکیر اس کے پاس سوال و جواب کے لیے آئے تھے۔ حضرت غوث العالم بہ نفس نفیس وہاں تشریف لائے اور اسے منکر نکیر کے پنجے سے چھڑایا۔ میں نے حضرت غوث العالم کی روز روز کی تکلیف دیکھ کر جناب باری میں التماس کی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مقبول فرمایا ہے اور آئندہ اس قبرستان میں منکر نکیر کا آنا موقوف ہوا۔ استدعا منظور ہوگئی ہے۔

نمبر۳:

مولانا محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ مصنف لطائف سیریہ (فارسی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ اوباوڑہ (سندھ) کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں پر سو گئے۔ ایک شخص آیا اور آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ آپ کے پاؤں دبانے کی برکت سے اس کے ہاتھوں میں مشک نافہ جیسی خوشبو پیدا ہوگئی۔

مولانا تحریر کرتے ہیں کہ میں خود وہاں گیا اور وہ جگہ بھی دیکھی۔ معتبر لوگوں نے واقعہ کی تصدیق کی اور وہ جگہ بھی دکھائی جہاں پر آپ سوئے ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام بھی بتایا لیکن افسوس اس شخص سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ وہ کہیں گیا ہوا تھا۔

نمبر۴:

صوبہ سرحد میں حضرت مومن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک مسجد میں ایک درخت کے نیچے حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ دیر کے لیے قیام فرمایا۔ آپ کے قیام کی برکت سے کئی عرصہ تک لوگ اس درخت کے نیچے چھوٹی چھوٹی ڈلیاں جو مصری کی طرح میٹھی ہوتی تھیں چن چن کر کھاتے رہے۔

نمبر۵:

مولوی محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ افواہ اڑی کہ تیمور بادشاہ اوچ شریف سے گزرے گا۔ اس لیے مخدوم گنج بخش مغفور خائف ہو کر مخدوم ناصرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے جد امجد حضرت قطب العالم سید جلال الدین قدس سرہ کے مزار مبارک پر جا کر عرض کریں کہ ان کی توجہ سے بلائے جہان آشوب ہمارے سر سے ٹل جائے۔ مخدوم ناصرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں رات کو حضرت کی خدمت میں عرض کروں گا اور جو جواب ملے گا عرض کروں گا۔

صبح ہوئی تو مخدوم ناصرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب قطب العالم کی درگاہ سے ارشاد ہوا ہے کہ یہ معاملہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جائے ان کی توجہ سے تمہاری مراد حاصل ہو جائے گی۔ مخدوم گنج بخش صاحب نے کہا کہ معلوم نہیں حضرت صاحب اس وقت کہاں ہوں گے؟ مخدوم ناصرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت قطب العالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ارشاد فرمایا ہے تو کہیں نہ کہیں ضرور مل

جائیں گے۔ یہ بات سن کر مخدوم گنج بخش صاحب اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے مخدوم صاحب کی خدمت میں آ کر بتایا کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اُس کو اوچ شریف اور بولن شاہ کے درمیان راستے میں ملے ہیں۔ وہ ابھی زیارت سے فیض یاب ہو کر آیا ہے۔ مخدوم صاحب یہ خبر سنتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور راستہ میں ہی آپ مل گئے۔ آپ نے مصافحہ کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ مخدوم صاحب نے موقع پا کر عرض کی کہ حضرت سنا ہے تیمور بادشاہ آنے والا ہے۔ اس کے لشکر کی دستبرد اور لوٹ مار سے خلقِ خدا کو بہت نقصان ہو گا۔ اگر آپ کی توجہ سے اس کا آنا موقوف ہو جائے تو سب کا بھلا ہو گا۔ حضرت صاحب نے قلم، دوات اور کاغذ منگا کر چند سطریں لکھیں اور فرمایا کہ یہ خط لے جاؤ۔ لشکر کے آگے آگے ایک شخص بزغالہ (بھیڑ کے بچے) کو اٹھائے اور دامن میں گھاس ڈالے ہوئے ریوڑ چرا رہا ہو گا اسے دے دو۔

حسب الارشاد مخدوم صاحب نے وہ رقعہ بطور ڈاک چوکی کے اس طرف بھیج دیا۔ ہرکارہ نے لشکر کے آگے اس شخص کو دیکھا مگر اس کے خیال سے شاید یہ کوئی اور شخص ہو گا آگے روانہ ہو گیا۔ اسے آگے بڑھتا دیکھ کر اس شخص نے جس کے متعلق حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ہرکارہ کو بلایا اور کہا میاں! اِدھر آؤ میں تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ ہرکارہ لوٹ آیا اور حضرت کا رقعہ انہیں دے دیا۔ اس نے رقعہ لے کر ہاتھ اوپر اٹھایا جس سے رقعہ مرغ بن کر لشکر کی طرف اڑ گیا۔ مرغ کے اڑتے ہی بادشاہ مع لشکر فوراً وہاں سے واپس لوٹ گیا اور اوچ شریف آنے کا ارادہ فسخ ہو گیا۔

نمبر ۶:

ایک حاجت مند نے نہایت عاجزی سے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میرے بچوں کی شادی کا معاملہ درپیش ہے اور افلاس کے ہاتھوں تنگ ہوں۔ الاقارب کے مصداق اگر خرچ نہ کروں گا اور برادری کو رسم کے مطابق نہ کھلاؤں گا تو تمام خویش و اقارب طعنوں سے برا حال کر دیں گے۔ آپ اس وقت ایک صحرا میں ٹہل رہے تھے ایک ریت کے تودے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اوپر سے مٹی ہٹا کر جس قدر روپیہ درکار ہے نیچے سے نکال لو۔ اس نے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ سارا گڑھا روپوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے جتنا روپیہ اٹھایا جا سکتا تھا اٹھالیا اور باقی کا روپیہ اسی طرح دبا دیا اور جاتے ہوئے وہاں نشان لگا گیا۔ موقع پا کر جب پھر آیا تو وہاں کچھ نہ پایا۔

نمبر ۷:

خیر پور نور نگا میں میاں غلام رسول اور میاں غلام محمد کی والدہ شدید بیماری کی وجہ سے قریب المرگ تھیں۔ طبیبوں نے جواب دے دیا تھا۔ انہوں نے مایوس ہو کر تجہیز و تکفین کی تیاری شروع کر دی۔ اسی اثناء میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے آئے۔ مریضہ کی بیٹی حضرت کو اپنے گھر لے آئی اور رو رو کر عرض کرنے لگی مائی صاحبہ کی وفات سے ہمارا گھر ویران ہو جائے گا کیونکہ ہم لولے لنگڑے ان کے سایہ میں آرام سے دن کاٹتے ہیں۔ ان کی آہ وزاری دیکھ کر دریائے فیض جوش میں آیا اور دُعا کے واسطے جناب الٰہی میں دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ بعد دُعا فرمایا حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا مگر

ن کی سنت کی پیروی کرتا ہوں۔ایک شخص جو جان کنی کی حالت میں تھا دعا فرمائی
تھی اور وہ اچھا ہو گیا تھا۔آپ کی دُعا سے بھی مائی صاحبہ صحت یاب ہو گئیں۔

نمبر ۸:

۱۰ رمضان المبارک ۱۲۲۵ھ بوقت عصر حضرت جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف ''لطائف سیریہ'' (فارسی) اپنے مرشد کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔
آپ کے مرشد نے ارشاد فرمایا جس کو جیون داجلی صاحب نے اپنی کتاب میں یوں
نقل کیا ہے:

''ایک مرتبہ حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ
(سندھ) کے نواح میں جا نکلے۔ٹھٹھہ کے جنوب میں ایک گاؤں تھا جس میں سے
ہو کر آپ گزر رہے تھے۔ایک مکان سے ایک کنواری لڑکی کے قرآن پڑھنے کی
آواز آپ کے کان میں پڑی یہ آواز سن کر آپ بلا تامل اس مکان میں داخل ہو
گئے اور اس سے کلام الٰہی سنتے رہے حالانکہ وہ گھر پردہ والا تھا مگر کسی نے آپ کے
گھر داخل ہونے پر اعتراض نہ کیا۔ جب وہ لڑکی سوا پارہ کے قریب پڑھ چکی تو
آپ وہاں سے اٹھ آئے اور جدھر جانا تھا چل دیئے۔اس واقعہ کے بعد جب کبھی
آپ کا گذر وہاں سے ہوتا آپ اس کے گھر جا کر اس سے کلام الٰہی ضرور سنتے۔

ایک دفعہ کافی مدت بعد وہاں سے آپ کا گزر ہوا تو لڑکی کی شادی ہو چکی
تھی اور وہ ایک بچے کی ماں بن چکی تھی۔آپ حسب معمول اس گھر میں گئے اور
اس لڑکی سے قرآن پاک کی تلاوت کی فرمائش کی۔تعمیل ارشاد کے بعد اس نے
حضرت صاحب سے فرمائش کی مجھے ذکر اِرہ کی تلقین فرمائی جائے۔

حضرت نے کہا کہ تم اس کو پورا نہیں کر سکو گی کیونکہ تمہارا ظرف تنگ ہے۔

لڑکی نے اس جواب پر انتہائی سادگی سے کہا کہ حضرت میرا ظرف تنگ ہے یا حضور کا ظرف خالی ہے۔ یہ سن کر حضرت نے اسے ذکر ارہ کی تعلیم دے دی لیکن ادھر اس نے ذکر ارہ کا ورد کیا اُدھر اس کا سینہ شق ہو گیا۔ گھر والے یہ کیفیت دیکھ کر رونے پیٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد گھر کے مرد بھی آ گئے انہیں جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو وہ حضرت صاحب کی تلاش میں نکلے۔ آپ اس لڑکی کو ذکر ارہ کی تلقین کر کے وہاں سے چلے آئے تھے۔ یہ لوگ ڈھونڈتے ڈھانڈتے اس حویلی میں پہنچے جہاں آپ ایک کمرے میں قبلہ رو تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے غصہ میں کہا کہ یا تو اس مقتولہ کا جلد علاج کرو ورنہ تمہارا وہی حشر کیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا خاموش ہو جاؤ۔ شور مت کرو۔ لڑکی کی یہ حالت اسم ذات کے جوش اور حرارت سے نمودار ہوئی ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے بعد اپنا جھوٹا پانی دے کر فرمایا کہ یہ پانی مریضہ کے حلق میں ڈال دو اور اس میں سے تھوڑا سا پانی اس کے بچے کو بھی پلا دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اور وہ لڑکی اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔

نمبر۹:

ایک دفعہ سمندر میں طوفان آ رہا تھا۔ اس لیے جہازوں کی آمد و رفت بند تھی۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرب سے ہندوستان آنے کا قصد کیا تو فقرا نے ہر چیز موسم کے ناموافق ہونے کا عذر پیش کیا اور مزید کچھ دن وہیں ٹھہرنے کی استدعا کی۔ لیکن حضرت نے کسی کی بات نہ مانی اور وہاں سے روانہ ہو

گئے۔ ناچار دوسرے لوگ بھی آپ کے پیچھے چلے آئے۔ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو وہاں کوئی جہاز موجود نہ تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا تم سب آنکھیں بند کر کے میرے پیچھے ہولو۔ انہوں نے ایسا کیا تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولنے کا ارشاد ہوا۔ جب لوگوں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام جماعت سمندر کے دوسرے کنارے پر موجود ہے۔ آپ کی نعلین مبارک (جوتا) خشک ہے البتہ صرف تلا کسی قدر گیلا ہے۔

نمبر ۱۰:

میاں محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''لطائف سیریہ'' (فارسی) تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرشد کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ہم قصبہ راٹھیہ میں عصر کے بعد حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک فقیر مسجد کے بیرونی دروازہ سے مسجد میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس فقیر کو دیکھ کر حضرت اپنی نشست سے اٹھے اور اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھے آپ اس کے پاس گئے اور کان میں کچھ کہہ کر اپنے ساتھ لے آئے۔ موقع پا کر میں نے اس فقیر کو اپنے ساتھ لیا اور صحرا کی طرف نکل گیا۔ وہاں جا کر فقیر سے تنہائی میں اس قصہ مخفیہ کے متعلق دریافت کیا۔ پہلے تو فقیر نے انکار کیا مگر میرے بے حد اصرار پر اس نے بتایا کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف (عراق) میں فوت ہو گئے تھے اور میں آپ کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور تدفین میں شریک تھا۔ آج جو یہاں آیا اور آپ کو زندہ پایا تو حیران رہ گیا۔ اسی وجہ سے حضرت صاحب جلدی سے میرے پاس آ کر چپکے سے کہا اس قصہ کو مشہور نہ کرنا۔

نمبر ۱۱:

حضرت سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (خلفیہ اوّل) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ پچھی میں تشریف فرما تھے۔ یہ فقیر اور دو تین خادم ہمراہ تھے۔ ایک مسجد میں جو قبرستان کے کنارے پر واقع تھی نماز ظہر کے لیے وضو کرنے لگے۔ وضو کے دوران میری نگاہ جو قبروں پر پڑی کہ قبروں کا تمام حال ہو بہو منکشف پایا۔ جب تک سلطان التارکین حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ وضو فرماتے رہے وہی حالت رہی۔ آپ وضو فرما چکے تو یہ صورتحال ختم ہوگئی۔ جب میں نے ساتھیوں کے سامنے یہ کیفیت بیان کی تو سب نے کہا ہم سب پر بھی یہ حال وارد تھا اور اس بحر مواج کا فیض سب کو مالا مال کر رہا تھا۔

نمبر ۱۲:

زبدۃ الاماثل حضرت مولانا حافظ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ تقریب ضیافت میں ایک شخص کے ہاں گئے جس کا گاؤں پیرواہ کے کنارے پر واقع ہے۔ چاشت کے وقت جب فقیروں میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا ایک مسافر فقیر آیا۔

حضرت اس کو دیکھ کر محجوب اور شرمندہ ہوئے۔ حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ اس فقیر کو روٹی دو اور خوب خاطر مدارت کر کے خوش کرو۔ حاضرین متعجب تھے کہ کیا معاملہ ہے۔ جب فقیر کھانا کھا کر چلا گیا تو ایک شخص نے اس کے پیچھے جا کر حقیقت حال معلوم کی۔

معلوم ہوا کہ آپ اس فقیر کے ساتھ کسی شہر میں ایک ہی حجرہ میں مقیم

تھے۔ وہاں مرض دنبل میں مبتلا رہے اور آخر اسی مرض کی وجہ سے اس دارفانی سے کوچ فرمایا۔ مذکورہ فقیر غسل، جنازے اور دفن کے وقت وہاں موجود تھا۔ اس وقت اس نے حضرت کو زندہ پایا تو متعجب ہوا آپ اس راز کے فاش ہو جانے کی وجہ سے متوش ہو گئے۔

نمبر ۱۳:

حضرت خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آغاز جوانی میں بمقام خیر پور ٹامیوالی میں ایک بزرگ کی خدمت میں جو صاحب المدارج عالیہ تھے استفادہ کے لیے بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً حضرت سلطان التارکین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسجد میں تشریف لے آئے۔ میں حضرت کی نورانی صورت کو دیکھتے ہی آپ کا شیدہ ہو گیا اور اسی وقت اس بزرگ کے پاس سے اٹھ کر کمال اخلاص کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میری یہ حرکت بزرگ مذکور کو بہت ناگوار گزری۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو سارا ماجرا (ناراضگی کا) حضرت سے عرض کر دیا۔ آپ خاموش رہے۔

میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ بزرگ مذکور شیر بن کر مجھ پر حملہ آور ہوئے اور مجھے کھانا چاہتے ہیں مجھ پر شدید خوف طاری تھا کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے ہیں اور اپنے عصائے مبارک سے شیر کو ڈرا کر وہاں سے بھگا دیتے ہیں۔ علی الصباح جو میں اٹھا تو دیکھا کہ وہ بزرگ مذکور مسجد سے اپنا سامان اٹھا کر جانے کو تیار ہیں۔ مجھے پاس بلایا اور فرمایا میاں ہم تم سے ناراض نہیں ہیں۔

نمبر ۱۴:

میاں صالح محمد ساکن اوچ شریف جو کہ حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ کے خادمین اور معتقدین میں سے تھا بیان کیا کہ علاقہ کچھی میں ایک داؤد پوترہ رئیس کا باغ تھا۔ صبح کے وقت حسب معمول باغبان اس میں گیا تو کیا دیکھتا ہے تمام درختوں کے پتوں اور شاخیں اسم ذات کا ورد کر رہی ہیں۔ مالی یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور سارے باغ میں پھرا کہ اس اچھنبے کا باعث معلوم کرے۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گوشہ میں ایک بزرگ مراقبے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسے یقین ہوا کہ اسی مرد کامل کی برکت سے یہ عجیب وغریب واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ دوڑتا ہوا گیا اور باغ کے مالک کو اس کی اطلاع دی۔ وہ رئیس شہر اور قاضی کو ہمراہ لے کر آیا اور مالی کی بات کو درست پایا۔ یہ صاحبان ہاتھ باندھ کر حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو انہوں نے قدم بوسی کی۔ قاضی صاحب نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس بزرگ سے کر دوں اور داد پوترہ رئیس نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اپنی ہمشیرہ کا عقد ان کے ساتھ کر دوں۔ آپ نے نور معرفت سے ان کے خیالات سے واقف ہو کر فرمایا کہ فقیر تمہارے دام میں نہیں پھنسے گا۔ سردار مذکور نے عرض کی قبلہ اگر اجازت ہو تو ماحضر پیش کروں۔ حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ اسی وقت کھانا حاضر کیا گیا۔ آپ نے تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ فقیر کا نام محکم الدین ہے اگر تم پر کوئی مشکل آن پڑے تو مجھے یاد کر لینا۔ ان شاء اللہ اسی وقت حاضر ہو جاؤں گا اور یہ فرما کر آپ وہاں سے چل دیئے۔

چند سال بعد رئیس کی اس بہن کا انتقال ہو گیا جس سے وہ آپ کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ مرنے کے بعد عورت کا چہرہ ایسا بدنما ہو گیا کہ دیکھنے سے خوف آتا تھا۔ اس صورتحال کی وجہ سے رئیس اور اس کے خویش و اقارب بہت پریشان ہوئے۔ میت کی شکل کسی کو نہ دکھاتے تھے۔ اسی پریشانی کی حالت میں رئیس کو حضرت کا وعدہ یاد آ گیا۔ فوراً وضو کر کے مسجد میں گیا اور بہت عاجزی سے سربسجود ہو کر باری تعالیٰ سے التجا کی اور دردناک آواز سے حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو پکارا۔ پکارنے کی دیر تھی کہ حضرت صاحب مسجد کی محراب میں نظر آئے اور آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا میاں فکر نہ کرو اور جلدی سے میت کی تجہیز و تکفین کرو۔ حسب الحکم گھر آیا اور میت کو دیکھا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ شکر الٰہی بجالایا اور خوشی سے اس کی تکفین و تدفین میں مصروف ہو گیا۔

بندگان حق کہ رحم و بزد بار
خوئے حق دارند در انجام کار

نمبر ۱۵:

زبدۃ الامثال جناب محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کہروڑ پکا) جو حضرت سید مومن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے نامدار میں سے ہیں اور کچھی (امیر محمد خان بروہی والا) میں سکونت رکھتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سید مومن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برخلاف عادت نماز عصر اور مغرب کے درمیان اپنے شہر لوہ شریف کے باہر اکیلے تشریف لے گئے اور بارہ ٹنکے ہاتھ میں لیتے گئے۔ حاضرین متعجب تھے کہ کیا معاملہ ہے؟ اتنے میں حضرت شاہ صاحب

واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ کھانا تیار کرو ایک عزیز از جان مہمان آنے والا ہے۔ جب سورج چھپ گیا تو ایک بکروال نے آ کر شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک فقیر نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور تسبیح اور چھ ٹنکے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ یہ پیسے تسبیح کی قیمت سے زیادہ تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ صاحب کھجی داد پوترہ میں رک گئے ہیں کیا یہاں تشریف نہیں لائیں گے؟ کچھ صاحبان نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کس کے متعلق فرما رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس لیے میں شہر کے باہر جا کر ان کی زیارت سے مشرف ہوا اور بارہ ٹنکے تسبیح خریدنے کے لیے دیئے تا کہ تسبیح مکہ معظّمہ سے لیتے آئیں۔ مجھے یقین تھا کہ آپ عصر کی نماز مکہ معظّمہ میں ادا کرنے کے بعد مغرب یہاں آ کر پڑھیں گے۔ اس لیے میں نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر آپ کو نماز مغرب نواح بہاول پور میں ادا کرنے کا اتفاق ہوا۔

نمبر ۱۶:

جامع علوم ظاہری و باطنی مولانا محمد عبداللہ سنگر احمد پوری بیان کرتے ہیں کہ ایک قاصد نماز اشراق کے وقت ٹھٹھہ (سندھ) سے ہندوؤں کی ہنڈیاں لے کر شجاع آباد (ضلع ملتان پنجاب) میں وارد ہوا اور کاغذات مکتوب الیہم کے سپرد کئے انہوں نے قاصد سے روانگی کی تاریخ پوچھی اس نے جواب دیا کہ آج ہی وہاں سے چلا ہوں۔ میری روانگی کے وقت سورج ایک نیزہ کے برابر نکلا ہوا تھا۔ وہ بنیے اور کہا اس قدر جھوٹ؟ قاصد نے جواب دیا میرا جھوٹ ہنڈی کی تاریخ دیکھنے سے

منکشف ہو جائے گا۔ جب ہنڈی کھول کر پڑھی گئی تو اس روز کی لکھی ہوئی پائی۔
سب حیران ہوئے اور متفقہ الفاظ میں بولے کہ بے شک تم کسی کامل ولی کے ساتھ آئے ہو جو اس قدر دور دراز کا فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے کر لیا۔ اس نے کہا کہ جب میں ٹھٹھہ کے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک مردِ خدا میرے آگے چل رہا ہے۔ میں نے اس سے منزل مقصود کا پتہ پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں شجاع آباد جاؤں گا۔ میں نے کہا میں بھی وہاں جا رہا ہوں۔ پس میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میرے خیال میں فقط ایک کوس فاصلہ طے ہوا ہوگا کہ ہم اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں آ کر اس شخص نے کہا کہ شجاع آباد یہی ہے۔ اتنا کہہ کر وہ تو اس مسجد میں جو شہر کے باہر ہے تشریف لے گئے۔ میں حیران ہوا اور تمہارا نام پوچھتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا راستے میں جو دریا تھا اسے کیونکر عبور کیا۔ اس نے کہا راستہ میں دو تین چھوٹی چھوٹی ندیاں پانی سے بھری ملیں جنہیں میں نے چھلانگ مار کر عبور کر لیا۔ یہ باتیں سن کر ایک پٹھان جو ہندوؤں کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت سلطان التارکین حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن گرفتہ تھا جوش محبت سے رونے لگا اور قاصد کے سامنے حضرت کا حلیہ بیان کیا۔ قاصد نے حلیہ کی تصدیق کی۔ وہ پٹھان قاصد کو ہمراہ لے گیا تاکہ وہ مسجد دکھائے جہاں آپ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں حاضر ہو کر حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔

نمبر ۱۷:

حضرت سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھڈی شریف میں جو میرا مولد اور اصل وطن ہے۔ اپنے دلی دوست صلاحیت نشان میاں

عبد الغفور کے گھر میں قیلولہ کر رہا تھا کہ بطور کشف حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر منکشف کیا کہ گویا آپ بھنیاس میں درختوں کے سایہ تلے بیٹھے ہیں۔ میں اس خبر فرحت اثر سے آگاہ ہو کر اٹھا اور خوشی خوشی بھنیاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ فی الحقیقت وہاں موجود ہیں۔ میں نے قدمبوسی کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو ہمارے یہاں آنے کی خبر کس نے دی؟ میں چپ رہا۔ پھر یہی سوال کیا میں بدستور ساکت رہا۔ تیسری بار استفسار فرمایا تو میں نے باادب عرض کیا کہ اس حقیقت سے حضور نے خود ہی آگاہ فرمایا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور دیدار فیض آثار سے مشرف فرما کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ میں حسرت سے دیکھتا رہا اور دل میں خیال کیا کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آپ ہم فقیروں کے پاس ایک رات بھی نہیں ٹھہرتے۔ ادھر میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ اُدھر آپ نے گھوڑے کی باگ موڑی میں نے جانا کہ میری مراد بن آئی۔ آپ ضرور رات کے وقت میرے کاشانہ غم کو اپنے وجود کرم سے رشک ارم کریں گے۔ جب نزدیک آئے تو فرمایا کہ میاں کسی کے گھر میں نہ سویا کرو۔ مسجد میں شب بسری کی عادت ڈالو۔ یہ حکم دے کر تشریف لے گئے۔

نمبر ۱۸:

خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے دوستوں میں سے ایک صاحب جو اُبھہ میں رہتے تھے آپ کی زیارت کے شوق سے آپ کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنا راہ میں ایسی جگہ پر پہنچے کہ وہاں سے منزل مقصود کی طرف دو راستے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک تو دور اور باامن تھا اور دوسرا اگرچہ بہت نزدیک تھا مگر اس میں خونخوار شیر رہتا تھا۔ اس نے نزدیک کا راستہ اختیار کیا۔ ابھی

تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ شیر دھاڑتا ہوا نکلا اور ان پر حملہ آور ہوا۔ وہ بلائے ناگہانی کو دیکھ کر جناب باری میں التجا کرنے لگے۔ اتنے میں انہوں نے حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کا نعرہ سنا اور دیکھا کہ غیب سے ایک لوٹا شیر کے ماتھے پر لگ کر ٹوٹ گیا ہے۔ اس چوٹ سے شیر بھاگ گیا ہے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
قبضہ اش جز قبضہ اللہ نیست

اس کرشمہ کو دیکھ کر اس کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا اور شوق زیارت کا شعلہ اور بھی تیز ہو گیا۔ اس نے لوٹے کی ٹھیکریاں چن کر ایک کپڑے میں باندھ لیں اور اس طرح سر پر رکھ لیں جیسے کوئی قیمتی چیز کو عزیز رکھتا ہے۔ الغرض خدمت میں پہنچا اور دولت دیدار سے مستفیض ہوا۔ حضرت کے روبرو تو یہ ماجرا بیان نہ کیا مگر ایک شخص کو یہ قصہ سنایا اور ٹھیکریاں بھی دکھائیں۔ جس خادم کے ذمہ آفتابہ برداری کی خدمت سپرد تھی اس نے اس امر کی تصدیق کی کہ بے شک کل حضرت نے آب دست کر کے آفتابہ زمین پر پھینک کر توڑ دیا تھا۔ مگر اس کی ٹھیکریاں تو وہاں موجود تھیں۔ تعجب ہے تمہارے پاس بھی وہی ٹھیکریاں موجود ہیں۔

نمبر ۱۹:

حضرت محمد انور پٹولی ملتانی حضرت فاضل شاہ ساکن راوی کے نواسے بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کے خادموں میں سے ایک خادم آپ کی زیارت کے لیے دور دراز علاقہ سے آ رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچا تو سنا کہ حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ فلاں جگہ تشریف رکھتے ہیں وہاں سے اس

طرف جانے کے لیے دو راستے تھے۔ایک راستہ دو روز کا سفر تھا اور ایک راستہ ایک روز کا سفر کا تھا۔دو روزہ راستہ پر امن تھا مگر ایک روز والا راستہ پر خطر تھا۔وہ نزدیک کے راستے ہولیا تھوڑا سفر کیا تھا کہ شیر نے اس پر حملہ کر دیا۔اس نے مضطرب ہو کر حضرت کو یاد کیا۔یاد کرنا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ حضرت صاحب کا دست مبارک نمودار ہوا اور اس کی برکت سے بلا جہاں ٹل گئی۔

جب صحیح سلامت خدمت میں پہنچا تو یاران طریقت سے یہ قصہ بیان کیا۔انہوں نے بتایا کہ کل آپ نے وضو کر کے لفظ احمق زبان سے کہہ کر آفتابہ دیوار پر دے مارا اور توڑ دیا۔اس نے کہا آفتابہ کی ٹھیکریاں کہاں ہیں؟ چلو دیکھیں جب وہاں جا کر دیکھیں تو ٹھیکریاں موجود نہ پائیں۔فقیر نے وہی ٹھیکریاں اپنے دامن سے نکال کر دکھائیں۔لوگ حیران ہوئے (سبحان اللہ) حضرت کا تصرف حاضر و غائب کے لیے حیرت انگیز تھا۔محمد انور نے بتایا جس سید نے یہ قصہ بیان کیا وہ اس مجمع میں حاضر تھا جس کو ٹھیکریاں دکھائی گئیں۔

نمبر۲۰:

قاضی عبدالرحیم صاحب روایت کرتے ہیں کہ جس وقت جہاں خان افغان نے داجل کو تخت و تاراج کیا اس وقت میں بھی افغانوں کی قید میں مبتلا ہو گیا۔انہوں نے میرے ہاتھ رسے سے باندھ کر مجھے داجل میں ذلیل و خوار کیا۔یہاں تک کہ مجھے ہندوؤں کے محلے میں لے گئے جو میرے مکان کے شمالی جانب تھا۔میں انتہائی مغموم و ہراساں تھا اور کسی طرف سے امداد کی کوئی امید نہ تھی کہ یکا یک صاحب ولایت حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ لباس فاخرہ

پہنے گھوڑے پر سوار نمودار ہوئے اور ظالموں کو بڑی رعب دار آواز میں للکارا۔ جس کے بعد وہ لوگ بھاگ گئے۔ حضرت مجھے گھوڑے کے آگے آگے دھوبیوں کے محلے تک لے گئے اور پھر غائب ہو گئے۔ میں وہاں سے گیلانی سیدوں کے گھر سے ہوتا ہوا حلاجوں کی مسجد میں جا کر سو گیا۔ رات کے وقت خوشی خوشی اپنے خویش و اقارب سے جا ملا۔ مدت کے بعد جب میاں محمد فاضل صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت کا سلام پہنچایا اور قصہ مذکور بھی بیان کیا۔

نمبر ۲۱:

سید حسین شاہ صاحب نے اپنے مرید ہونے کا قصہ یوں بیان کیا ہے۔
وہ کہتے ہیں ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب ایک بزرگ گیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کشف و کرامات میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ رہتے تھے۔ ان کو غوث صمدانی محبوب رحمانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں سے روحانی طور پر شرف باریابی حاصل تھا۔ ان کے کندھوں پر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پالکی اٹھانے کے نشانات بھی موجود تھے۔ کمترین (حسین شاہ) ان کا بہت معتقد تھا اور ہر وقت ان کا مشتاق رہتا تھا۔ اس وجہ سے دو تین ماہ سے زیادہ گھر میں قرار نہ آتا تھا۔ کئی سال اسی طرح گزر گئے۔

ایک رات مجھے خواب میں حضرت خواجہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے جن سے میں نے خواب میں استفادہ حاصل کیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو دل میں آپ کی محبت جاگزیں پائی۔ چنانچہ حضرت کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اسی کے ساتھ گیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو محبت کا

رشتہ قائم تھا ٹوٹ گیا۔ میں اس صورتحال سے شرمندہ بھی تھا لیکن کسی پر راز مخفی کا اظہار نہ کرتا تھا۔ تقریباً چھ ماہ تک شہر ملتان میں رہا اور وہاں سے نکل کر کسی کے پاس نہ گیا۔ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت روز افزوں تھی۔ گیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نور کشف سے میرا حال معلوم کیا اور مجھے بلانے کے لیے ایک نوازش نامہ ارسال فرمایا۔ اس میں تحریر تھا کہ خط دیکھتے ہی آ ؤ ورنہ بصورت دیگر قل ھو اللہ کے گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ میں یہ خط پڑھ کر بہت متفکر ہوا نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون تھا۔ رات کو اس پریشانی کے عالم میں نیند آ گئی اور خواب میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوبارہ زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا حسین شاہ ڈرتے کیوں ہو۔ خاطر جمع رکھو اور گیلانی شاہ صاحب کے پاس بلا خوف وخطر چلے جاؤ۔ چنانچہ صبح ہوئی تو میں خوشی خوشی گیلانی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلا گیا۔ رات کو قیام گاہ سے دس کوس دور ٹھہرا۔ صبح کو جب روانہ ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور کشف میرا حال معلوم کر کے حاضرین سے کہا اب حسین شاہ فلاں بستی کے قریب فلاں نالہ کے کنارے پر چلا آ رہا ہے۔ جاؤ دیکھو وہ اب تمہیں اس کنویں پر جو راستے میں ہے ملے گا۔ مگر دیکھو اس کو کچھ نہ کہنا کہیں رنجیدہ نہ ہو جائے۔ الغرض شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اسی کنویں پر شاہ صاحب کے فرزندوں سے ملا اور ان کے ہمراہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا حسین شاہ کیا کسی اور شخص کے مرید ہونے کا ارادہ ہے جو یہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔ میں مکر گیا اور اپنی بریت کیلئے عرض کیا کہ حضرت کسی شخص نے اس نیاز مند پر بہتان لگایا ہے۔

اگر کوئی اس چھ ماہ میں کمترین کا کسی بزرگ کے پاس جانا ثابت کر دے تو قصور وار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر کے معاملات اور دینی تر ودات میں گرفتار رہا ہوں ورنہ قدم بوسی کے لیے ضرور حاضر ہوتا۔ جب گفتگو ختم کر چکا تو متبسم ہو کر کمال شفقت سے فرمایا میاں حسین شاہ کوئی غم نہیں۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تم کو ہم سے لے لیا ہے۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے رقعہ کے ذریعہ بلایا ہے۔ میں تمہیں خوشی کے ساتھ حضرت سیرانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرتا ہوں۔ شاہ صاحب کا یہ ارشاد سن کر میں بہت نادم ہوا اور گستاخی کی ان سے معافی مانگی۔ بہرحال رات شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزاری اور صبح رخصت لے کر ملتان آ گیا۔

نمبر۲۲:

ایک مرتبہ سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امام مسجد واقعہ معراج پر تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ مولانا صاحب کیا آسمان میں سوراخ یا کوئی دروازہ ہے جہاں سے گزر کر حضرت محمد ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔

مولانا نے جواب دیا کہ وہ نبی تھے ان کے لیے آسمان پر جانا کونسا مشکل تھا۔ اگرچہ سوال کرنے والا خاموش ہو گیا تھا لیکن وہ اس جواب سے مطمئن نہ تھا۔ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے تجسس کو بھانپ لیا اور آپ کھڑے ہو گئے اور اس آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سامنے دیکھو کیا مسجد کی دیوار میں کوئی سوراخ یا دروازہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ آپ اس دیوار سے پار گزر گئے

اور پھر اسی دیوار سے مسجد کے اندر تشریف لائے۔ آپ نے ایسا دس مرتبہ کر کے دکھایا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا میں آقا نامدار ﷺ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ میں اگر ایک دیوار سے جس میں نہ دروازہ ہے اور نہ سوراخ گزر سکتا ہوں تو والی دو جہاں ﷺ کے لیے کیا مشکل ہے۔ آپ کے اس کرامتی جواب سے سب لوگ مطمئن ہو گئے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو کرامات سے اس لیے نوازا گیا تا کہ آپ کو اشاعت اسلام میں دشواری پیش نہ آئے اور لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ نے اشاعت اسلام میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اور ثابت فرمایا کہ اسلام تلوار کے زور پر نہیں بلکہ اولیاء اللہ کی عبادتوں، ریاضتوں، مجاہدوں سے حاصل شدہ قوت کے فیض سے پھیلا۔

نمبر ۲۳:

حضرت شاہ ابوالفتح جو حضرت کے مریدوں میں سے ایک دن کچھی میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ میں نے اچانک مشک کی خوشبو محسوس کی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت صاحب نے سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں خوشبو لگائی ہو گی۔ حضرت نے کشف سے میرا ارادہ بھانپ لیا اور مسکرا کر فرمایا شاہ صاحب ہٰذا من عند اللہ یعنی یہ خوشبو منجانب اللہ ہے۔

نمبر ۲۴:

خان محمد خان بزدار داد پوترہ ساکن خیر پور (سندھ) بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو مرض آتشک لاحق تھا۔ ہزاروں روپیہ علاج معالجہ پر صرف کر چکا تھا۔ لیکن

افاقہ نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ ادویات کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں گا کہ آپ توجہ فرمائیں تاکہ اس مرض سے نجات ملے۔ حسنِ اتفاق سے ایک دعوت کے سلسلے میں آپ وہاں تشریف لائے تو میں نے حالت بیان کی آپ نے فرمایا: ''کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر اپنے بدن پر دم کیا کرو، ان شاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔'' میں نے دل میں سوچا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے سے کیونکر شفا ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ نور باطن سے آپ نے معلوم کر کے فرمایا کہ ساٹھ سال کا کافر تو کلمہ طیبہ پڑھ کر آتش ابدی سے نجات پا سکتا ہے تو تمہاری آگ کلمہ کی برکت سے کیسے سرد نہیں ہو سکتی۔ اس فرمان سے میرا وہم دور ہو گیا اور دو تین دفعہ سوتے وقت اور بیداری کے عالم میں کلمہ طیبہ پڑھ کر ہاتھوں اور تمام بدن پر دم کرنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مرض کا نام و نشان تک نہ رہا اور بحمد للہ بالکل تندرست ہو گیا۔

نمبر ۲۵:

ایک مرتبہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور شہر میں مسجد میاں محمد حسن میں تشریف فرما تھے۔ کہ زیارت کرنے والوں میں سے ایک شخص کو بچھو نے کاٹ لیا اور وہ درد کی وجہ سے بہت پریشان ہوا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تین مرتبہ فقیر کا نام لے کر زمین پر تھوکو اور اس سے جو مٹی گیلی ہو جائے اسے بچھو کے کاٹنے والی جگہ پر لگا دو۔ آرام آ جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو فوراً آرام آ گیا۔

نمبر ۲۶:

ایک مرتبہ حضرت بہاول پور کے نزدیک روہی (چولستان) میں تشریف لے گئے۔ ایک آدمی مویشی چرا رہا تھا اور دانت کے درد سے بے تاب تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو کیا ہوا؟ اس نے عرض کی داڑھ میں سخت درد ہے۔ آپ نے کلام بتائی اور فرمایا کہ اسے پڑھ کر شہادت کی انگلی داڑھ پر رکھو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ داڑھ بغیر درد کے نکل آئی۔ وہ شخص جتنا عرصہ زندہ رہا۔ اسی طرح سے لوگوں کی داڑھیں بلا تکلیف نکالتا تھا۔

نمبر ۲۷:

مولوی محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں درد گردہ میں مبتلا رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے گزارش کی تو آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھایا ہی تھا کہ درد غائب ہو گیا۔

عرصہ دراز کے بعد پھر درد عود کر آیا اور آرام کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی میں نے ایک دن رو رو کر دل میں خیال کیا کہ کاش! آج حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو میرے درد کا مداوا فرماتے۔

میرے تصور نے حقیقت کو پا لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں محمد جمال! مجھے دور خیال کرتا ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے میرا درد ختم ہو گیا اور تا دم زیست پھر کبھی نہ ہوا۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو میرے ساتھیوں نے بھی جاتے

دیکھا۔ سب نے بھاگ کر زیارت کرنے کی کوشش کی مگر آپ روپوش ہو گئے۔

نمبر ۲۸:

ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ دانتوں کو چوٹ لگی اور ایک دانت ہونٹوں پر آن گرا۔ حضرت کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ نے فرمایا: دانت کو اٹھا کر اپنی جگہ پر لگا دو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو دانت اپنی سابقہ جگہ پر اس طرح پیوست ہو گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور اتنا مضبوط ہوا کہ ہلانے سے نہیں ہلتا تھا۔

نمبر ۲۹:

ایک مرتبہ محفل سماع کے دوران میاں محمد مقبول کی آنکھ پر میاں کندن جو حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا کا ہاتھ اس زور سے لگا کہ میاں محمد مقبول کی آنکھ باہر نکل آئی۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی آنکھ پر ہاتھ رکھا اور جب ہاتھ اٹھایا تو آنکھ درست حالت میں تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھ کو کچھ ہوا ہی نہیں۔

نمبر ۳۰:

حضرت میاں محمد یعقوب شہید مرحوم بچپن میں مرض چیچک کے باعث قریب المرگ ہو گئے۔ اتفاقاً حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے ان کی والدہ روتی دھوتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا کی طالب ہوئی۔ آپ نے فرمایا مریض کو گائے کے گوشت کا شوربہ پلاؤ ان شاء اللہ شفا ہو جائے گی۔ گائے کا شوربہ پلایا گیا تو مایوس العلاج مریض فوراً تندرست ہو گیا۔

نمبر ۳۱:

میاں محمد مقبول کھوکھر علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتا تھا اس وقت لنگر کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ ایک رات آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا بھئی مقبول! فقرا کے خرچ کے لیے پیسے ہیں یا نہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت پیسے تو سب خرچ ہو چکے ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ جب صبح کے وقت نماز فجر کی سنتیں پڑھنے کے لیے اٹھے اور چادر کندھے پر ڈالی تو اس وقت چادر کے دامن مبارک سے بارش کی طرح روپے برسنے لگے اور یہ فقیر لنگر کے خرچ کے لیے جمع کرتا جاتا تھا۔

نمبر ۳۲:

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بھاگ نامی ایک قصبہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک سائل آیا اور عرض کیا۔ حضرت سائل کا گھر اس جگہ سے بہت دور ہے۔ سائل بہت غریب اور مستحق ہے مہربانی فرما کر وظیفہ کشائش روزی عطا فرماویں۔ آپ نے وظیفہ بتایا اور فرمایا کہ صبح کے وقت پڑھ لیا کرو۔ وہ سائل چلا گیا۔ صبح کی نماز کے وقت اس وظیفہ کو پڑھتا اور نماز اور وظیفہ سے فارغ ہو کر مصلیٰ کو لپیٹتا تو اس کے نیچے سے ایک روپیہ چار آنے مل جاتے جو وہ اٹھا لیتا۔ تمام عمر یہی معمول رہا۔ بوڑھا ہو کر جب قریب المرگ ہوا تو اپنے لڑکے کو وہی وظیفہ بتایا لیکن لڑکا صرف نصف رقم دس آنے اٹھاتا۔

نمبر ۳۳:

حضرت سلطان بالا دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ برادر خورد حضرت خواجہ

صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ وصال سے تھوڑا عرصہ قبل چند فقیروں اور خدمتگاروں کے ہمراہ جنگل میں تشریف فرما تھے۔ دو تین دن سفر کے دوران آبادی نہ آنے کی بدولت طعام اور پانی نہ ملا تو آپ کے ہمراہی پریشان ہوئے۔ آپ نے فرمایا تھک گئے ہو۔ بھوک اور پیاس لگی ہے۔ خدام نے عرض کی حضرت آپ پر سب ظاہر ہے۔

حضرت نے اپنا دست مبارک سینہ کے قریب لے جا کر روپیہ قدرتی ان کو عنایت فرمایا کہ جا کر خرچ کرو۔ ان لوگوں نے عرض کی حضرت جنگل میں یہ روپیہ کس طرح خرچ کریں۔ آپ نے ایک قریبی درخت جو کہ بہت گھنا اور دائرے کی شکل میں زمین پر جھکا ہوا تھا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس میں داخل ہو جاؤ۔ جب وہ لوگ اس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہر ہے اور وہ اس کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ وہ سب لوگ اس شہر میں داخل ہو گئے اور خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، پانی پیا اور واپس آ گئے۔

نمبر ۳۴:

ایک مرتبہ حضرت سلطان التارکین سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پہلو سلطان رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے حضرت سے عرض کی حج کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن زادِ راہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا صرف چار آنے (پچیس پیسے) موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ان پیسوں سے تم جو چیز کھانا پسند کرو تیار کر لو۔ چنانچہ وہ گیا آٹا، گھی،

چینی لے آیا اور پنجیری (ایک قسم کا حلوہ) تیار کرلی۔ حضرت نے وہ پنجیری اس مسافر کے توشہ دان (ایک قسم کا برتن) میں ڈال دی اور فرمایا کہ جس وقت بھوک لگے نکال کر کھالینا۔ یہ کبھی کم نہ ہوگی اور واپسی تک کافی ہوگی۔ وہ حج کی غرض سے عرب چلا گیا اور کئی ماہ کے بعد واپس آیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوس ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا زادراہ (سفرخرچ) کا کیا حال ہے۔ اس شخص نے عرض کی ابھی تک اس میں کچھ باقی ہے آپ نے توشہ دان لے کر باقی بچی ہوئی پنجیری حاضرین میں تقسیم کردی۔

نمبر۳۵:

حضرت ایک مرتبہ دوران سفر داجل (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں سید گانمن شاہ صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب نے عرض کی حضرت ماحضر لاؤں آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔

شاہ صاحب تنگ دستی کا شکار تھے۔ بڑی مشکل سے بھنے ہوئے چنے (چھولے) لے آئے۔ آپ نے نوش فرمائے اور فرمایا گانمن شاہ! اللہ تیرے رزق میں برکت دے۔ گانمن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے اس فرمان کے بعد میرے دن پھر گئے۔ میں بہت خوشحال ہوگیا اور میرے پاس مال متاع، نقد، غلہ اور بے شمار جانور ہوگئے۔

نمبر۳۶:

مولوی محمد حاصل حنفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ بیس دن تک ہماری مسجد میں ٹھہرے رہے۔ میں آپ

ے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ اوران کو عام مسافر سمجھ کر ایک موٹی سی روٹی اور پیاز کے دو ٹکڑے ہر روز ان کو دے جایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا مولوی صاحب! میرے پاس خرچ کے لیے رقم موجود ہے۔ محض آپ کی دل شکنی کا خیال کر کے روٹی لے لیتا ہوں ورنہ پیاز سے فقیر کو بہت نفرت ہے۔ مہربانی کر کے آئندہ پیاز نہ بھیجا کریں۔ چند روز بعد آپ تشریف لے گئے اور اس کے بعد صداقت نشان عبدالرحمٰن گھلچہ جو حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا اور میرے دلی دوست تھے مجھ سے ملنے آئے میں نے حضرت کا قصہ اور حلیہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ شہباز وقت حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ یہی تھے۔ ہمیں اشتیاق ملاقات دامن گیر ہوا اور آپ کی تلاش میں جنگل کی طرف نکل گئے کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ ہم نے قدم بوسی کی اتنے میں ایک قوال جو یک چشم تھا خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ڈھولہ گانا شروع کیا۔ میاں عبدالرحمٰن ایسے بے خود ہوئے کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ حضرت صاحب کی حالت یہ ہوئی کہ پہلے دونوں آبروں پر سلوٹ ظاہر ہوئی۔ پھر پیشانی مبارک سے ٹھوڑی تک گوشت لہرانے لگا۔ اس کے بعد پیشانی سے زانو تک دو تین دفعہ گوشت نے آمد و رفت کی اور پھر ایسا جوش آیا کہ حضرت کا تمام وجود گوشت کا لوتھڑا دکھائی دینے لگا۔ حضرت کے بدن کا کوئی بھی حصہ اپنی شکل میں نہ رہا۔ آخر گوشت کا لوتھڑا اس قدر پھیلا کہ میں گھٹنوں تک گوشت میں دب گیا حالانکہ آپ مجھ سے کافی فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میاں عبدالرحمٰن اضطراب اور بے قراری کے عالم میں اس گوشت کے لوتھڑے پر پاؤں مارتے تو ان کے پاؤں کے نشان گوشت پر اس طرح

پڑ جاتے جس طرح ریت کے تودے پر نشان ظاہر ہوتے ہیں۔قوال نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا میں نے ہر چند اسے تسلی دی اور اپنا کرتہ اتار کر بطور انعام اسے دے دیا لیکن وہ وہاں سے ڈر کر بھاگ گیا۔کافی دیر بعد آپ اپنی اصل حالت پر واپس آئے۔

نمبر ۳۷:

حضرت سید حسین شاہ صاحب جیلانی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت صاحب ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور وہاں پر بہت سے بیگانہ آدمی بھی موجود تھے۔آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا ہمارے فقرا کو تلاش کر رہے ہیں اور اسی وقت درخت کے اوپر آسمان کی طرف سے ہو ہو کی آواز آنے لگی۔حضرت صاحب اٹھ کر روانہ ہوئے وہ آواز اوپر ہی اوپر آپ کے ساتھ ہو لی۔تمام لوگ حیران ہوئے اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیئے۔تھوڑی دیر گزری ہو گی کے حضرت صاحب کے پاس بہت سے فقیر جمع ہو گیئے۔

نمبر ۳۸:

حافظ غلام محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گجرات (پنجاب) کے رہنے والے ایک بہت متوکل اور پرہیز گار شخص پیر شاہ صاحب حج پر جاتے ہوئے شہر داجل (ڈیرہ غازی خان) سے ہو کر گزرے اور اپنے ساتھیوں کے انتظار میں کمترین کی مسجد میں ٹھہرے۔معلوم ہوا کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن گرفتوں میں سے ہیں۔میں نے آپ سے ملاقات کر کے ان سے پوچھا آپ کو حضرت صاحب استفادہ کرنے کا کس طرح اتفاق ہوا تو انہوں نے بتایا کہ میرے

دل میں طریق الٰہی پر چلنے کا شوق پیدا ہوا تو میں نے اہل اللہ کی تلاش میں سفر اختیار کیا۔ جہاں بھی کسی صاحب کمال کے متعلق سنتا وہاں پہنچ جاتا۔ مگر کسی کی زیارت سے دل کو تسکین نہ ہوئی۔ حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں بھی سولہ دن مقیم رہا اور واپس لوٹ آیا۔ ایک مرتبہ خیر پور ٹامیوالی (ضلع بہاول پور) کی ایک مسجد کے شمالی گوشہ میں غمگین صورت بنائے بیٹھا تھا اور اپنی عدم کامیابی پر افسوس کر رہا تھا کہ ناگاہ میری نظر حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر پڑی آپ میرے آنے سے پہلے اس مسجد کے جنوبی کونہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت کو دیکھتے ہی میرے پانچوں لطیفے جاری ہو گئے۔ میں نہایت شوق سے آپ کے پاس گیا اور آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ آپ نے فرمایا بیٹا! تھکے ہوئے ہو تکلیف نہ کرو۔ میں نے عرض کی حضور میں تو انتہائی خلوص اور محبت سے آپ کے پاؤں دبا رہا ہوں آپ منع نہ فرمائیں۔ بس اس خدمت کی برکت سے بغیر ذکر وفکر کے تمام مراتب کشف اجسام وکشف ارواح مجھ پر کھل گئے۔ ان میں سے ادنیٰ بات یہ تھی کہ میں نے کعبۃ اللہ کی چشم سر سے زیارت کی۔ غرض آپ کے دولت دیدار سے میری دلی مراد بر آئی۔

پھر جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو میں آپ کے ساتھ ہو لیا جب بہاول پور کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا پیر شاہ تمہیں رخصت ہے جاؤ۔ میں نے عرض کی حضرت ابھی تو آپ نے کمترین کو کوئی وظیفہ بھی تلقین نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت نے وظیفہ درود شریف بندہ کو عطا فرما کر رخصت کیا۔ میں خوشی خوشی اپنے وطن واپس آ گیا اور قسم قسم کی لذت روحانی حاصل ہوتی رہیں۔ پھر گجرات کے

مخالفوں نے محاصرہ کرلیا تو بہ سبب غلبہ مخالفین قوت ہلال میں کمی آنی کی وجہ سے وہ اسرار اور لذتیں حاصل نہ رہیں جو پہلے تھیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال پیش کی تو فرمان ہوا کہ حج کو جاؤ وہاں تمہارا آئینہ پھر صاف ہو جائے گا اس لیے اب میں حجاز کی طرف جا رہا ہوں۔

نمبر ۳۹:

حضرت محمد انور پٹولی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میاں نور جہانیاں کے نانا میاں خادم حسین صاحب ایک عرصہ سے مرض خفقان میں مبتلا تھے۔

ایک دفعہ اتفاق سے آپ وہاں تشریف لائے۔ میاں خادم حسین مسجد میں سوئے ہوئے تھے حضرت صاحب اسی مسجد کے باہر وضو کر رہے تھے۔ میاں خادم حسین نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیر نے ان پر حملہ کیا ہے وہ خوف سے بیدار ہو گئے۔ پھر اس خیال سے کہ وہم تھا سو گئے لیکن پھر وہی خواب نظر آیا۔ پھر وہم سمجھ کر سو گئے تو تیسری مرتبہ ویسا ہی دیکھا۔ اتنے میں حضرت صاحب وضو فرما کر مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ میاں خادم حسین نے کہا حضرت آپ شیر بن کر مجھے ڈرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میاں فکر مت کرو تم اچھے ہو جاؤ گے۔ کھانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنا بچا ہوا کھانا میاں خادم حسین کو عطا کیا۔ اہل مجلس نے عرض کی یہ کھانا ان کی طبع کے موافق نہیں۔ بیماری کی وجہ سے پرہیزی کھانا کھاتے ہیں۔ خادم حسین نے بھی کھانا کھانے سے پرہیز کیا تو آپ نے اسرار کر کے ایک لقمہ میاں خادم حسین کے منہ میں ٹھونس دیا۔ لقمہ منہ میں جانا تھا کہ ان کی بھوک چمک اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارا کھانا کھا گئے۔ اور اوپر سے ڈھیر سارا پانی بھی پی

گئے۔اس کے بعد دیکھا تو ان کا مرض ختم ہو چکا تھا۔گویا مرض ایک لباس تھا جو پانی کے اندر جاتے ہی بدن سے اتر گیا سبحان اللہ۔

مردان خدا خدا نباشد
لیکن زخدا جدا نہ باشد

نمبر۴۰:

ایک دفعہ حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ گڑھی کنڈی جو اوچ شریف اور خانقاہ شریف کے درمیان ہے رونق افروز ہوئے۔ وہاں مجلس سماع منعقد ہوئی جس میں آپ پر ایسی حالت غوثیہ وارد ہوئی کہ اہل محفل کو سوائے ذات الٰہی کے کسی طرف توجہ نہ رہی۔ ہر شخص پر ایک عجیب کیف کا عالم طاری تھا۔حضرت ہاتھ بلند کر کے غیب الغیب سے مٹھیاں بھر کر روپوں کو لیتے اور قوالوں کو دے دیتے۔کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی خوشی روپے اپنے دست مبارک سے عنایت کرتے تھے اور میں قوالوں کو دے دیتا تھا۔

نمبر۴۱:

مولانا محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ مصنف لطائف سیریہ (فارسی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بہ تقریب زیارت موئے مبارک آنحضرت ﷺ روہڑی گیا ہوا تھا۔ وہاں حضرت سلطان محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ وہاں پر مجموعہ کمالات مولوی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوگئی۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ سمندر کے کنارے ایک مرد نیک رہتا

تھا جو حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ دنیوی مال و دولت بھی اس کے پاس تھی اور دنیاوی بھی لیکن اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی بیوی کو کہا کرتا تھا جب میرے پیر و مرشد یہاں تشریف لائیں گے تو اولاد کے واسطے ان سے عرض کروں گا۔ ان شاء اللہ ان کی دعا سے ہمیں اولاد میسر آ جائے گی۔

اتفاقاً حضرت صاحب وہاں تشریف لے آئے عصر کی نماز کے وقت آپ تنہا تھے اور بیٹھے اپنے کپڑوں کو ٹانکے لگا رہے تھے یہ موقع غنیمت جان کر اس نے مطلب عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا بھائی تمہاری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔

یہ جواب سن کر وہ شخص بہت مایوس ہوا اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اس کی بیوی نے اس سے ملال کا سبب پوچھا تو اس نے میاں صاحب کا ارشاد دہرایا۔ اس کی بیوی سن کر رونے لگی اور اسی طرح روتی ہوئی حضرت کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا کہ حضرت اگر ہماری قسمت میں اولاد ہوتی تو ہم جناب کی خدمت میں کیوں عرض کرتے۔ آپ جس طرح بھی ہو باری تعالیٰ میں التجا کر کے ہماری مراد پوری کرائیں۔

آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ارشاد فرمایا کہ جاؤ زچگی کا انتظام کرو۔ صبح ہوتے ہی تمہیں اللہ بیٹا دے گا۔ یہ میاں بیوی خوشی خوشی گھر گئے گھر پہنچتے ہی عورت کو درد زہ شروع ہو گیا۔ وہ عورت بیان کرتی ہے میرے پیٹ میں بچہ حرکت کرتا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ صبح کے وقت اس کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔

اولیاء را ہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گرواند زراہ

نمبر ۴۲:

ایک دفعہ حضرت نے حج کی تیاری کی۔ بندرگاہ پر پہنچے تو جہاز تیار کھڑا تھا۔ آپ کے ہمراہ جانے والا فقیر تو سوار ہو گیا لیکن آپ کسی وجہ سے سوار نہ ہو سکے۔ ملاحوں نے جہاز روانہ کر دیا۔ اتنے میں حضرت بھی کنارے پر تشریف لے آئے لیکن ملاحوں نے جان بوجھ کر جہاز واپس نہ کیا وہ فقیر جو آپ کے ساتھ جا رہا تھا۔ بہت تلملایا اور چاہتا تھا کہ سمندر میں کود کر حضرت صاحب کے پاس چلا جائے کیونکہ ابھی کنارہ نزدیک تھا۔ لیکن حضرت نے اشارہ سے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا فی امان اللہ تم چلو۔

جہاز جب دوسرے کنارے یعنی جدہ پہنچا اور فقیر جہاز سے مغموم نیچے اترا تو کیا دیکھتا ہے حضرت وہاں کنارے پر بیٹھے وضو فرما رہے ہیں۔ فقیر بہت خوش ہوا اور عرض کی حضرت آپ کس طرح یہاں پہنچے۔ آپ نے فرمایا مولا پاک کے جہاز پر بیٹھ کر آیا ہوں۔

نمبر ۴۳:

ایک مرتبہ حضرت شاہ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے کچھی تشریف لائے لیکن حضرت صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ شاہ صاحب کو حضرت سے ملاقات نہ ہونے کا بہت ملال ہوا۔

مجبوراً مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سوار سامنے سے تشریف لا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے ملاقات کی۔ حضرت صاحب شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد یہ کہہ کر روانہ

ہو گئے کہ ملاقات ہوگئی اب گھر لوٹ جاؤ۔ بعد میں لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس تاریخ، دن اور اس وقت آپ پاک پتن شریف میں موجود تھے۔

نمبر ۴۴:

حافظ محمد رجب جو خیر پور کا رہنا والا تھا۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید باصفا تھا۔ اس کی بیوی شدید بیمار ہوگئی۔ اس نے اس مصیبت کے وقت آپ کو مدد کے لیے یاد کیا۔ یاد کرنا تھا کہ آپ اسی وقت تشریف لے آئے اور فرمایا میاں رجب کچھ فکر نہ کرو۔ تمہاری بیوی ان شاء اللہ اچھی ہو جائے گی۔ آپ کے فرمان کے مطابق مریضہ بالکل تندرست ہوگئی۔ بعد میں لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس روز بھی آپ اسی وقت پاک پتن شریف میں تھے۔

بیک وقت دو جگہ موجود ہونا آپ کی کرامت تھی۔

نمبر ۴۵:

مولانا محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ مصنف لطائف سیریہ (فارسی) تحریر فرماتے ہیں کہ میرے خالہ زاد بھائی شاکر محمد جو حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ میری والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے مشائخ کبار کی تعریف کر رہے تھے چونکہ میری والدہ صاحبہ جناب سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی معتقد تھیں اس لیے وہ ان کی تعریف کیے جا رہی تھی۔

اس مدح سرائی میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور دونوں آپس میں رنجیدہ ہو گئے۔ جب رات گزر گئی تو علی الصبح بھائی شاکر محمد صاحب میری والدہ صاحبہ کے

پاس آئے اور رات کی بحث پر معذرت کی اور کہا کہ رات میں آپ سے جانے کے بعد سونے لگا تو میری کیفیت ابھی آدھی نیند اور آدھی جاگنے کی تھی کہ میں نے دیکھا میری آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں۔ میں بہت حیران اور پریشان ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ مجھے جتنے کلام یاد تھے پڑھے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میں نے پھر اپنے پیر عظام کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی لیکن اس کا بھی کوئی اثر برآمد نہ ہوا۔ اتنے میں مجھے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام یاد آ گیا۔ حضرت کا نام مبارک لے کر میں نے استدعا کی تو میری آنکھوں کا نور لوٹ آیا۔ اس لیے مجھے اپنی رات والی گستاخی پر ندامت ہوئی اور اب میں پشیمان ہو کر آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا بیٹے تم ابھی بچے ہو تمہیں بزرگوں کے مراتب اور ان کی شان کا کیا علم۔ ہر شخص کو اپنا بیٹا دوسروں کی اولاد سے خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر اولاد کو اپنے والدین پیارے لگتے ہیں۔ یہی حال پیر و مرید کا ہے فی الحقیقت چاہیے بھی یہی جس کا کھائے اس کے گن گائے۔ مگر اتنی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ کسی بزرگ کی شان میں گستاخی نہ کی جائے۔ اللہ کے دوستوں کو برا کہنے والا اللہ کا دوست نہیں ہوتا۔

نمبر ۴۶:

میاں محمد مقبول کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ عرس حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب میں شرکت کے لیے پاک پتن شریف تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ اپنے حجرے میں مغرب کی سنتیں پڑھ رہے تھے کہ حضرت شیخ سبحان رحمۃ اللہ

علیہ سجادہ نشین بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ چونکہ اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے اس لیے وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ حضرت ایک دوگانہ پڑھ کر دوسرے کی نیت باندھ لیتے تھے۔ شیخ صاحب نے بہت انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ آپ ابھی فارغ نہیں ہوں گے تو واپس تشریف لے گئے اور حاضرین سے کہہ دیا کہ جب حضرت فارغ ہو جائیں تو فقیران حاضر الخدمت کی تعداد معلوم کر کے اطلاع دے دینا تاکہ اتنے آدمیوں کا کھانا بھجوایا دیا جائے۔ میں بعد میں حاضر خدمت ہو کر سعادت دارین حاصل کر لوں گا۔ ان کے جانے کے بعد جب حضرت قبلہ عالم نماز سے فارغ ہو گئے تو خادموں نے مخدوم صاحب کے کہنے کے مطابق حاضرین کی تعداد دریافت کی تو ارشاد ہوا آدمی تو بہت ہیں لیکن شیخ صاحب کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ ان کی خدمت میں جا کر کہہ دو کہ صرف سات آدمیوں کا کھانا بھیج دیں۔ حسبُ الارشاد سات آدمیوں کا کھانا لنگر عالیہ سے آ گیا۔ آپ کے پاس بے شمار فقراء حاضر تھے وہ کھانا آپ کی برکت سے سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔

نمبر ۴۷:

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں مصری پیش کی۔ آپ نے فرمایا جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان میں تقسیم کر دو۔ وہ بہت پریشان ہوا کہ مصری کم تھی اور آپ کی خدمت میں کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔ آپ نے اس کی پریشانی کو سمجھ لیا اور مصری کو ہاتھ لگایا اور فرمایا اب تقسیم کرو۔ مصری تقسیم کی گئی تب سب لوگوں کو کافی ہو گئی بلکہ تھوڑی بچ گئی تو آپ نے فرمایا یہ رکھ دو۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی

آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مصری کا جو حصہ رکھا گیا تھا ان دو آدمیوں کو دے دیا گیا۔

نمبر ۴۸:

مولانا جمال محمد جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا کہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ راگ سنتے ہیں تو بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ امر معروف کے لیے حضرت کے پاس چلے۔ راستے میں خیال آیا کہ تنہائی میں آپ سے بات کی جائے کیونکہ ایسے بزرگ کو معمولی لغزش کے سلسلہ میں لوگوں کے سامنے زجر وتوبیخ کرنا مناسب نہیں۔ مولوی صاحب یہ سوچ کر واپس گھر آ گئے۔ مولوی صاحب کا گھر پہنچنا تھا کہ دل میں جذبات الٰہی پیدا ہوئے اور اس آفتاب ہدایت (حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ) نے باطنی تصرفات سے مولوی صاحب کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب بے اختیار ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور دروازے پر آ کر بے تابانہ فریاد کی۔ اس وقت مجلس سماع جاری تھی۔ اہل مجلس مولوی صاحب کی آواز سن کر گھبرا گئے کہ محتسب ہے۔ سماع کے ساز پھاڑ دے گا اور ہماری ہتک کرے گا۔ بعض لوگ کمرے کا دروازہ بند کرنے لگے۔ حضرت صاحب نے فرمایا دروازہ بند نہ کرو بلکہ کھول دو ان شاء اللہ وہ جوش وخروش کا کوئی مظاہرہ نہ کرے گا۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور ساتھ ہی مولوی صاحب پر رحمت کے دروازے کھل گئے اور مولانا اندر داخل ہو کر حالت بے خودی میں شورش کرنے اور زمین پر لوٹنے لگے۔ عالم کیف میں کانپتے اور رقص کرتے تھے۔ کپڑے پھاڑ کر ان کا تار تار جدا کر دیا اور کثرت ذوق وشوق سے نعرہ

ہل من مزید مار کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ حضرت کی گونا گوں عنایات سے سرفراز ہو کر مراتب قرب کو پہنچے۔

نمبر ۴۹:

غلام داؤد لودھرا علیہ الرحمۃ اوائل عمر میں راہزنی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سلطان التارکین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سیاہ کمبل کندھے پر ڈالے کہیں جا رہے تھے کہ غلام داؤد نے پیچھے سے للکارا اور کہا اے فقیر ٹھہر جا اور جو کچھ تیرے پاس ہے یہاں رکھ دے۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے اس نے دوسری دفعہ پھر اسی طرح للکارا اور پیچھے سے آپ کا کمبل اُتارا۔ آپ نے اس کی طرف نظر فیض اثر سے دیکھا۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم فکروند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام
کہ باد ستانت خلافت جنگ

نظر کی تاثیر سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ رات کو جب گھر نہ پہنچا تو ورثا کو فکر لاحق ہوئی کہ شاید کہیں مارا نہ گیا ہو اس لیے بعض لوگ پیدل اور بعض لوگ سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تمام جنگل چھان مارا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ صبح ہوئی تو شاہی راستہ میں اس کو بے ہوش پایا۔ اٹھا کر گھر لے آئے۔ اصل صورتحال کا کسی کو علم نہ تھا۔ معالجوں کو بلایا گیا کسی علاج سے افاقہ نہ ہوا۔

اتفاقاً ایک گانے والا اس گاؤں میں آیا اور اس نے ساز رنگین کے ساتھ سر ملائی تو غلام داؤد رقص کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ سب لوگ بہت حیران ہوئے۔ ہوش

میں آنے کے بعد سب کو اپنا احوال سنایا اور فی الفور وہاں سے اٹھ کر حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس فیض الٰہی کے معمور خزانہ سے بے قیاس نعمت حاصل کی اور مراتب عالیہ کو پہنچا۔

حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لیے آپ کے پاس تشریف لائے تو غلام داؤد کو دیکھ کر فرمایا: حضرت آپ کے دامن گرفتوں میں غلام داؤد مقامات بلند اور مدارج ارجمند رکھتا ہے۔ اس جیسا دوسرا کوئی فقیر ہمیں نظر نہیں آتا۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے بشرطیکہ دنیا داروں کی طرف راغب نہ ہو۔ چنانچہ آپ کے فرمودہ کا اثر ظاہر ہوا۔ کچھ عرصہ غلام داؤد اوچ شریف میں حضرت مخدوم گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا اور آخر کار اس جگہ کو چھوڑ کر خلوت گزیں اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو گیا۔

نمبر ۵۰:

مقبول الصمد مولوی صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کرمانی بیان کرتے ہیں کہ میں اوچ شریف میں شرح ملا پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف سے چند میل دور ایک گاؤں میں تشریف لائے ہیں۔ میں ایک کند ذہن اور نہایت سخت مزاج طالب علم جس کا نام محمد لاڑ تھا۔ ہمراہ لے کر حضرت کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ نماز عصر کے بعد ہم اس گاؤں میں پہنچے گاؤں کے باہر ایک مسجد تھی ہم اس مسجد میں یہ سوچ کر ٹھہر گئے کہ اب شام ہونے کو ہے زیارت کا موقع نہیں۔ وقت تنگ ہے۔ علی الصبح ان شاء اللہ دولت قدم بوسی سے مشرف ہوں گے۔ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ عشاء

کے اول وقت ایک شخص نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی میاں صالح محمد۔ میاں صالح محمد۔ میں نے سوچا کہ کوئی اور صالح محمد ہو گا کیونکہ میرا تو اس گاؤں میں کوئی بھی واقف نہیں۔ پھر اس بلانے والے نے یوں آواز دی میاں صالح محمد ڈیرہ وال۔ تب میں نے حیران ہو کر جواب دیا اس نے کہا بھائی حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلاتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ گیا اور شرف قدم بوسی حاصل کی۔ آپ نے میرے حال پر کمال توجہ فرمائی جیسا کہ کسی قدیم آشنا کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے۔ کھانا کھا کر رخصت طلب کی کہ اب مسجد میں جا کر سوتا ہوں صبح پھر دولت دیدار حاصل کروں گا۔ میاں محمد (طالب علم) نے اسی وقت حضرت سے وظیفہ دریافت کر لیا اور میرے ساتھ واپس چلا آیا۔ ہم مسجد کی سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر بیٹھ گئے۔ میاں محمد نے ابھی اوپر والی سیڑھی پر قدم رکھا تھا کہ ایک لڑکے نے کچھ گایا۔ میاں محمد لڑکے کے گانے کی آواز سن کر زمین پر گر پڑا اور ایسا جوش میں آیا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں حیران تھا کہ حضرت صاحب کے کمال توجہ سے ایسا سخت دل بے عقل اور مُتمر شخص ایک دم ایسا گداز ہو گیا۔

میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ تحصیل علم سے فارغ ہو کر ضرور حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ صبح رخصت لے کر اوچ شریف واپس آ گیا مگر رات ہونے سے پہلے میری حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ بے قراری اور اضطراب سے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ خیر رات جوں توں کاٹی صبح نور کے تڑکے آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ موضع رام کلی میں حضرت سے جا ملا اور وہیں صدق دل اور پوری ارادت کے ساتھ جناب کے دائرہ متوسلین میں داخل ہوا۔

نمبر ۵۱:

سید ابوالفتح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مو مبارک (رحیم یار خان) کی خدمت میں ایک عقیدت مند نے ہرن کا گوشت بھون کر بطور عقیدت پیش کیا۔ حضرت سید ابوالفتح شاہ صاحب کو حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت اور محبت تھی آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں سے تشریف لاتے تو تناول فرماتے۔ یہ کہہ کر آپ نے گوشت رکھ دیا اور آپ پر رات کو نیم بے ہوشی کی حالت طاری ہوئی صبح بیدار ہوئے اور طبیعت بحال ہوئی تو ہرن کا گوشت غائب ہو چکا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ مو مبارک تشریف لائے تو آپ نے سید ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا شاہ صاحب ہرن کا گوشت بہت لذیذ تھا۔

نمبر ۵۲:

میاں محمد فاضل جو مولوی جیون داجلی مصنف ''لطائف سیریہ'' (فارسی) کے مصنف کے ماموں ہیں روایت کرتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا رات ریگستان کے کنارے گزارنی پڑی کیونکہ حضرت کا میزبان جس گاؤں میں رہتا تھا وہ ریگستان کے کنارے پر تھا۔ اس نے گاؤں سے جنوب کی طرف ایک پاک صاف جگہ فقرا کی شب باشی کے لیے بنائی ہوئی تھی۔ جب کھانا لگایا گیا تو حضرت صاحب سب کے درمیان بیٹھے۔ سب لوگوں نے کھانا کھایا مگر حضرت نے کچھ نہ کھایا۔ کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ لیٹ گئے اور میں آپ کی ٹانگیں دبانے لگا۔ جب دیکھا آپ سو گئے ہیں تو میں بھی

حضرت کی چارپائی کے پاس بورے پر لیٹ گیا۔ ابھی مجھے نیند نہیں آئی تھی میں نے دیکھا حضرت چارپائی سے اٹھ کر روہی (چولستان) کی طرف چلے میں سمجھا حاجت ضروری کے لیے گئے ہوں گے۔

میں اسی خیال میں تھا کہ برتنوں کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک شخص روہی کی طرف سے آ رہا تھا اور کھانے کے برتن حضور کے آگے رکھنے کے بعد آپ کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ڈر کے مارے لیٹ گیا اور حیرت زدہ تھا کہ دور بیابان میں کھانا لانے والا کون ہوگا؟

ضرور رجال الغیب میں سے ہوگا۔ آپ کھانے سے فارغ ہو کر چارپائی پر آ کر لیٹ گئے میں تھوڑی دیر کے بعد اٹھا اور آپ کے پاؤں دبانے لگا۔ آپ نے نہایت مہربانی سے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا محمد فاضل مجھے اندازہ ہوا کہ اگر میں بھی آپ کے پاس چلا جاتا تو حضور مجھے بھی چند لقمے ضرور عنایت فرماتے لیکن افسوس قسمت میں نہ تھا۔

نمبر ۵۴:

سابق ریاست بہاول پور کے سرکاری مزارعین داد پوتروں نے اپنے گیہوں میں سے سرکار کا حصہ نکالنے سے قبل گندم اٹھا لی اور گھلوٹوں (مٹی کے بڑے بڑے برتن جن میں گندم رکھی جاتی ہے) میں چھپا دی۔ کسی جاسوس نے اس کی اطلاع حاکم کو کر دی۔

حاکم نے اپنے اہلکار بھیج کر کوٹھڑیوں کو مقفل (سیل) کر دیا۔ مزارعین غضبناک حاکم سے بہت خائف تھے کیونکہ نواب صاحب بہاول پور پہلے بھی ان

سے بہت رنجیدہ تھے۔ ایسی حرکات کی سزا مجرموں کا تمام مال واسباب بحق سرکار ضبط کرنا تھی۔

اتفاقاً حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ادھر تشرف لائے۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتحال بیان کی اور آپ سے مدد کی درخوست کی۔ آپ نے اپنی طرف سے ایک آدمی حاکم صاحب کے پاس بھیجا جو انگریز تھا اور اسے معاملہ میں چشم پوشی کرنے کو کہا۔ حاکم نے کہا اب تو میں حقیقت حال کی اطلاع نواب صاحب کی خدمت میں کر چکا ہوں۔

اگر اس سے پہلے حضور کے ارشاد گرامی کا پتہ چل جاتا تو برسر چشم تعمیل کرتا۔ جب قاصد نے واپس آ کر حضرت سے حاکم کا جواب عرض کیا تو یہ داد پوترے مزارعین بہت ہی پریشان ہوئے اور رو رو کر حضرت سے امداد کی درخواست کی۔ ان کی پریشانی اور اضطراب کو دیکھ کر آپ کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو اور حاکم کے پاس جا کر کہو کہ وہ معتبر آدمی بھیج کر گندم نکال لے۔ اس وقت جو ہوگا ظاہر ہو جائے گا۔

ان کی استدعا پر سرکاری اہلکار مع معتبرین آئے اور لوگوں کے روبرو گھلوٹے کھولے گئے تو ان کے اندر سے کچھ بھی نہ نکلا۔ سرکاری آدمی بہت شرمسار ہوئے اور مزارعین کی جان میں جان آئی۔ داد پوتروں نے سرکاری حکام سے کہا کہ اس وقت تو حضرت صاحب تشریف فرما ہیں جب آپ واپس تشریف لے جائیں گے تو ہم اس بستی کو چھوڑ کر کہیں اور آباد ہو جائیں گے اور نواب صاحب سے آپ لوگوں کے ظلم کی شکایت کریں گے۔ سرکاری حکام اس سے بہت پریشان

ہوئے اور الٹا معذرت کرنے لگے اور معتبر لوگوں نے معاملہ رفع دفع کرایا۔ اس شورش کے ختم ہونے کے بعد حضرت وہاں سے تشریف لے جانے لگے تو گندم بدستور ان گھلوٹوں میں موجود تھی۔

نمبر ۵۴:

حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ شریف جانے کے لیے بحری جہاز پر سوار ہوئے۔ جہاز کے ملاح مزدوری کے سلسلے میں مسافروں سے دست و گریبان ہو رہے تھے۔ حضرت کے پاس کرایہ ادا کرنے کے لیے رقم نہ تھی اس لیے چپ ہو رہے۔

جب ان لوگوں نے آپ کو بہت تنگ کیا تو دریا سے ایک مچھلی نکلی اور دو بڑے بڑے موتی حضرت کے دامن میں ڈال کر سمندر میں چلی گئی۔ آپ نے دونوں موتی ملاحوں کو دے دیئے۔ موتی لے کر بھی ملاحوں کو تسکین نہ ہوئی بلکہ انہوں نے آپ کو موتیوں کا تاجر سمجھ کر اور سختی شروع کر دی کہ مال دکھا کر مال کی زکوٰۃ ادا کریں۔ ان لوگوں کے اس رویہ کی وجہ سے حضرت صاحب کو رنج ہوا۔

اسی اثناء میں حکم الٰہی سے جنوب کی اطراف سے مخالف ہوا چلنے لگی اور جہاز ڈولنے لگا۔ اور ڈوبنے کا خطرہ ہونے لگا۔ ایک اور نیک شخص بھی جہاز میں سوار تھا اس نے ملاحوں سے کہا تم لوگوں نے ولی زماں کے ساتھ بے ادبی کی ہے اس لیے اس ناشائستہ حرکت سے ہم سب پر یہ بلا نازل ہوئی ہے۔

پس تم ان سے معافی مانگو۔ ملاح اور مسافر سب نے منت سماجت کر کے آپ کو منایا جیسے حضرت کا غصہ ٹھنڈا ہوا طوفان بھی ختم ہو گیا۔

نمبر ۵۵:

محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جمال محمد خان جو علاقہ کا سردار تھا کے ساتھ میری دشمنی ہوگئی اور جس وقت مجھے ملتا کہتا تمہیں قتل کردوں گا۔ میں بہت پریشان رہتا تھا اور ساری ساری رات ہتھیار باندھ کر جاگتا رہتا۔ ایک رات میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے مرشد سے کیوں نہ مدد طلب کروں۔ میں نے زور زور سے آواز دینا شروع کردی۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ میری مدد کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میرا ڈر کے مارے بُرا حال تھا۔ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو حضرت صاحب گھوڑے پر سوار کھڑے مجھے پکار رہے تھے۔ میں آپ کو پہچان کر قدم بوس ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے رکنے کا حکم نہیں ہے۔ تم مت گھبراؤ میں نے بندوبست کردیا ہے۔ آپ یہ فرما کر روانہ ہوگئے۔ صبح مجھے معلوم ہوا کہ جمال خان کو بہادر خان کے آدمی پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اس طرح آپ کی کرم نوازی سے میرے سر سے بلا ٹل گئی۔

نمبر ۵۶:

حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۲۶۱ھ تاجن شیر رحمۃ اللہ علیہ کے کنویں پر غسل کرنے کیلئے تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ تاجن شیر رحمۃ اللہ علیہ غسل فرمارہے تھے۔ آپ بستی کے قریب دوسرے کنویں پر تشریف لے گئے وہاں بھی تاجن شیر رحمۃ اللہ علیہ غسل فرمارہے تھے۔ آپ نے یہ واقعہ پانچ یا چھ بار ملاحظہ فرمایا۔ آپ نے اپنا منہ مبارک کنویں کی نسار سے لگا دیا۔ جیسے عام لوگ پانی پیتے ہیں۔ کنویں کی نثار (ایک طرح کی نالی جس میں سے پانی بہتا ہے) کو منہ لگانا تھا

کہ آپ کی ہر رگ اور ہر بال سے پانی کے فوارے جاری ہو گئے۔ آپ نے تاجن شیر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ غسل اس طریقہ سے ہونا چاہیئے۔ تم ظاہری بدن کو دھو رہے ہو۔ اندر کا بھی غسل ہونا چاہیئے تا کہ اندر کے رگ و ریشہ بھی صاف ہو جائیں۔

نمبر ۵۷:

حاجی محمد ذمہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب میں زیارت بیت اللہ شریف پہنچا تو دل میں خیال آیا کہ حضرت قبلہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لاتے ہوں گے۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ دیکھا کہ منیٰ کے بازار میں ایک شخص کے ہمراہ جس نے چادر اوڑھ رکھی تھی اور منہ چھپائے ہوئے تھا تشریف لے جا رہے ہیں۔

میں کرایہ کے اونٹ پر سوار تھا اور اونٹ سے اتر کر دوڑا اور حضرت کے قدم بوس ہوا۔ آپ نے شفقت فرمائی۔ میں نے عرض کی حضرت یہ آپ کے ساتھ برقع پوش کون ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسول ﷺ میں۔

میں نے زیارت کے لیے عرض کی اور حضرت نے میری گزارش کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ سے نقاب اٹھایا تو میں نے دیکھا آپ کا چہرہ سورج کی طرح درخشاں اور ریش مبارک تمام سفید اور دندان موجود نہ تھے۔ حضرت قبلہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زیارت ہو چکی پس تم یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ تاریخ، دن اور وقت نوٹ کر لیا۔ وطن واپس آ کر تحقیق کی تو معلوم ہوا۔ اس دن، تاریخ اور وقت آپ ڈیرہ بکھا

(بہاول پور) میں موجود تھے۔

نمبر ۵۸:

ایک بار حضرت چولستان میں تشریف فرما تھے۔ آپ کا مرید آپ کے کپڑے دھونے کے لیے لے گیا اور دھو کر آپ کی خدمت میں لے آیا۔ کپڑے کیونکہ صاف پانی سے نہیں دھوئے گئے تھے اس لیے پاک نہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے درخت پر لٹکا دو۔ کپڑے درخت سے لٹکا دیئے گئے تو کپڑے خود بخود ہوا میں اڑ گئے اور پھر دھلائی کے بعد حضرت کے سامنے آ گرے۔ آپ نے فرمایا کپڑے فرشتے دھو کر لائے ہیں۔

نمبر ۵۹:

ایک مرتبہ آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ ایک لڑکا قرآن پاک پڑھ رہا تھا آپ کو اس کا خوش الہانی سے پڑھنے کا انداز بہت پسند آیا۔ آپ نے لڑکے کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا بیٹا پڑھو۔ آپ کے پڑھانے سے لڑکے کو قرآن پاک پڑھنا ازبر ہو گیا۔

نمبر ۶۰:

ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم رات کے وقت آپ کا جسم دبا رہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ آپ کا جسم بڑھتا جا رہا ہے۔ جسم مبارک اس قدر بڑھ گیا کہ وہاں تک رسائی ممکن نہ رہی اور پھر جسم گھٹنا شروع ہو گیا اور اس طرح گھٹا کے گوشت کی جگہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

نمبر ۶۱:

ایک سید صاحب ہرن کا شکار کھیلنے کے لیے روہی (چولستان) گئے اور پانی کا مشکیزہ درخت کے ساتھ باندھ کر ہرن کی تلاش میں دور تک نکل گئے۔ ہرن شکار کرنے کے بعد جب واپس آئے تو مشکیزہ پھٹا ہوا تھا اور اس میں پانی نہیں تھا۔ شاید کسی جنگلی جانور نے پھاڑ دیا ہوگا۔ شاہ صاحب کو سخت پیاس تھی اور دور دور تک پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ شاہ صاحب نے ایک شخص کو درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا اور ان کے پاس پانی کا آفتابہ (مٹی کا لوٹا) بھرا ہوا دیکھا۔

شاہ صاحب نے ان سے پانی پینے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا پی لو۔ شاہ صاحب نے آفتابہ سے خوب سیر ہو کر پانی پیا لیکن یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ آفتابہ میں پانی کی سطح جوں کی توں رہی۔

شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ کوئی بزرگ ہیں۔ شاہ صاحب نے عرض کی حضرت اگر اجازت ہو تو ہرن کا گوشت بھون کر حاضر کروں۔ آپ نے فرمایا کوئی مذائقہ نہیں۔ شاہ صاحب ہرن کا گوشت بھون کر آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے تھوڑا سا تناول فرمایا۔ شاہ صاحب اپنا پھٹا ہوا مشکیزہ بھی سی کر لے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس آفتابہ میں سے پانی بھر لو۔ شاہ صاحب نے مشکیزہ میں پانی بھر لیا۔ اس کے باوجود آفتابہ میں پانی کی سطح اپنی سابقہ سطح پر موجود رہی۔ آپ نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ فقیر کا نام محکم الدین ہے۔

شاہ صاحب نے عرض کی کہ آبادی بہت دور ہے۔ لہٰذا رات یہاں قیام کیا جائے لیکن آپ وہاں سے چل پڑے۔ شاہ صاحب بھی آپ کے پیچھے پیچھے

چل پڑے اور چند گھنٹوں میں تقریباً ستر اسی میل (۱۲۰ کلو میٹر) فاصلہ طے کر لیا اور ایک شہر کے نزدیک جا پہنچے۔ آپ شہر سے باہر ایک میدان میں رک گئے۔ جہاں ایک قافلہ پہلے سے موجود تھا۔ آپ نے شاہ صاحب سے فرمایا کہ چند قدم کے فاصلے پر سو جاؤ آپ بھی آرام فرمانے لگے۔ نصف شب کو شاہ صاحب کی جاگ ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے نزدیک جو قافلہ قیام پذیر ہے اس میں سے چند لوگ ایک سنیاسی عورت کے ساتھ باری باری ہم بستری کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب کے دل میں خیال آیا کہ کاش میں بھی ایسا کر سکتا لیکن وہ ایسا نہ کر سکتے تھے۔

صبح حضرت نے شاہ صاحب کو فرمایا کہ آپ جہاں جانا چاہیں چلے جائیں اور آپ بھی روانہ ہو گئے۔ شاہ صاحب جوں ہی روانہ ہوئے وہ سنیاسن (عورت) بھی شاہ صاحب کے ہمراہ ہو پڑی اور تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب سے چمٹ جاتی۔ شاہ صاحب جہاں جاتے وہ عورت ان کے ہمراہ چلی آتی۔ شاہ صاحب اس صورتحال سے بہت تنگ ہوئے تو نادم ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی کے طلبگار ہوئے اور اس طرح وہ عورت شاہ صاحب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی۔

نمبر ۶۲:

سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ شریف مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ روضہ انوار خاتم النبیین ﷺ کے سامنے بیٹھے تھے کہ خادم خاص حضور معلّٰی نے حضرت صاحب کا اسم پکارا لیکن کسی کے جواب نہ دینے پر ایک شخص کو شناخت کر کے نام دریافت کیا۔ آپ نے کہا میرا نام عبداللہ ہے۔ خادم

نے دوبارہ کہا وہ نام جس سے تم مشہور ہو تو آپ نے فرمایا محکم الدین۔

خادم خاص نے کہا حضرت رسالت مآب ﷺ نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔

حضرت صاحب اٹھ کر روضہ اقدس میں داخل ہوئے اور خلیفہ خاص نے وہاں باہر ٹھہر کر کہا آپ تنہا جائیں مجھے اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔

جب آپ روضہ اطہر سے باہر تشریف لائے تو کثیر تعداد میں لوگ جو وہاں موجود تھے آپ کا پیرہن جو آپ نے زیب تن کیا ہوا تھا۔ عقیدت اور محبت سے چوم چوم کر تار تار کر دیا۔ اور عقیدت اور تبرک کے طور پر پیرہن کے ٹکڑے ساتھ لے گئے۔

نمبر ۶۴:

خلیفہ دین محمد داجلی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کی رات آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کل عید ہے خلفاء کے لیے اچھا کھانا تیار کیا جائے تو میں نے عرض کی حضرت لنگر کا خرچہ تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ اپنا دست مبارک پیرہن کے اندر سینہ کی طرف لے گئے اور اندر سے ایک سکہ چاندی کا نکال کر مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ بازار جا کر سامان خرید لاؤ اور فقرا کے لیے کھانا تیار کرو۔ میں بازار سودا خریدنے گیا تو دکاندار نے کہا کہ یہ سکہ رائج الوقت سے وزن میں کم ہے۔ میں نے آ کر حضرت کی خدمت میں عرض کی: ہندو دوکان دار کہتا ہے کہ یہ سکہ وزن میں کم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ یہ قدرتی سکہ ہے کیسے کم ہو سکتا ہے۔ دوبارہ وزن کرے۔ میں دوبارہ اس ہندو دکان دار کے پاس گیا اور اسے وزن کرنے کے لیے کہا جب اس نے وزن کیا تو اس کا وزن سکہ رائج الوقت سے

زائد نکلا۔ میں سامان خرید لایا اور لنگر میں حسب الحکم فقرا کے لیے کھانا تیار کیا۔

نمبر۶۴:

ایک شخص سلطان التارکین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں غریب آدمی ہوں مجھے تعویذ دیں جس سے میں دولتمند ہو جاؤں۔ آپ نے تعویذ عطا فرمایا اور حکم دیا کہ اسے اونچی جگہ پر لٹکا دینا اور اس کے نیچے برتن رکھ دینا اور تعویذ کو آگ لگا دینا۔ اس شخص نے حکم کی تعمیل کی۔ تعویذ کو آگ لگائی تو کاغذ کے اجزاء سڑ کر نیچے برتن میں گرنے لگے۔ جو راکھ برتن میں گرتی سونا اور اشرفیاں بن جاتیں۔ اس طرح وہ شخص خوشحال ہو گیا۔

نمبر۶۵:

مولوی محمد امین خان ساکن گڑھی اختیار خان (خان پور ضلع رحیم یار خان) روایت کرتے ہیں کہ میں آٹھ سال کی عمر کو پہنچ کر بول نہیں سکتا تھا۔ میں بچپن میں بہت خوبصورت تھا جو کوئی مجھے دیکھتا افسوس کرتا کہ اتنا خوبصورت بچہ ہے اور بولنے سے قاصر ہے۔

میرے والد میاں محمد مقبول صاحب مجھے سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور حضرت سے عرض کی حضرت یہ میرا بیٹا ہے میں اسے بلاتا ہوں تو میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ آپ اس سے بات کریں شاید آپ کو جواب دے۔ حضرت نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے جواب دیا۔ اس طرح میرا گونگا پن ختم ہو گیا اور میں حضرت کی دعا کی برکت سے بولنے کے قابل ہو گیا۔

نمبر ۶۶:

فقیر محمد جمال شاہ صاحب (ہندوستانی) روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ماڑ (ہندوستان) میں ایک مرید کی شادی کی تقریب میں شریک ہونے کے لیے اپنے مریدین اور خدام کی جماعت کے ہمراہ تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں شام ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا۔ جنگل میں رات بسر کرنی پڑی۔ سب لوگوں کا سردی سے برا حال تھا۔ سب لوگ سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔

آپ نے حکم دیا لکڑیاں اکٹھی کرو تاکہ ان کو جلا کر سردی دور کی جائے۔ آپ کے حکم کے مطابق لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا لیکن آگ جلانے کے لیے ماچس کسی کے پاس نہ تھی۔ حضرت ذکر لاالہ الا اللہ فرما کر لکڑیوں کے گرد چکر لگانے لگے اور جہاں پھونک مارتے آگ لگ جاتی۔ لکڑیوں میں آگ جلنے سے سب لوگوں نے آگ سینک کر سردی سے نجات پائی اور رات آرام سے بسر کی۔

نمبر ۶۷:

ایک دفعہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر دور دراز سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے اس کے گھر جمع ہو گئے۔ اس قدر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر حضرت کو صاحب خانہ پر ترس آیا کہ یہ ان سب لوگوں کو کس طرح کھانا کھلائے گا کیونکہ حضور کے علم میں تھا کہ صاحب خانہ غریب نادار ہے۔ آپ نے صاحب خانہ کو دودھ لانے کا حکم دیا۔ وہ ایک بڑے برتن میں جس میں تقریباً چھ سات کلو دودھ تھا آپ کے پاس لے آیا۔

حضرت نے برتن سے کپڑا اٹھا کر دیکھا اور فرمایا لے جاؤ۔ اس نے دودھ واپس لے جا کر دیکھا تو اسے دودھ جما ہوا محسوس ہوا۔ وہ سمجھا شاید یہ دہی بن گیا ہے لیکن جب اس نے روشنی میں جا کر دیکھا تو دودھ چاندی بن چکا تھا۔

اس طرح آپ کی نظر کیمیا سے وہ سب لوگوں کو کھانا کھلا کر شرمندگی سے بچ گیا بلکہ خوشحال ہو گیا۔

نمبر ۶۸:

شجاع آباد کا رئیس ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اسے طلب فرمایا لڑکی کا والد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔

حضرت اس وقت اتفاق سے اس کے گھر آئے ہوئے تھے۔ وہ بے چارا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر سارا ماجرا بیان کیا اور آپ سے مدد کا طلبگار ہوا۔ حضرت نے جوش میں آ کر فرمایا تم لڑکی کو فوراً نواب کے پاس بھیج دو اور ہرگز نہ گھبراؤ اللہ بہتری کرے گا۔ اس نے ارشاد کی تعمیل کی اور لڑکی کو نواب کے پاس بھیج دیا۔ نواب شجاع خان نے لڑکی کو دیکھ کر کہا یہ لڑکی میری بیٹی ہے اور اسے بزرگانہ سلوک کے ساتھ انعام واکرام دے کر والدین کے پاس واپس بھجوایا دیا بلکہ ہمیشہ اس کی خبر گیری بھی کرتا رہا۔ زیورات اور ہزاروں روپے بھی عطا کیئے۔

نمبر ۶۹:

ایک مرتبہ حضرت ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ وہ درخت تن آور ہونے کے باوجود پھل نہیں دیتا تھا۔ آپ کے قریب کھڑے ایک شخص نے عرض کی یہ درخت اس قدر تن آور ہونے کے باوجود پھل نہیں دیتا جبکہ اس سے کم

ہر درخت پھل دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سال شرم کے مارے پھل دے گا۔ آپ کے فرمان کے مطابق موسم میں اس درخت نے سب درختوں سے زیادہ پھل دیا۔

نمبر ۷۰:

میاں محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''لطائف سیریہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد نے ایک مرتبہ داجل میں قیام کے دوران فرمایا قبلہ سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں پر ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ کئی کئی روز تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور عالم مستی میں رہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ واردات حال پر موقوف ہیں جس پر طاری ہو وہی جانتا ہے۔ الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں کیونکہ ''حدیث عشق وردفتر گنجد'' آپ نے فرمایا میں ایک مرتبہ خیر پور ٹامیوالی میں عشاء کی نماز کے لیے پہلی صف میں امام کے دائیں جانب کھڑا تھا جب امام نے تکبیر تحریمہ پڑھی تو مجھ پر یہی حالت طاری ہوگئی۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ بہ نفس نفیس دروازے پر کھڑے ہیں۔ میں سراسیمہ صف سے نکل کر دروازے کی طرف گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ آپ مسجد کے دروازے پر گھوڑے پر سوار ہیں۔ میں نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے از راہ شفقت میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بچہ جاؤ نماز پڑھو۔ یہ سن کر نمازیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ امام ابھی اوّل رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ رہا تھا۔ میں فوراً جماعت میں شامل ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ روشن ضمیر مرشد کی امداد سے جلد اس منزل حیرت سے ترقی اور عبور حاصل کیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جو میں نے دیکھا تو آپ وہاں نہ تھے۔

نمبر ۱۷:

آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں چند لوگ ملے۔ انہوں نے آپ سے عاربی کا پتہ پوچھا آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ اور تھوڑی دیر کے بعد اشارہ کر کے فرمایا وہ سامنے ہے۔ ان لوگوں نے دیکھا وہ عرب شریف پہنچ گئے ہیں۔ ان لوگوں نے عرض کی ہم نے عرب شریف نہیں بلکہ عاربی نامی گاؤں جانا ہے۔ (عاربی ایک قوم ہے) تو آپ نے ان کو تھوڑی دیر میں عاربی گاؤں پہنچا دیا۔

نمبر ۲۷:

میاں محمد مقبول کھوکھر بیان کرتے ہیں کہ یہ نیازمند بچپن سے حضرت کے دامن گرفتگان کی جماعت میں داخل ہوا اور آپ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ آپ کی خدمت میں آنے والے لوگ مجھ کو اس چھوٹی سی عمر میں آپ کی خدمت میں رہتا دیکھ کر حیران ہوئے۔ حضرت مجھ پر بہت ہی شفقت فرماتے۔ جس وقت آپ مجھے گھر جانے کے واسطے فرماتے تو میں رونے لگ جاتا اور آپ سے جدا ہونے کے خیال سے بے قرار ہو جاتا۔ حضرت دیوان محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ مجھے تسلی دیتے اور فرماتے کہ برخوردار تسلی کرو ان شاء اللہ تم جلد حضرت کی خدمت میں واپس آ جاؤ گے۔ تم رویا نہ کرو اور مجھے مصری دیا کرتے۔ لیکن میں اس کے باوجود مطمئن نہ ہوتا اور بدستور غمگین اور اداس رہتا۔ ایک دن قبلہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا بیٹا ہم تم کو اس لیے جانے کا کہتے ہیں کہ تمہاری والدہ تمہاری جدائی میں بہت روتی ہے۔

ایک دفعہ جا کر اس سے مل آؤ پھر واپس آ جانا۔ آپ کے فرمانے سے مجھے تسلی ہوئی اور میں گھر چلا گیا اور والدہ صاحب کی زیارت سے آنکھوں کو منور کیا۔ میری والدہ میرے تنہا سفر کی وجہ سے پریشان ہوا کرتی تھیں اور کہتی تھیں خدا جانے میرا بیٹا کس حال میں ہوگا۔

میں نے والدہ صاحب کو حضرت کی خدمت میں خوش رہنے اور حضرت کی محبت اور شفقت کا حال سنایا تو وہ مطمئن ہو گئیں اور کچھ روز بعد مجھے دوبارہ حضرت کی خدمت میں جانے کی باخوشی اجازت دے دی اور میں پھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

مولوی نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میاں محمد مقبول حضرت کی خدمت سے رخصت ہو کر حضرت قبلہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نارووالہ کے مسکن میں جو فاضل پور کے باہر نالہ کے کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے پر آیا تو اس گاؤں میں مکین سب جوان، بوڑھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ میاں محمد مقبول سر سے پاؤں تک نور کا شعلہ بنا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر سب خورد وکلاں، پیر و جواں عش عش کر اٹھتے کہ حضرت کی محبت اور شفقت نے اس کو حقیقی معنی میں مقبول خدا بنا دیا ہے کسی نے کیا خوب کہا؟

مقبول تو خبر مقبل جاوید نہ شد
وز لطف تو، ہیچ بندہ نومید نہ شد
عونت بہ کدام ذرہ پیوست دمی
کان ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

نمبر ۷۳:

زبدۃ الصالحین مولانا حاجی محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے بیت اللہ شریف اور حرمین شریفین سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ نے عرب شریف میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو تعریفیں وہاں سنیں آ کر بیان کیں کہ بزرگان عرب شریف (سعودی عرب) میں حضرت کی ایک بزرگ سے دوستی تھی۔ ان بزرگ سے ایک شخص نے عرض کی کہ آپ مجھے حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کریں کہ ان کی رفاقت میں دنیا بھر کی سیر کروں۔ عربی بزرگ نے اس شخص کی استدعا حضرت تک پہنچائی تو آپ نے فرمایا: بہتر ہے لیکن میں اپنی عادت سے باز نہیں رہ سکتا۔

جب حضرت وہاں سے روانہ ہوئے تو وہ آدمی بھی آپ کے ہمراہ روانہ ہولیا۔ لیکن حضرت صاحب اس تیزی سے چلے کہ وہ شخص بہت کوشش اور بھاگ بھاگ کر بھی آپ کا ساتھ نہ دے سکا اور تھک کر پیچھے رہ گیا اور آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ شخص مایوس ہو کر واپس لوٹ آیا اور عربی بزرگ کو قصہ سنایا تو عربی بزرگ نے فرمایا تجھے حضرت کی رفاقت کا حوصلہ نہ تھا۔

نمبر ۷۴:

حافظ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے معرفت کا معنی پوچھا تو آپ کا ایک مرید معرفت کے معنی بیان کرنے لگا۔ حافظ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں معرفت کے معنی حضرت کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ حضرت نے زانو سے سر باہر نکال کر حافظ کی طرف دیکھا تو حافظ

صاحب تنکے کی مانند اڑ کر کئی قدم فاصلے پر جا گرے۔

نمبر ۷۵:

حافظ قاری خیر پور صاحب کے قلب میں ایک دفعہ کدورت ہو جانے سے ذکر قلب میں قصور واقع ہو گیا۔ اس حالت کی درستگی کے لیے حافظ صاحب حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے جانے لگے تو حافظ صاحب بھی پانی کا کوزہ اٹھا کر ساتھ ہو لئے۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حافظ صاحب نے موقع غنیمت جان کر اپنی کیفیت بیان کی۔

حضرت نے حافظ صاحب کے دل کے مقام پر ہاتھ پھیرا اور پھر اپنے ہاتھ کو سونگھا اور اس طرح منہ بنایا جیسے کوئی شخص بدبودار چیز سونگھ کر بناتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے دوبارہ حافظ کے دل کے مقام پر ہاتھ پھیرا اور پہلے کی طرح اپنا ہاتھ ناک کی طرف لے گئے اور سونگھ کر فرمایا اب خیر ہے آپ کی توجہ سے حافظ صاحب کا قلب دوبارہ جاری ہو گیا۔

نمبر ۷۶:

حضرت حافظ قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اُبھ میں ایک صاحب نسبت بزرگ رہتے تھے۔ ان کا بیٹا بڑا بے راہ رو تھا۔ انہوں نے بہت کوشش کی لیکن وہ راہ ہدایت پر نہ آیا۔ چنانچہ وہ اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے۔

اتفاقاً حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اس گاؤں میں تشریف لے گئے تو حافظ صاحب اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے اور اس کا ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں دے کر فرمایا حضرت جب کوئی شخص اپنے جانور کو خود درست

نہیں کر سکتا تو اسے اپنے سے زیادہ ماہر کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ میرا لڑکا ہے میں نے اسے ہر چند درست کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ اس کی اصلاح فرمائیں۔

حافظ صاحب کی استدعا کے مطابق آپ نے لڑکے کو تلقین فرمائی اور حافظ صاحب سے فرمایا کہ اسے ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ وہ لڑکا تھوڑا عرصہ حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد اپنے والدین کے پاس جب واپس اپنے گاؤں پہنچا تو گاؤں اور اہل محلہ کے علاوہ اس کے رشتہ دار بھی اسے نہ پہچان سکے۔ لیکن جب اپنے والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے اپنے لخت جگر کو پہچان لیا اور فرمایا الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں بھی حضرت سرور کائنات ﷺ کی امت کی رہبری کے لیے ایسے پیر روشن ضمیر کو پیدا کیا ہے۔

نمبر ۷۷:

میاں قادر بخش صاحب بیان کرتے ہی کہ ایک دفعہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے رات بسر کر رہے تھے کہ چند آدمی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی ہماری بھینس چوری ہوگئی ہے۔ آپ دعا فرما دیں واپس مل جائے۔ آپ نے فرمایا تم گھر جاؤ ان شاءاللہ بھینس واپس گھر آ جائے گی۔ چنانچہ وہ لوگ واپس گھر چلے گئے اور صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے بھینس گھر واپس آ گئی اور بھینس چرانے والے بھی ہمراہ تھے۔ چوری کرنے والوں نے بیان کیا کہ جب ہم نے بھینس چرا کر ان کو دریا میں ڈالا تو اس طرح واپس نکل آئی جیسے کسی نے پکڑ کر کھینچ لیا ہو۔ ہم نے قریباً بیس مرتبہ جگہ بدل بدل کر ان کو دریا کے پار لے جانے کی کوشش

کی مگر ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی ان کو کھینچ کر واپس نکال لیتا ہے۔ آخر ہم لاچار ہوکر بھینس واپس کرنے آئے ہیں۔

نمبر۷۸:

مولانا عبداللہ حنفی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اور میرے بھائی صاحب کو میرے والد نے بچپن میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کیا اور ہم دونوں کے لیے دعا کی گزارش کی تو آپ نے میرے بھائی کے متعلق فرمایا یہ کاروبار کا شیر ہوگا اور میرے متعلق فرمایا عالم دین ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا میرے بڑے بھائی نے کاروبار میں بہت ترقی کی اور میں علم دین کی طرف راغب ہوا۔ ''ضیائے نورانی صفحہ ۱۱۷''

نمبر۷۹:

حافظ محمد جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبہ پگل (ماڑ یا سورت بندر ہندوستان) کے رہنے والے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا کہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوگئی۔ میں نے آپ سے رزق کی فراخی کے لیے وظیفہ پوچھا تو آپ نے فرمایا تم تو حافظ قرآن پاک ہو تمہیں وظیفہ کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے بہت اسرار کیا تو آپ نے ایک آسان وظیفہ عنایت فرمایا۔ اس وظیفہ کے پڑھنے سے حافظ صاحب پر ہر وقت کشف غالب رہنے لگا اور آپ سے جو بھی ملتا آپ اس کو سب حال بتا دیتے۔

ایک مرتبہ ڈیرہ غازی خان سے اجمیر شریف جاتے ہوئے ایک شخص کو آپ نے ڈیرہ غازی خان کے ایک ایک ذرہ ذرہ کا حال بتا دیا۔

نمبر ۸۰:

خلیفہ محمد وارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں کی ایک عورت پر فریفتہ ہو گیا۔ چند روز بعد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں تشریف لائے اور تھوڑے سے قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہونے لگے تو میں مشایعت کے لیے آپ کے ہمراہ ہولیا۔ تھوڑی دور جا کر مجھے روک دیا اور خود روانہ ہو گئے لیکن چند قدم چل کر رک گئے اور مجھے بلایا ورفرمایا برخودار! لوگوں کی بہو بیٹیوں کا خیال دل سے نکال دو۔ فقیر کے لیے بات مناسب نہیں۔ آپ کا ارشاد سن کر میرے دل سے اس عورت کا خیال فاسد ہو گیا اور اس کا خیال بھی میرے دل میں نہ آتا تھا بلکہ اس کی شکل کا نقش بھی میرے دل اور دماغ سے مٹ گیا جو کہ ایک عرصہ سے میرے دل پر ثبت تھا۔

کرامات بعداز وصال

خاتم النبین احمد مرسلین ﷺ پر نبوت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اولیاء کرام کو انبیاء علیہ السلام کا جانشین مقرر فرمایا۔

اولیاء کرام کو انبیاء علیہم السلام کی طرح کرامت سے نواز گیا جیسا کہ دنیاوی زندگی میں آفیسران کو مؤثر بنانے کے لیے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔

ان کرامات سے اولیاء اللہ نے انسانیت کی فلاح، اشاعت اسلام، بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لانے اور لوگوں کی مشکلات اور تکالیف دور کر کے اپنا فریضہ بطریق حسن ادا فرمایا۔ اولیاء اللہ نے مجاہدوں، ریاضتوں، عبادتوں او پاکیزہ اور سادہ زندگی گزار کر اپنے قول اور فعل سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی جس کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں کفار متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان اولیاء اللہ کی خدمات کا صلہ ہے کہ سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد بھی ان کے مزارات پر روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور ان کے مزارات مرجع خلائق عام وخاص ہیں۔

موت برحق ہے۔ انبیاء علیہ السلام سمیت ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت ۔انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کے لیے موت ایک ظاہری عمل ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا بدن مبارک زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔

آپ صرف دار الفنا سے دار البقا کی طرف منتقل (انتقال) فرما گئے ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لایمون بیل ینتقلون من دار الی دار

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی رکھتے ہیں اور شہداء اور اولیاء معنوی اور روحانی زندگی رکھتے ہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام وصال کے بعد بھی خلق خدا کو فیوض و برکات سے نوازتے ہیں۔

سلسلہ اویسیہ کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے۔

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ روحانی جذبات اور تصرفات کی وجہ سے مرجع خاص ہو گئے تھے اور دور دور سے بزرگان آپ کو تلاش کرتے ہوئے لطف زیارت اور سعادت صحبت حاصل کرتے تھے۔

حضرت کی کچھ کرامات آپ کے حالات زندگی کے احوال کا بیان کرتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے تحریر کئے گئے ہیں۔ مثلاً آپ کی کرامت سے بتوں کا حضور کے قدموں میں آ گرنا اور آپ کی کرامت سے کفار کا مسلمان ہونا، آپ کی اشاعت اسلام کی خدمات کے بیان میں ذکر آ گیا ہے۔ حضرت کی کچھ کرامات حضرت کے فیوض و برکات، پابندی شریعت، مراتب اولیاء کے بیان میں ضابطہ تحریر میں لائی گئی ہیں۔

دوسرے حصہ میں صرف حضرت کی کرامات کا ذکر ہے اور اب تیسرے حصہ میں حضرت کی وہ کرامات جو آپ کے وصال کے بعد ظہور پذیر ہوئیں۔

حضرت کی بے شمار کرامات کی طرح بعد از وصال کرامات کا شمار بھی ممکن

نہیں۔ حضرت کی درگاہ عالیہ پر کوئی شخص خود حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے کہ روزانہ لاتعداد لوگ کس طرح پروانہ وار حاضر ہوتے ہیں اور فیوض و برکات کی جھولیاں بھر کو لوٹ جاتے ہیں۔

ان سب لوگوں سے اگر انٹرویو لیا جائے تو اس کو ضابطہ تحریر میں لانے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی ان سب لوگوں کی مرادیں برآنا بھی حضرت کی کرامات بعداز وصال ہیں۔ یہاں پر میں مختصراً قابل ذکر کرامات بعداز وفات کا ذکر کروں گا۔

نمبر۱:

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور آپ کے جانشین خلفیہ اوّل حضرت خواجہ سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کے وصال کے بعد اکثر میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ کسی صاحب کمال کی صحبت میسر آجائے جو رفتار اور گفتار میں حضرت کے مشابہ ہو تو راہ سلوک کی منازل طے کرنے میں مزا آئے۔

اسی اثناء میں سنا کہ اک ولی جو صاحب جذب وتفرید ہیں جنوب کی طرف سے ملتان میں تشریف لاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر میرے دل میں اشتیاق کا شعلہ بھڑکا۔ میں نے ملتان میں دوستوں کو کہلا بھیجا کہ جب صاحب موصوف ملتان میں تشریف لائیں تو مجھے خبر کر دیں۔

چنانچہ ایک دن خبر ملی کہ ولی صاحب ملتان میں رونق افروز ہیں۔ حسن اتفاق سے اس دن میں بھی ملتان میں ہی قیام پذیر تھا۔

یہ سنتے ہی خوشی خوشی تن تنہا میں ان کی زیارت کے لیے چلا۔ ولی صاحب مذکور جس جگہ قیام فرماتے تھے اس کا دروازہ دور سے دکھائی دیتا تھا۔ جب میں نے اس طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اس گھر سے نکل کر میری طرف آرہے ہیں۔

پہلے تو میں بہت حیران ہوا اور دل میں سوچا کہ آپ کا ہم صورت کوئی اور شخص ہوگا۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو بہ نفس نفیس آپ ہی تھے۔ میں بہت نادم ہوا اور شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ جب آپ نزدیک آئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے زندہ نہیں سمجھتے کہ اوروں کے در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو۔ مجھ پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ آپ کچھ دیر بعد وہاں سے چلے گئے۔

میں وہاں سے الٹے پاؤں گھر پہنچا اور خانقاہ شریف چلا گیا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن میں دربار شریف کے تھلہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے آ کر ملاقات کی اور زار وقطار رو رو کر کہا کہ حضرت خدا کے واسطے میری تقصیر معاف کرا دیجئے۔ یہ کہہ کر قصہ مذکور بیان کیا اور کہا کہ جب آپ نے ملتان میں غلام کی ملاقات کا ارادہ کیا تھا اس وقت حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس موجود تھے۔ یکا یک آپ نے فرمایا ہمارا فرزند تمہارے پاس آتا ہے اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور آپ حضور کی طرف چلے آئے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے۔ ورنہ اس واقع سے پہلے میں ہمیشہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ اس دن سے بالکل محروم ہوں۔ لہٰذا جناب سے التماس ہے کہ دعا فرمائیں کہ ہاتھ سے گئی ہوئی دولت پھر ہاتھ آ جائے۔

نمبر ۲:

حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ عبداللہ لاہوری کے سامنے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اگر حضرت کے دیدار فیض آثار سے مجھ کو بیداری کے عالم میں شرف حاصل ہو جائے تو کیا عجب ہے۔ اس خیال میں گھر سے اٹھ کر دربار شریف میں آیا اور اسی فکر میں وہاں بیٹھ گیا۔ اس وقت وہاں کوئی دوسرا آدمی موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ خانقاہ کے دونوں کواڑ خود بخود زور سے کھلے اور حضرت اندر سے کلمہ شریف **لا الہ الا اللہ** پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور پھر نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند ارجمند شرع نبوی ﷺ اور حکم الٰہی کا لحاظ ہے۔ ورنہ یہ حالت جو تم دیکھ رہے ہو معمولی بات ہے۔ اس کے بعد دو تین گھڑی میرے پاس بیٹھ کر اور دلداری کی باتیں کر کے واپس تشریف لے گئے۔ اس طرح میرا دلی مقصد یعنی عالم بیداری میں آپ کی زیارت سے حاصل ہو گیا۔

نمبر ۳:

حضرت خواجہ سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں اور برادرم عثمان نوری حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سردی کا موسم تھا میزبانوں نے رات کے وقت بستر جمع کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کیے جو قبلہ عالم نے اپنی مرضی سے مریدین میں تقسیم فرمائے۔

تقسیم کے بعد صرف ایک لحاف اور کھیس بچا۔ ہم نے سوچا کہ شاید رات

سردی میں ٹھٹھر کر بسر کرنی پڑے گی۔ کیونکہ یہ بچھا ہوا لحاف اور کھیس تو حضرت خود استعمال فرمائیں گے۔ جب سب لوگ سو گئے تو حضرت نے کھیس نیچے بچھایا اور قدم مبارک دو زانو فرمائے تو سر مبارک قطب کی طرف کیا اور برادرم عثمان نوری صاحب کو اپنے مشرقی جانب اور مجھے اپنے غربی جانب جگہ دے کر سونے کے لیے فرمایا۔ ہم دونوں نے سوئے ادب وہاں سونے سے گریز کیا لیکن حضور نے باالاصرار ہمیں اسی طرح سونے کا حکم دیا۔

اس وقت میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ حضور وفات کے بعد بھی اسی طرح مجھے اور بھائی عثمان نوری صاحب کو جگہ عطا فرمائیں۔ چنانچہ بھائی عثمان نوری تو بعد از وفات اس نعمت قرب سے سرفراز ہوئے ہیں۔ ان کا مزار حضرت کی شرقی جانب ہے۔ خدا جانے اس فقیر کے نصیب میں بھی یہ سعادت ہے یا نہیں۔

آپ نے جب یہ واقعہ سنایا تو آپ زندہ تھے اور آپ کا بیان آپ کے مرید مولوی محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''لطائف سیریہ'' (فارسی) میں نقل کیا ہے۔ لیکن سب حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ قبلہ عالم کے غربی جانب آرام فرما ہیں۔

نمبر۴:

حضرت شیخ احمد قریشی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ ساکن جلال پور پیر والا (ضلع ملتان) جو علامہ عصر اور فرید دہر تھے فرماتے ہیں کہ دل میں ابتدا سے یہ شوق تھا کہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کروں۔ لیکن تعلیم میں مصروفیت کے باعث اس سعادت سے

محروم رہا۔ ناگاہ آپ کے وصال کی خبر ملی جس سے بہت غمگین ہوا اور زار وقطار رونے لگا۔ کہ ایسا شہباز ہاتھ سے جاتا رہا اور میں آپ سے استفادہ نہ کر سکا۔

اس اضطراب اور غم کے عالم میں مجھے نیند آ گئی۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا آپ نورانی خلعت پہنے ہوئے تشریف لائے اور مجھے تسلی دے کر فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ ہمارے دوستوں میں داخل ہوئے۔ تسلی رکھیئے ایک ولی کامل آپ کے پاس خود بخود آ جائے گا اور جو نعمت آپ کو دینی ہے دے جائے گا۔ میں اس مژدہ روح افزا سے بہت خوش ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حسب الفرمان افراد خفیا میں سے ایک فرد جن کا اسم گرامی سلطان مسّن تھا اور جو حضرت شاہ میر قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں سے تھے خود بخود حضرت غوث العالم غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ والی مسجد میں کمترین سے آن ملے اور دولت دین سے اس خاکسار کو مالا مال کر گئے۔

حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر زیارت سے کمترین کو سرفراز فرماتے اور طرح طرح کے فوائد باطنی پہنچاتے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس واقعہ کے کافی دن بعد میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں مصلے پر بیٹھا ہوا ہوں اور یکا یک حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ سامنے سے نمودار ہوئے ہیں۔ میں اٹھتا ہوں اور سعادت قدم بوسی حاصل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں مولوی صاحب اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو تا کہ بیعت کر لوں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ قبلہ میں تو خاندان قادریہ میں حضرت سلطان مسّن کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دونوں خاندانوں میں کچھ

رق نہیں ہے۔ پس میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت فرمائی۔

حضرت مولانا شیخ احمد صاحب قریشی ہاشمی کا قول ہے کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں دیکھنے اور سننے سے اولیاء سابقہ کے حق میں جو کتابوں میں مذکور ہیں میرا اعتقاد بہت پختہ ہو گیا ہے۔ ورنہ میں پہلے اس طرف سے شکوک و شبہات میں مبتلا تھا۔ اب میرا علم الیقین، عین الیقین کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ حضرت مولانا صاحب فرماتے تھے کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے ہم کو رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ کی سی بو آتی ہے۔ ان کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص حضرت کا مرید ہے کیونکہ حضرت کی نورانیت ان کے چہرے سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

نمبر ۵:

حضرت محمد انور رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مومبارک (ضلع رحیم یار خان) کے نواح میں لوہار رہا کرتے تھے وہ کسی تقریب کے سلسلے میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں کسی دوسری جگہ گئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر جب واپس آئے تو راستے میں بہت ہی سرسبز درخت سایہ دار پایا اور وہاں آرام کرنے کے لیے اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان کے اونٹ درخت کے پتے کھانے کے لیے جھکے تو اردگرد جو لوگ کام کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اونٹوں کو یہاں سے ہٹا لو اگر انہوں نے درخت کے پتے کھا لیے تو مر جائیں گے۔

انہوں نے اس کا سبب پوچھا: تو ان لوگوں نے بتایا کہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کا تابوت یہاں سے گزرا تو تابوت

لانے والے تھوڑی دیر کے لیے اس درخت کے نیچے رک گئے۔ اس وقت یہ درخت سوکھا تھا آپ کے تابوت رکھنے کی برکت سے چند دن میں یہ درخت بہت ہرا بھرا ہو گیا۔

ہمارے جن جن جانوروں نے اس کے پتے کھائے ہیں وہ مر گئے۔ ہمیں کیونکہ اس کا تجربہ ہے اس لیے تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔ باقی تمہاری مرضی۔

نمبر ۶:

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کو دہراجی (کاٹھیاواڑ ہندوستان) میں آپ کے مرید حافظ محمد کوکی نے کھانے میں زہر دے دیا جس کی وجہ سے آپ نے شہادت پائی۔ آپ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد حضرت کے لواحقین پہنچے اور حضرت کا جسد مبارک قبر سے نکال کر وطن لے جانے کی کوشش کی تو حافظ محمد کوکی نے مزاحمت کی۔ بیس روز تک مذاکرات ہوتے رہے لیکن کوئی حل نہ نکل سکا تو تنگ آ کر حضرت کو گھر واپس لے جانے والے وفد میں سے ایک فرد حافظ محمد نجم الدین آپ کی مزار پر غصہ کی حالت میں گیا اور عرض کی کہ حافظ محمد کوکی کوئی بات نہیں مانتا اگر آپ نے ہمارے ساتھ نہ چلنا تھا تو ہمیں کیوں بلوایا تھا۔ اُدھر آپ کی طرف سے ہدایت ہے کہ حافظ محمد کوکی کے ساتھ کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔ پھر ہمیں اس طرح بلوا کر کیوں بے عزت کرایا گیا؟ اب ہم واپس جا رہے ہیں اور پھر کبھی واپس نہ آئیں گے۔

آپ نے حافظ نجم الدین کو خواب میں فرمایا کہ حافظ محمد کوکی کے سامنے قرعہ اندازی کی تجویز رکھو وہ ان شاء اللہ مان جائے گا۔ آپ کے فرمان کے مطابق

جب حافظ محمد کوکی کے سامنے قرعہ اندازی کی تجویز رکھی گئی تو وہ فوراً مان گیا۔ یہ حضرت کی کرامت تھی کہ حضرت نے وفات کے بعد زندوں کو مسئلہ کا حل بتایا۔

نمبر ۷:

قرعہ اندازی کے لیے دو ہم شکل صندوق تیار کیے گئے۔ حضرت کا جسد مبارک ایک صندوق میں رکھا گیا۔ حافظ محمد کوکی نے ایک صندوق کا انتخاب کیا اور جب اس نے صندوق کھولا تو اس میں حضرت کا جسد مبارک موجود تھا جس سے وہ بہت خوش ہوا مگر حضرت کے ورثاء میں حافظ محمد نجم الدین کو غشی کا دورہ پڑا کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کے حصہ میں آئی ہوئی صندوق یقیناً خالی ہونی چاہیے تھی۔

آپ نے حافظ محمد نجم الدین کو غشی کے عالم میں فرمایا کہ پریشان مت ہو اپنے حصہ کی صندوق کھولو میں اس میں حقیقی صورت میں موجود ہوں جبکہ دوسری صندوق میں باطنی ہوں۔

اس طرح حافظ نجم الدین کے حواس بحال ہوئے اور جب آپ کے ورثاء نے صندوق کھولی تو آپ اس میں بھی موجود تھے۔

یہ حضرت کی کرامت بعد از وفات کی بے مثال صورت تھی۔

نمبر ۸:

معاملہ طے ہونے کے بعد تیسرے دن حضور کے جسد مبارک کی روانگی ہوئی ورثاء حضرت کا جسد مبارک صندوق میں لے جانا چاہتے تھے۔

حضرت نے اپنے بھتیجے سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا کہ میں صندوق میں ہرگز نہ جاؤں گا مجھے چارپائی پر لے جایا جائے اور

چار پائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے جائیں۔ پریشانی کی ضرورت نہیں
چار پائی اٹھانے کے لیے آپ کو لوگ میسر آ جائیں گے۔
یعنی حضرت نے وفات کے بعد زندوں کو ہدایات دیں۔

نمبر ۹:

حضرت کا جسد مبارک تقریباً چھ ماہ بعد قبر سے نکالا گیا تو نعش مبارک سالم، محفوظ اور اس طرح تازہ تھی کہ بدن مبارک نرم اور ماتھے پر پسینہ تھا اور جسم میں حرارت کا گمان ہوتا تھا اور خوشبودار تھا۔

نمبر ۱۰:

جسد مبارک کے سفر کے دوران ایک آدمی نے امتحان لینے کے لیے کہ دیکھوں آپ کا جسم مبارک نرم ہے یا دوسرے عام مردوں کی طرح سخت۔
آپ کے نزدیک آیا اور آپ کا پاؤں مروڑنا چاہا تو آپ نے پاؤں اوپر کھینچ لیا۔ وہ شخص دہشت کھا کر گر پڑا اور پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ حکماء سے بہت علاج کرایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مرض لاعلاج بتایا گیا۔
حضرت کے مزار پر حاضر ہوا گستاخی کی معذرت کی تو آپ کی رحمت سے تندرست ہو گیا۔

نمبر ۱۱:

حضرت کے ورثاء حضور کا جسد مبارک لے کر کاٹھیا واڑ سے براستہ ریاست بیکانیر، جیسلمیر، ریاست بہاول پور آئے اور جہاں اب موجودہ خانقاہ مبارک اور سابقہ بستی گوٹھ بخشا میں رات کو پڑاؤ ہوا۔ یہاں حضور اکو تشریف لائے

تے اور ایک عورت مائی حلیمہ جسے آپ نے بہن بنایا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اس عورت نے عرض کی حضرت آپ ہر وقت سفر میں ہوتے ہیں نہ معلوم کہاں آپ وفات پا جائیں اور مدفون ہوں۔

آپ مجھے بہن کہتے ہیں لیکن بھائی کبھی بھی بہن کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ اس طرح تو آپ میرا ساتھ چھوڑ جائیں گے مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہوگا کہ آپ کہاں ہیں اور اس طرح بہن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھائی کی زیارت سے محروم رہے گی۔

حضرت نے جواب میں فرمایا تم فکر نہ کرو۔ فقیر جہاں بھی ہوگا اپنی بہن کے پاس ہوگا۔ حضرت کا جسد مبارک جب بستی (گوٹھ بخشا) لایا گیا تو مائی صاحبہ حلیمہ روتی پیٹتی آ گئی اور حضرت کی چارپائی کے سرہانے رو رو کر حضرت کو وعدہ یاد دلاتی رہی۔ چنانچہ دوسرے دن صبح قافلہ نے روانگی کے لیے جب چارپائی اٹھانی چاہی تو کوئی بھی چارپائی کو نہ اٹھا سکا۔

حضرت کے ورثاء حضرت کا جسد مبارک اپنے آبائی وطن گوگیرہ اوکاڑہ (ساہیوال) لے جانا چاہتے تھے لیکن چارپائی ہلنے کا نام نہ لیتی تھی۔

لاچار ہو کر گفت وشنید اور باہمی صلاح مشورہ سے حضرت کے ورثاء نے آپ کا جسد مبارک گوٹھ بخشا میں دفن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کیونکہ یہی حضرت کی مرضی تھی اور اس طرح حضرت کا جسد مبارک مائی حلیمہ کی جھونپڑی میں دفن کیا گیا۔

حضرت نے اپنی بہن سے اپنی زندگی میں جو وعدہ کیا تھا۔ بعد از وفات وہ وعدہ نبھایا۔

نمبر۱۲:

حضرت کا جسد مبارک جب گوٹھ بخشا لایا گیا تو آپ کی منہ بولی بہن آپ کے کفن پر ڈالنے کے لیے عطر کی شیشی لے آئی اور آپ پر عطر چھڑکنا چاہا تو حضرت نے اس کے ہاتھ سے عطر کی شیشی لے لی اور اپنے اوپر چھڑک دی کا نظارہ سینکڑوں لوگوں نے بہ چشم ملاحظہ کیا۔

نمبر۱۳:

حضرت کا جسد مبارک جب لحد میں اتارا گیا تو ابو طالب صاحب نے فرمایا کہ حضرت کا منہ مبارک قبلہ کی سمت کیا جائے تو آپ نے خود اپنا منہ مبارک قبلہ کی سمت کرلیا۔ یہ واقعہ دہراجی (کاٹھیاواڑ ہندوستان) میں آپ کی پہلی تدفین کا ہے۔

نمبر۱۴:

حضرت کو جب زہر دیا گیا تو اس کے بعد حضرت کو تین مرتبہ قے آگئی جس سے آپ نے شہادت پائی آپ کے ایک مرید شیخ نھتو نے وہ قے پی لی طب کے اصول سے زہریلا مواد پینے سے پینے والے کی بھی موت ہو جانی چاہیے لیکن شیخ نھتو طویل عرصہ زندہ رہا اور بے خودی کا عالم اس پر طاری رہا۔ یہ حضرت کی کرامت بعد از وفات ہے کہ شیخ نھتو مرنے کی بجائے انوار ربانی سے سرفراز ہوا۔

نمبر۱۵:

حضرت کی وفات پر وہ کمرہ جس میں آپ نے شہادت پائی روشن اور منور ہوگیا اور باہر چاند گرہن ہوا۔

نمبر ۱۶:

حضرت کے محل (دربار شریف) کے اندر کا کٹہرا خلیفہ مولوی غلام محمد صاحب (ہوم منسٹر ریاست بہاول پور) نے تعمیر کرایا جب کٹہرا بن کر تیار ہوا تو اس میں لگانے کے لیے آہنی (لوہے) میخوں (کیل) کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت قلعی شدہ میخیں صرف ملتان میں صرف ایک کاریگر تیار کرتا تھا اور بہاول پور میں ناپید تھیں کیونکہ ان کا عام رواج نہ تھا۔ مولوی غلام محمد صاحب نے بہاول پور میں ان کے بنوانے کی کوشش کی تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بہت متفکر ہوئے۔

ایک دن بہاول پور میں ایک سڑک پر گزر رہے تھے کہ ایک سفید ریش بزرگ نے ایک بنڈل میخوں کا ان کے حوالے کیا اور کہا یہ خانقاہ شریف کے کٹہرے کے لیے ہیں۔ جب میخیں خانقاہ شریف حضرت کے کٹہرے میں نسب کی گئیں تو نہ ایک میخ کم ہوئی اور نہ ایک میخ ضرورت سے زیادہ تھی بلکہ جتنی مطلوب تھیں وہ اتنی ہی تھیں۔

وفات

حضرت نے ۱۱۹۷ھ میں خراسان (افغانستان) جانے کا عزم کیا اور اس سلسلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف جاتے ہوئے ڈیرہ غازی خان اور ملتان کے درمیان دریائے چناب کے کنارے واقع ایک بستی جس کا نام تلیری ہے پہنچے۔

بستی تلیری سے آپ اپنا خراسان جانے کا ارادہ تبدیل فرما کر آپ اسی مقام سے جنوب کی جانب روانہ ہوئے اور موضع کچھی (سندھ کہ اس حصہ کو جو سابق ریاست بہاول پور کے مقامات اوچ شریف وغیرہ پر مشتمل ہے اس وقت کچھی کے نام سے مشہور تھا) پہنچ گئے اور وہاں ایک شیشم کے درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا۔

تھوڑی دیر بعد حضرت دیوان محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت کے خلیفہ) پہنچ کر مشرف زیارت ہوئے۔ انہوں نے ماحضر پیش کیا اور مجلس سماع کا بھی اہتمام کیا۔ آپ نے ایک رات وہاں قیام فرمایا اور صبح دیوان صاحب سے رخصت ہو کر دہراجی بندر (کاٹھیاواڑ ہندوستان) روانہ ہو گئے۔

اس خطہ میں حضرت کے مریدین اور معتقدین کثیر تعداد میں تھے۔ یہاں چند روز قیام کے بعد آپ نے واپس پنجاب کے سفر کا قصد کیا۔ آپ کے مرید حافظ محمد کوکی نے منت سماجت سے درخواست کی کہ حضور ایک رات مزید توقف فرمائیں۔ اس کے اس مخلصانہ اصرار اور درخواست پر آپ نے ایک رات مزید قیام کرنا منظور فرمالیا۔

حافظ محمد کوکی نے رات کے کھانے میں زہر ملا دیا تا کہ آپ کہیں اور نہ جا

سکیں بلکہ دہراجی میں آپ کی قبر بنا کر حصول فیض کی صورت پیدا کر لے۔

آپ نے اس رات خلاف عادت زہر آلود کھانا ضرورت سے زیادہ کھایا۔ زہر نے حلق سے اترتے ہی اپنا اثر شروع کر دیا اور دل اور جگر پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے بے تابی اور قلق کے آثار نمایاں ہوئے۔

عشاء کی نماز کا وقت تھا آپ نے اسی حالت میں نماز عشا ادا فرمائی اور نمازِ عشاء کے بعد حافظ محمد کوکی سے پانی طلب فرمایا۔

حافظ محمد کوکی کو جسے اب اپنے کیے پر پشیمانی تھی اور وہ جانتا تھا کہ پانی زہر کے اثر کو مزید تیز کر دے گا اس لیے اس نے پانی دینے میں تامل کیا۔ لیکن حضرت نے فرمایا اے احمق! جو کرنا تھا کر دیا اب آدمیوں کو مٹکے میں ڈال کر پیچھے ہٹتا ہے لاؤ پانی لاؤ۔ حافظ کوکی نے مجبوراً پانی لا دیا جسے پیتے ہی آپ کو قے آ گئی۔ ایک اور فقیر ابو طالب جو حضرت کا مرید تھا اور آپ کے ساتھ حجرہ میں مقیم تھا ایک برتن آپ کے سامنے رکھا تو اس برتن میں جو قے ہوئی جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر باہر آ گئے۔ یکے بعد دیگرے بار بار قے ہوتی رہی جس سے نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا اور آپ بالکل نڈھال ہو گئے۔ جوں ہی اہل شہر کو آپ کی تکلیف کی خبر ملی ایک ہجوم کثیر جمع ہو گیا۔ حضرت نے ابو طالب سے فرمایا کہ لوگوں کو کہو اپنے گھر جائیں۔

ابو طالب نے لوگوں تک حضرت کا پیغام پہنچایا تو لوگ چلے گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت رخصت فرما گئے ہیں۔ چنانچہ ابو طالب نے نزدیک جا کر مسنون طریقہ سے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔ آپ نے ابو طالب سے فرمایا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جس کا انتظار ہے اور اسی حالت میں فرمایا کہ ابھی قضائے

معلق میں میری عمر کے چار سال باقی تھے لیکن قضائے مبرم اس پر غالب آ گئی۔

آپ جذبے کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور چھت کی کڑیوں کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑے رہے۔ ابو طالب نے موقع غنیمت سمجھ کر آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ کے صاحبزادگان کو کس طرح اطلاع دی جائے۔ صاحبزادگان کا نام سن کر حضرت پر رقت طاری ہو گئی اور شفقت کے باعث گریہ فرمایا۔

ابو طالب نے دریافت کیا کہ قبلہ مرقد مبارک کس جگہ بنایا جائے تو آپ نے فرمایا جس جگہ چاہو گڑھا کھود کر چھپا دینا۔

آپ نے ابو طالب کو اپنی جیب سے دس روپے نقد دے کر ہدایت کی کہ پانچ روپے میرے کفن دفن پر صرف کرنا اور باقی پانچ روپے خیرات کر دینا۔

شیخ نتھو جس نے آپ کی زہریلی تے پی لی تھی کہ متعلق فرمایا کہ وہ شہر میں نہ رہے گا اس کا خیال رکھنا۔

حافظ محمد کوکی جس نے آپ کو زہر دیا تھا کہ متعلق ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اسے تنگ نہ کرے اور نہ آزار پہنچائے۔ اس کے بعد حضرت نے مراقبہ کی صورت میں بیٹھ کر ذکر اِرہ کرنا شروع کر دیا۔

(نوٹ ذکر اِرہ ایک خاص قسم کا ذکر الٰہی ہے جس میں سانس میں اس طرح آواز کو جذب کر کے نکالا جاتا ہے کہ آواز آرہ کی طرح چیرتی ہوئی گلے سے گزرتی ہے یہ ایک ریاضت کا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے۔)

کچھ دیر تک نہایت پرجوش آواز میں ذکر اِرہ فرما کر لیٹ گئے اور ابو طالب کو بلا کر فرمایا۔ ابو طالب! اب وقت آ گیا ہے۔

یہ سن کر ابو طالب آب دیدہ ہو گئے اور آپ کے قریب آئے تو آپ کے منہ سے ہو ہو کی آواز نکل رہی تھی اور فرما رہے تھے دوست دوست سے مل گیا۔ اور آپ ہو، ہو ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

یہ حادثہ فاجع جس دن پیش آیا ربیع الثانی کی پانچ تاریخ اور سال ۱۱۹۷ھ اور ۱۷۷۷ء تھا۔

مفتی غلام سرور صاحب لاہوری نے اپنی کتاب ''خزینۃ الاصفیا'' میں حضرت کی تاریخ وفات پر یہ نظم لکھی۔

حضرت محکم شہ دیں اہل سیر — گشت چواز دہر بجنت مقیم
باز پے رحلت آں بادشاہ — گفت خرد حاکم محکم عظیم

۱۱۹۷ھ

بہاولپور کے مشہور تاریخ نویس محمد حسن میرانی نے یہ منظوم تاریخ نکالی ہے۔

کرد رحلت بسوئے خلد بریں — صاحب السیرؒ شاہ سیرانی
چوں حسنؔ از خود وصالش جست — گفت خواجہ شہید ربانی

۱۱۹۷ھ

اس کے علاوہ بھی تاریخ وصال لکھی گئیں۔

جناب محکم الدین صاحب سیریہؒ — کہ ذات پاک او منظور عشق است
وصلش شاہ فیاض است — تاریخ: دگر فرما کہ عاشق نور عشق است

۱۱۹۷ھ

پیر محکم الدین رفت افسوس شد — روح پاکش طائر فردوس شد
از وصالش ہاتفم تاریخ گفت — لحد آں گل گلشن فردوس شد

حضرت کے وصال کی خبر سن کر مریدان اور عقیدتمند جمع ہو گئے۔ اسی وقت غسل کی تیاری کی گئی تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اگرچہ رات کو بہت دیر سے جنازہ پڑھایا گیا جبکہ آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔ اس کے باوجود ہجوم خلق کی تعداد حیرت انگیز تھی۔

کہا جاتا ہے کہ جنازہ میں ہزاروں سفید پوش شامل ہوئے۔ جنازہ کے بعد آپ کے جنازہ مطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔

میاں ابوطالب اور شیخ نھو نے حضرت کی وفات حسرت آیات کی اطلاع بذریعہ مراسلہ بہاول پور کے لیے روانہ کی یہ مراسلہ ایک منزل سے دوسری منزل ہوتا ہوا چھ ماہ گزر جانے کے بعد پہنچا۔ جب یہ مراسلہ بہاول پور پہنچا ماہ شوال تھا۔

بہاول پور میں حضرت کا قیام میاں محمد حسن صاحب والی مسجد میں ہوتا تھا اس لیے یہ مراسلہ بھی اسی مسجد میں مغرب اور عشاء کے درمیان پہنچا۔

بہاول پور کا تمام شہر حضرت کا عقیدتمند تھا اور شہر کا ہر شخص مرد و زن بزرگ و جوان حضرت کی ذات بابرکات سے خاص انس رکھتے تھے۔

لوگوں کو حضرت کا دیدار کیے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ یہ سب لوگ حضرت کی زیارت کا انتظار کر رہے تھے کہ یہ وحشت خیز خبر پہنچی تو تمام شہر برپا ہوا اور تمام شہر میں شور قیامت برپا ہو گیا۔

صاحبزادہ حضرت میاں اویس بخش صاحب اور حاجی محمد اعظم صاحب

ہنوال اس اطلاع کے بعد دہراجی بندر کی طرف روانہ ہو گئے اور جب یہ اطلاع حضرت کے اعزاء کو پڈی شریف پہنچی تو حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمعہ خدام بہاول پور پہنچے اور یہاں سے خلیفہ محمد حسن صاحب بہاول پور، میاں محمد گڈن صاحب اور خلیفہ خدا بخش صاحب کو ہمراہ لے کر دہراجی بندر کے لیے روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ دہراجی بندر پہنچے تو میاں اویس بخش صاحب اور حاجی محمد اعظم صاحب پہلے پہنچ چکے تھے۔ بیس روز تک اہل دہراجی سے گفت و شنید ہوتی رہی۔ حضرت کے لواحقین حضرت کا جسد مبارک یہاں (دہراجی) سے اپنے وطن لے جانا چاہتے تھے جبکہ اہل دہراجی اور حافظ محمد کوکی اس تجویز کے مخالف تھے۔ کبھی شرعی جواز پیش کیا جاتا کہ جسد مبارک ایک دفعہ دفن کرنے کے بعد نکالنا شرعاً جائز نہیں۔ کبھی دور دراز کے سفر اور مشکلات بتا کر منع کیا جاتا اور کبھی اپنے حقوق جتلا کر مانع ہوا اور کبھی دھمکی دے کر بھی مزاحم ہونے کی کوشش کی جاتی جبکہ حضرت کے صاحبزادگان، خدام اور عقیدتمندوں کا وفد حضرت کے جسد مبارک وطن پنجاب لے جانے پر مُصر تھے۔

آخر کار حافظ محمد کوکی نے یہ تجویز بھی دی کہ حضرت کی خانقاہ اسی جگہ رہنے دی جائے میں تین ہزار روپیہ سالانہ تاحیات حضرت کے ورثاء کو ادا کرتا رہوں گا۔

اس پیشکش پر حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غصہ آ گیا اور آپ نے جوش میں فرمایا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں حضرت کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں۔ تم بے فائدہ رکاوٹیں نہ ڈالو ہم حضرت کو لے کر جائیں گے۔

حافظ محمد کوکی نے کہا کہ میں کسی صورت میں بھی آپ کو میت یہاں سے نہ

لے جانے دوں گا الغرض یہ گتھی کسی صورت میں سلجھتی نظر نہ آتی تھی۔

حافظ نجم الدین صاحب کو اس بات پر بہت غصہ اور رنج آیا تو غصہ کی حالت میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آ گیا اور غصہ میں کہا کہ اگر آپ نے ہمارے ہمراہ نہ چلنا تھا تو پھر ہمیں کیوں بلوایا تھا۔ ہم کو یہاں بلوا کر بے عزت کرایا ہے ادھر ہمیں حکم بھی دیتے ہیں کہ حافظ محمد کوکی سے نرمی کے ساتھ بات کی جائے۔ ہم لوگ واپس چلے جائیں گے اور آپ کے پاس پھر کبھی واپس نہ آئیں گے۔ آپ نے خواب میں حافظ نجم الدین کو فرمایا کہ حافظ محمد کوکی کے سامنے قرعہ اندازی کی شرط رکھو وہ مان جائے گا۔

چنانچہ صاحبزادگان نے حافظ محمد کوکی کو کہا کہ ہم حضرت صاحب کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں اور تم حضرت صاحب کو یہاں رکھنا چاہتے ہو۔ اس طرح فیصلہ ناممکن ہے۔ بیس دن ہو گئے ہیں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی میت کو نکالا جائے اور دو ہم شکل صندوق رکھے جائیں اور ان میں سے ایک صندوق میں حضرت صاحب کے جسد مبارک کو رکھ دیا جائے۔ دونوں میں سے ایک صندوق تم چن لو۔ اگر حضرت تمہارے والی صندوق میں ہوں تو حضرت کو تم رکھ لینا ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے اور اگر ہمارے حصہ کی صندوق میں ہوئے تو ہم لے جائیں گے۔ تم مزاحم نہ ہونا۔

اس بات پر حافظ محمد کوکی راضی ہو گیا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ایک صندوق حافظ محمد کوکی نے چن لی اور اسے کھول کر دیکھا تو حضرت کی میت اس میں موجود تھی۔ چنانچہ حافظ محمد کوکی خوش ہو گیا۔ صاحبزادگان کو اپنی قسمت پر رنج ہوا اور حافظ

نجم الدین کو اسی وقت غش آ گئی حضرت نے فرمایا نجم الدین اداس نہ ہو فقیر باطنی طور پر تمہارے صندوق میں ہے اور ظاہری حافظ محمد کوکی کی صندوق میں ہے۔ تم اٹھو اور اپنی صندوق کھول کر دیکھو۔ حافظ نجم الدین صاحب اٹھ بیٹھے اور اپنی صندوق کو کھول کر دیکھا تو حضرت صاحب واقعی موجود تھے۔

حافظ محمد کوکی نے آپ کی ظاہری میت کو دھراجی میں دفن کر دیا اور وہاں پر شاندار مقبرہ تعمیر ہوا۔ جہاں اب بھی روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں عقیدتمند حاضر ہوتے ہیں اور آپ کا عرس وہاں پر بھی ہر سال جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ ہندوستان کی معزز شخصیات حضرت کے عرس میں شرکت کرتی ہیں۔

حضرت کے ورثاء اور خلفاء نے فیصلہ کیا کہ آپ کو صندوق میں لے جایا جائے لیکن حضرت نے ابوطالب کو نیم خواب کی حالت میں فرمایا کہ میں صندوق میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے چارپائی پر لے جاؤ اور چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دو۔

حضرت کے حکم کے مطابق چارپائی سے لمبے لمبے دو بانس باندھ کر جنازہ اٹھایا گیا اور روانگیٔ سفر ہوئی۔

جب حضرت کی میت قبر سے نکالی گئی اس وقت حضرت کی وفات اور دفن کو چھ ماہ گزر چکے تھے آپ کا جسد مبارک ویسی ہی حالت میں سالم اور محفوظ تھا۔ بدن نہایت نرم تھا۔ پیشانی پر پسینہ کے آثار نمایاں تھے اور اسی طرح اعضاء میں بھی حرارت کا گمان ہوتا تھا۔ خوشبو کی مہک تھی اور سر مبارک اسی طرح دوش بدوش رواں ہوا۔

شہر کے لوگ پانچ چھ میل تک جنازہ کے ساتھ گئے اور پھر واپس آ گئے۔ راستہ میں جو شخص ملتا آپ کی میت کو کاندھا دیتا اور یہی کہتا کہ چارپائی بالکل بے وزن ہے۔

جو لوگ حضرت کی میت کے ہمراہ تھے ان لوگوں نے بیان کیا کہ جب ہم حضرت کی میت کو لے کر ماڑ (ہندوستان) سے گزر رہے تھے ہم لوگ آرام کے لیے ایک جگہ رکے تو ایک شخص نے امتحان لینا چاہا کہ دیکھوں کہ آپ کا جسم مبارک نرم ہے یا دوسرے عام مردوں کی طرح سخت۔

وہ آپ کے نزدیک آیا اور آپ کا پاؤں مروڑنا چاہتا تھا جیسے ہی وہ اپنا ہاتھ حضرت کے پاؤں کے قریب لایا حضرت نے اپنا پاؤں اوپر کھینچ لیا۔ وہ شخص دہشت کھا کر گر پڑا اور پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ ہر چند علاج کرایا کوئی افاقہ نہ ہوا حکماء نے مرض لاعلاج قرار دے دیا۔ آخرکار حضرت کے مزار پر حاضر ہوا اور معافی کا طلبگار رہا۔ دریائے رحمت جوش میں آیا اور آرام آ گیا۔

کافی مسافت طے کرنے کے بعد یہ قافلہ بذریعہ ریاست بیکانیر اور ریاست جیسلمیر سے ہوتا ہوا ریاست بہاول پور میں گوٹھ بخشا (خانقاہ شریف) پہنچا تو قافلہ نے ایک رات یہاں آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔

گوٹھ بخشا میں ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا رہتی تھی آپ جب بھی یہاں تشریف لاتے تو مائی حلیمہ آپ کی خدمت گزاری کرتی۔

حضرت اکثر گوٹھ بخشا میں تشریف لاتے کیونکہ یہاں ایک مسجد جو اونچی جگہ پر ہے اور جسے اس وجہ سے بڑی مسجد کہا جاتا ہے کہ امام حافظ خوش الحان تھا اور

عربی لہجہ میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا جو حضرت کو بہت پسند تھا۔ اس لیے حضرت جب یہاں سے گزر فرماتے ایک رات اس مسجد میں ضرور قیام فرماتے اور مائی حلیمہ آپ کی تشریف لانے پر خدمت گزاری کرتی اس وجہ سے حضرت نے اس عورت کو اپنی بہن بنالیا اور اسے ہمیشہ بہن کہہ کر پکارتے۔

ایک مرتبہ مائی حلیمہ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آپ مجھے بہن کہتے ہیں بھائی کبھی بھی بہن کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ آپ ہمیشہ سفر پر رہتے ہیں نہ جانے کس جگہ آپ کا وقت آخر آ جائے اور وہاں آپ مدفون ہوں۔ مجھے تو اس بات کی خبر بھی نہ ہوگی کہ آپ کہاں ہیں؟ اس طرح میں آپ کے مزار پر حاضری سے بھی محروم رہوں گی۔ پھر آپ کیسے بھائی ہیں؟

حضرت نے جواب میں فرمایا فقیر جہاں بھی ہوگا بہن کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ جب حضرت کی میت گوٹھ بخشا (خانقاہ شریف) لائی گئی تو مائی حلیمہ روتی پیٹتی وہاں پہنچ گئی اور حضرت کے کفن پر چھڑکنے کے لیے عطر کی شیشی ہمراہ لائی اور جب اس نے آپ پر عطر چھڑکنا چاہا تو آپ نے اس سے عطر کی شیشی لے کر خود اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر عطر چھڑک لیا۔

مائی حلیمہ حضرت کے سرہانے رو رو کر فریاد کرتی رہی کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ فقیر جہاں بھی ہوگا اپنی بہن کے پاس ہوگا اب آپ کل یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جائیں گے اور میں سعادت زیارت سے محروم رہوں گی۔

دوسرے روز جب صبح روانگی کے لیے آپ کی چارپائی اٹھائی گئی تو نہ چارپائی کسی سے اٹھائی جا سکتی تھی اور نہ چارپائی آگے پیچھے ہلائی جا سکتی۔ حضرت

کے صاحبزادگان، مریدین اور خدام (اہل قافلہ) نے باہمی مشاورت کی اور اس بات کا فیصلہ ہوا کہ حضرت صاحب کو یہاں دفن کیا جائے کیونکہ چارپائی کا نہ اٹھایا جا سکنا اور نہ ہلنا اس بات کی علامت ہے کہ حضرت کی خواہش ہے کہ مجھے یہاں دفن کیا جائے۔ نیز سب حضرات کو حضرت صاحب کا مائی حلیمہ کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کا علم بھی تھا اور مائی حلیمہ آپ کی میت کے سرہانہ رو رو کر اس وعدہ کو یاد بھی دلا رہی تھی۔ چنانچہ حضرت کو مائی حلیمہ کی جھونپڑی میں دفن کیا گیا۔



مزار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

(خانقاہ شریف پاکستان)

خانقاہ مبارک کی تعمیر

حضرت کو مائی حلیمہ کی جھونپڑی میں دفن کیا گیا۔ نواب مظفر خان گورنر ملتان نے حضرت کے مزار پر ایک چبوترہ تعمیر کرایا۔ وضو کیلئے وہ درہ (دس محرابوں والا) حوض (تالاب) بھی تیار کرایا اور دربار شریف کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔

بعد میں ریاست بہاول پور کے والی نواب بہاول خان صاحب رابع اور نواب فتح محمد خان صاحب عباسی کے عہد میں ۱۳۱۵ھ میں اس کی اندرونی اور بیرونی مرمت کے ساتھ ساتھ رنگ سازی اور چوبی رنگین کٹہرے اور چوبی رنگین چھت کا خوبصورت کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ یہ تمام کام نوابان ریاست بہاول پور نے کرایا۔

اس کے بعد آپ کے خلیفہ مولوی غلام محمد صاحب جو نواب بہاول کے خاندان کے اتالیق اور ریاست بہاول پور میں ہوم منسٹر کے عہدہ پر فائز تھے یہ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے یہ حضرت بہاول پور کی مشہور سیاسی شخصیت میاں نظام الدین صاحب حیدر ایم این اے، وزیر تعلیم میجر شمس الدین صاحب اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کیپٹن ضیاء الدین صاحب کے والد مولوی غلام حسین صاحب کے پردادا تھے نے مزار شریف کا بڑا کٹہرا جو سنگین پیل پایوں کا تھا نہایت ہی خوبصورت اور عالی شان تیار کرایا۔

۱۹۲۵ء میں حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرف صاحب دستار سائیں خلیفہ پنجم نے دربار شریف سے ملحقہ مسجد شریف میں سنگ مرمر کا کام کرایا۔

۱۹۵۵ء میں حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہفتم نے

مزارات کے تعویذ چونے اور مٹی سے از سر نو تعمیر کرائے۔ لکڑی کا کٹہرا اکھڑوا کر اس کی جگہ خوبصورت چپس کا کٹہرا لگوایا۔ روضہ مبارک کے اندر نیا رنگ کرایا۔ نئی خوبصورت کھڑکیاں اور دروازے لگوائے۔ مجلس خانہ میں شیشے کا خوبصورت کام کروایا۔ برآمدے میں لوہے کی جالی سے تیار شدہ دروازے لگوائے۔

دربار شریف سے ملحقہ مسجد شریف کی غربی سمت دیوار گرا مسجد میں توسیع کی۔ بازار کی سمت دروازے کو بڑا اور خوبصورت بنوایا۔

وضو کے لیے تالاب پر پتھر لگوائے اور اس کے اوپر سائے کے لیے چھت ڈلوائی۔ آپ دربار شریف اور مسجد شریف میں سونے چاندی کا خوبصورت مرصع کام کرانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سارے منصوبے ان کے ذہن میں تھے جن کے لیے سامان اکٹھا کیا جا رہا تھا کہ ۱۹۵۸ء میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے اور آپ کے منصوبے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔

۱۹۶۵ء میں جب خانقاہ شریف میں بجلی آئی تو اہلیان دہراجی جنہوں نے کراچی میں سیرانی ٹرسٹ بنائی ہوئی ہے۔ سیرانی ٹرسٹ نے دربار شریف میں وائرنگ کرا کر بجلی کا خوبصورت انتظام کیا۔ دربار شریف اور مجلس خانہ میں پنکھے اور محل کے اندر خوبصورت فانوس اور لائٹیں لگوائیں۔ تالاب کو بھرنے کے لیے بجلی کی موٹر نصب کرائی۔

۱۹۷۵ء میں الحاج حضرت محمد قاسم صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ ثانی سجادہ نشین چہارم نے دربار شریف کے اندر لکڑی کے جو ستون دیمک کی وجہ سے خراب ہو گئے تھے کی ضروری مرمت اور تبدیلی کروائی۔



دربار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ شریف پاکستان)

خانقاہ شریف (گوٹھ بخشا)

گوٹھ بخشا جو چند کچے مکانوں اور چند جھونپڑیوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں تھا حضرت کے مدفن کی برکت سے اس وقت ایک بڑا خوبصورت قصبہ بن چکا ہے۔

یہ قصبہ بہاول پور سے تقریباً پندرہ کلومیٹر نیشنل ہائی وے پر اور پاکستان کے مشہور ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ کے جنوب میں صرف ڈھائی کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

اس قصبہ میں پختہ سڑکوں کے علاوہ بجلی، ڈائریکٹ ڈائل ٹیلی فون، سوئی گیس، سیوریج سسٹم سمیت تمام ضروریات زندگی میسر ہیں۔ زنانہ اور مردانہ ہائی سکول اور ڈسپنسری بھی ہے۔

ایک مرتبہ پاکستان ٹیلی ویژن کے مشہور پروگرام نیلام گھر میں سوال پوچھا گیا تھا کہ پاکستان کے اس واحد قصبہ کا نام بتایا جائے جہاں سوئی گیس سمیت تمام ضروریات زندگی میسر ہیں تو جواب تھا خانقاہ شریف (بہاول پور)۔

اس وقت بھی پاکستان کے بڑے بڑے ماڈرن شہروں میں سوئی گیس کی سہولت میسر نہیں جبکہ اس قصبہ میں یہ سہولت میسر ہے۔

یہ محض حضرت کی برکت سے ہے۔ اس قصبہ میں کئی بڑے بڑے بازار ہیں جن میں حضرت کے آستانہ پر حاضری کیلئے آئے ہوئے زائرین کی وجہ سے سارا دن بہت چہل پہل اور رش رہتا ہے۔

ملک کے دوسرے شہروں میں جہاں جمعہ کے دن بازار بند ہوتے ہیں۔ یہاں پر بازار کھلے ہوتے ہیں اور معمول سے کہیں زیادہ کاروبار ہوتا ہے۔ کیونکہ جمعہ کے روز دور دراز سے لوگ سینکڑوں میلوں کا سفر طے کر کے نمازِ جمعہ حضرت کے آستانہ عالیہ کی مسجد میں ادا کرنے اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے آتے ہیں اور اس طرح بازار سے خریداری بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے کاروباری سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قصبہ سے بہت انس تھا جس کی وجہ سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا بخشا بھی بخشا بخشے کی گوٹھ بھی بخشی۔

سابقہ گوٹھ بخشا اور موجودہ خانقاہ شریف کی خوبصورتی اور لوگوں کی خوشحالی کا سابقہ گوٹھ بخشا کے آس پاس دوسرے قصبہ جات یعنی گوٹھ مہرو، گوٹھ محراب، گوٹھ غنی کو دیکھا جائے جو کہ جوں کی توں موجود ہیں۔

حضرت کی کرامت اور حضرت کے وجود کی برکت پر یقین مستحکم ہوتا ہے۔

شجرہ نسب کھرل

نوشیرواں عادل شہنشاہ ایران
- ہرمز
- قیصر
- بنسیر
- بہوار
- اوددیب
- راجہ جگ دے
- موبراج
- قاسم
- قشب

قشب
- سورج
- راجہ کرن
- سلنگھلی
- چالک
- رائے دیدن
- بھوٹا
- آہرا
- ججع
- جبل

داہیر
- رانا
- کھیوا
- **کھرل**
- باہدہ
- بادر
- بدھ
- موا
- **گڈن شہید**
- مسلمان ہوا

گڈن شہید مسلمان ہوا بدست مبارک سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

اسلامی نام محمد بخشؒ
→ حافظ محمد یعقوب صاحبؒ
→ حافظ محمود الدین صاحبؒ
→ حافظ محمد طاہر صاحبؒ → حضرت خواجہ عبدالخالق صاحبؒ
→ حافظ محمد عارف صاحبؒ → حضرت خواجہ محکم الدین سیرانیؒ

شجرہ نسب حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد عارف صاحبؒ

- حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ
- عنایت اللہ صاحبؒ
- امان اللہ صاحبؒ
  - خواجہ محمد الدین صاحب
  - خواجہ سلطان احمد دین صاحبؒ خلیفہ اوّل
    - خواجہ محمد عارف صاحبؒ ثانی سجادہ نشین اوّل
      - خواجہ نور احمد صاحبؒ (والد صاحب کی حیات میں وفات پائی)
        - خواجہ سلطان احمد دین صاحبؒ (لاولد) ثانی سجادہ نشین دوم
        - حافظ محمود الدین صاحبؒ ثانی سجادہ نشین سوم
          - خواجہ نور احمد صاحبؒ (والد کی حیات میں وفات پائی)
            - خواجہ محمد عارف صاحبؒ المعروف منظور سائیںؒ
              - محمد طارق صاحب
              - محمد خالد صاحب
          - خواجہ محمد قاسم صاحبؒ ثانی سجادہ نشین چہارم
            - محمد صلاح الدین (مصنف) ثانی سجادہ نشین پنجم
            - امان اللہ صاحب
            - شہاب الدین صاحب
            - نظام الدین صاحب
            - نجیب الدین صاحب
            - سیف اللہ صاحب
            - ضیاء اللہ صاحب
        - خواجہ محمد دین صاحبؒ
        - خواجہ عبدالرزاق صاحبؒ
        - خواجہ فیض محمد صاحبؒ خلیفہ ششم
          - خواجہ جندوڈا صاحبؒ (والد کی حیات میں وفات پائی)
            - محمود الدین صاحب
              - سجاد محمود صاحب
              - اعجاز محمود صاحب
              - ندیم محمود صاحب
              - نادر محمود صاحب
              - ناصر محمود صاحب (م)
          - خواجہ محمد الدین صاحبؒ خلیفہ ہفتم
            - خواجہ سلطان احمد دین صاحبؒ المعروف سردار احمد صاحبؒ خلیفہ ہشتم (آخری خلیفہ)
    - خواجہ محمد بخش صاحبؒ خلیفہ دوم
      - خواجہ احمد یار صاحبؒ خلیفہ سوم
        - خواجہ امان اللہ صاحبؒ (لاولد)
        - خواجہ نبی بخش صاحبؒ خلیفہ چہارم
          - خواجہ امان اللہ صاحبؒ (لاولد)
          - خواجہ محمد بخش صاحبؒ (لاولد)
          - خواجہ امام بخش صاحبؒ خلیفہ پنجم (لاولد)
- ہدایت اللہ صاحبؒ



مسجد شریف (سنگ مرمر) ملحقہ دربار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ شریف)

عرس مبارک

حضرت کے عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز ربیع الثانی کا چاند نظر آتے ہی شروع ہوجاتا ہے۔

دربار شریف کو بجلی کے رنگین قمقموں کی لڑیوں سے نہایت خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے۔ یہ آرائش کراچی سے آئے ہوئے الیکٹرک ڈیکوریشن کے ماہرین کرتے ہیں جو کہ سیرانی ٹرسٹ والے اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ اس طرح دربار شریف کو دلہن کی طرح سجا دیا جاتا ہے۔ یکم ربیع الثانی سے روزانہ رات کو دربار شریف پر شبینہ، محفل نعت اور روح پرور قوالیاں ہوتی ہیں۔

تین ربیع الثانی کو رات تقریباً بارہ بجے مزار شریف کو عرق گلاب سے درود پاک کا ورد کرتے ہوئے غسل دیا جاتا ہے۔

عرس مبارک پر ملک کے کونے کونے سے ہزاروں کی تعداد میں عقیدتمند شریک ہوتے ہیں۔ سیرانی ٹرسٹ کی تعمیر شدہ دونوں بڑی عمارت بھر جاتی ہیں اس کے علاوہ ٹرسٹ والے شہر کے کئی مکانات کرایہ پر حاصل کرتے ہیں۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کی رہائش گاہیں بھی مریدین سے بھری ہوتی ہیں۔ خانقاہ شریف اب بہت بڑا قصبہ ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں گھر ہیں۔ لیکن کوئی گھر ایسا نہیں جس میں مہمان نہ آئے ہوئے ہوں۔ بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی۔

پانچ ربیع الثانی صبح دربار شریف پر اختتامی تقریب منعقد ہوتی ہے۔

دربار شریف پر ختم شریف ہوتا ہے اور ختم شریف کے بعد محفلِ سماع ہوتی ہے۔ محفلِ سماع کے بعد آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین دعا کرتے ہیں۔

دعا کے بعد سجادہ نشین آستانہ عالیہ مزار شریف پر غلاف چڑھاتے ہیں۔ یہ بے شمار قیمتی غلاف جو کہ خوبصورت سنہری قرآنی آیات سے وضع کیے ہوئے ہیں۔ میمن حضرات اور دوسرے مریدین اور عقیدتمندوں کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔ غلاف چڑھائے جانے کا منظر نہایت ہی دلکش اور ایمان افروز ہوتا ہے۔ حضرت کا محل لوبان، عطر اور اگربتی کی خوشبو سے معطر ہوتا ہے اور محل بوقت چادر پوشی کلمہ طیبہ اور درود وسلام کی آواز سے گونج رہا ہوتا ہے۔

حضرت کے مزار کے علاوہ حضرت کے خلفاء اور سجادگان کے مزاروں پر بھی چادریں چڑھائی جاتی ہیں۔ چادر پوشی کے بعد آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین اختتامی دعا کرتے ہیں اور اس طرح عرس مبارک کی تقریبات اختتام پذیر ہوتی ہیں۔

عرس مبارک کی تقریبات میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین اور صاحبزادگان باقاعدگی سے شرکت فرماتے ہیں۔

اس کے علاوہ ملک کی دوسری خانقاہوں کے سجادگان، مشائخ عزام، عوامی نمائندوں اور سرکاری آفیسران، علماء کرام اور ہر طبقہ فکر کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ پاکستان کے علاوہ ایک فیملی امریکہ سے ہر سال باقاعدگی سے عرس کی تقریب میں شرکت کے لیے آتی ہے۔ یہ فیملی محمد اقبال ولد عبدالغفار راجکوٹ والا کی ہے۔

خواجہ سیریؒ ز نور حق مشحون　　غوث آفاق مظہر بے چوں
جادوئ چشم تو کہ زہرہ صفت　　صد فلک قید شان بیک افسوں
معجز عیسیٰ از محبت ظاہر　　خضر بر خط سبز تو مفتوں
از کمال مقام تو واقف　　نشود گرچہ باشد افلاطوں

شائق خستہ رابہ لطف نواز
ہر دم از خوان تو بود میموں

ترجمہ:

۱- خواجہ سیرانیؒ نورحق سے بھرپور ہیں غوث زمانہ اور مظہر ذات بے چون ہیں۔
۲- آپ جادوئے چشم اور زہرا صفت ہیں ان کے ایک دم سے صد فلک مقید ہیں۔
۳- آپ کی محبت سے عیسوی معجزات ظاہر ہیں آپ کے سبز خط پر خضر علیہ السلام جیسے فریفتہ ہیں۔
۴- آپ کے کمال کے مقام سے کسی کو واقفیت نہیں ہوسکتی اگرچہ افلاطون اٹھ کر کیوں نہ آجائیں۔
۵- شائقؔ عاجز کو لطف سے نوازیئے۔ ہردم آپ کے خوان نعما سے نواز جائے۔

نذرانۂ عقیدت

آباد رہے ہر دم مے خانہ سیرانیؒ
معمور ہے رحمت سے پیمانہ سیرانیؒ

آتا ہوں جب تیرے دربار میں آقا
سب کہتے ہیں وہ آیا دیوانہ سیرانیؒ

مے خانہ قرنی سے اک جام پلا ساقی
بن جاؤں جسے پی کر مستانہ سیرانیؒ

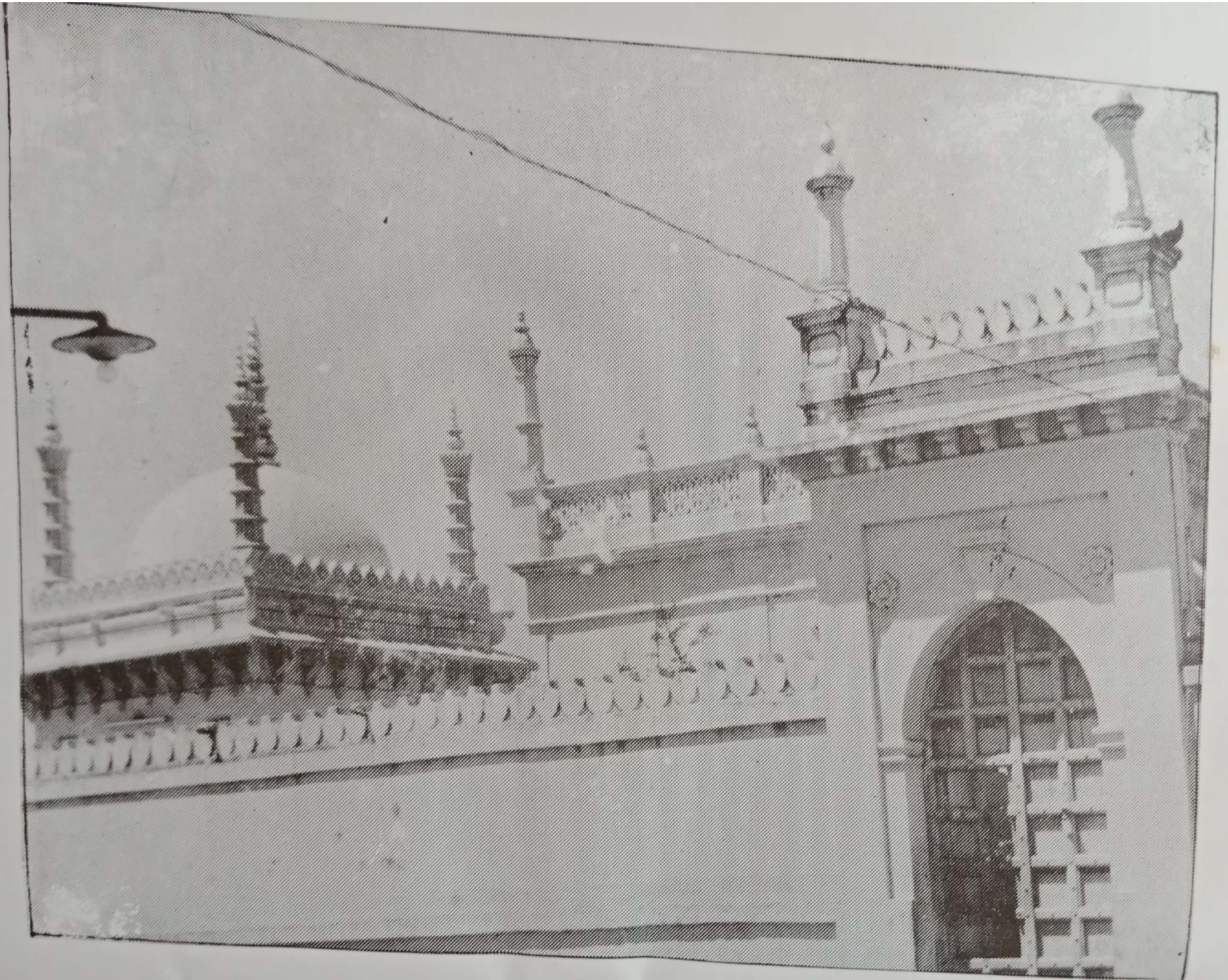
صدقہ شۂ محکم کا ایماں ہو میرا محکم
لب پر میرے ہر دم کاشانہ سیرانیؒ

پھر خواجہ صالح کے صدقے میں خداوند
سر پر ہو میرے ظل شاہانہ سیرانیؒ

سلطان کے صدقہ میں کر صدق عطا مجھ کو
بن جاؤں میں دنیا میں پروانہ سیرانیؒ

پھر خواجہ شہاب الدین کے پرتو ہمت سے
دوں جان جگر جا کر نذرانہ سیرانیؒ

خورشید نہ جائے گا کبھی خالی اس در سے
مخزن ہے کرامت کا کاشانہ سیرانیؒ



دربار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ (دہراجی کاٹھیاواڑ۔ ہندوستان)

سیرانی ٹرسٹ

۱۹۴۷ء میں جب برصغیر دو حصوں ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہوا تو دھراجی (کاٹھیاواڑ) ہندوستان کے حصہ میں آیا اور بہاول پور ریاست پاکستان میں شامل ہوئی۔ اس طرح حضرت کی ایک خانقاہ ہندوستان اور دوسری خانقاہ پاکستان یعنی دو مختلف ممالک میں آ گئی۔ جو مسلمان دھراجی (کاٹھیاواڑ) اور اس کے نواح سے تعلق رکھتے تھے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ یہ سب لوگ حضرت کے عقیدتمند تھے۔

یہ سب کاٹھیاواڑی میمن حضرات تھے جو سندھ کے شہری علاقوں کراچی، حیدرآباد اور سکھر میں آباد ہوئے۔ ابتدا میں چند لوگ سکھر اور چند لوگ کراچی سے حاجی محمد موسیٰ کپاڑیا کے ہمراہ آستانہ عالیہ کی زیارت کے لیے آئے۔ ہر سال ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ حاجی محمد موسیٰ کا نانا دھراجی (کاٹھیاواڑ) میں حضرت کی درگارہ کا خدمت گزار تھا۔ حاجی صاحب نانا کے ہمراہ ہوتے تھے اور نانا کے کام میں ہاتھ بٹاتے۔ آپ کی نانی اور والدہ کو حضرت سے دیوانگی کی حد تک عقیدت تھی۔ اس لیے حاجی صاحب کو حضرت سے عقیدت اور محبت ورثہ میں ملی۔ حاجی صاحب بتاتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ عرس شریف پر آیا اور دیکھا کہ حضرت کی درگاہ پر لوگ خیرات پکا کر غرباء میں تقسیم کرتے ہیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ ہم لوگ بھی حضرت کے آستانہ پر لنگر پکا کر غرباء میں تقسیم کریں اور اس

کے لیے باورچی کراچی سے لے جائیں۔ میں اسی خیال میں مگن بمبئی بازار سے گزر رہا تھا کہ یہاں اسے اتنی دور کون جائے گا کہ میں مدنی ہوٹل کے سامنے سے گزرا تو مجھے کسی نے ہوٹل کی طرف دھکیل دیا اور میں ہوٹل کے اندر چلا گیا اور ہوٹل کے مالک حاجی محمد سلیمان مدنی سے ملاقات ہوئی اور میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فوراً جانے کی حامی بھر لی۔ مجھ سے کسی قسم کا کوئی سوال نہ کیا۔ اس طرح سرکار (اہالیان دہراجی حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار کہتے ہیں) نے خود لنگر پکانے کا بندوبست فرما دیا۔ اس طرح ہم نے صرف ایک بوری چاول پکا کر لنگر کی ابتداء کی۔ حضرت کی درگاہ پر حاضر ہونے والے جب سرکار سے فیض یاب ہوئے تو دوسرے حضرات کو اپنی مرادیں بر آنے اور مشکلات کے حل ہونے کا احوال سنانے لگے تو بہت بڑی تعداد نے مجھ سے حاضری پر ہمراہ چلنے کے لیے رابطہ شروع کر دیا اور اپنا نام نہ ظاہر کرنے کی شرط کے ساتھ سرکار کے لنگر کے لیے حسب توفیق رقوم دینی شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ کافی بڑھ گیا تو اکیلا کام کرنا میرے بس میں نہ تھا اس لیے میں نے ٹرسٹ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا تو سب کو میری تجویز پسند آئی اس لیے ہم نے ایک ٹرسٹ قائم کی جس کا چیئرمین رزاق حبیب جانو صاحب کو بنایا گیا۔ مجھے اس ٹرسٹ کے مینجنگ ٹرسٹی اور حاجی ولی محمد لشکر والا کو ٹرسٹی مقرر کیا گیا۔ اس ٹرسٹ کا نام سیرانی سرکار کے نام پر ''سیرانی ٹرسٹ'' رکھا گیا۔

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہفتم کے دور میں یہ لوگ حضرت کے پاس آ کر ٹھہرتے جب یہ لوگ کثیر تعداد میں آنے لگے تو حضرت خواجہ



مزار شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ (داہراجی کاٹھیاواڑ - ہندوستان)

سردار احمد صاحب اویسی خلیفہ ہشتم نے آستانہ عالیہ کی دیوار سے ملحقہ اراضی ان کو دی اور سیرانی ٹرسٹ نے اپنی رہائش کے لیے چند کمرے تعمیر کرائے۔ جیسے جیسے تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے مزید کمرے تعمیر کئے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ یہ عمارت ناکافی ہوئیں تو سیرانی ٹرسٹ نے درگاہ سے چند میٹر کے فاصلہ پر وسیع و عریض جگہ حاصل کی اور وہاں بڑی بلڈنگ کے علاوہ لنگر خانہ تعمیر کرایا۔ ٹرسٹ نے اب باقاعدہ بجٹ بنانا شروع کیا۔ رقم کا ایک حصہ حضرت کی درگاہ پر خرچ کرنے کے لیے مخصوص کیا جانے لگا، ایک حصہ لنگر (خیرات) پکانے پر صرف کیا جاتا اور ایک حصہ سے بلڈنگ کے لیے ضروری سامان خریدا جاتا۔

سیرانی ٹرسٹ نے ۱۹۶۵ء میں آستانہ عالیہ پر بجلی نصب کرائی۔ دربار شریف میں فانوس، پنکھے اور لائٹیں لگوائیں۔ وضو کے تالاب پر بجلی کی موٹر پمپ لگوایا۔ سیرانی ٹرسٹ کراچی سے درگاہ کی زیبائش اور چراغاں کے لیے کراچی سے الیکٹرک کے ماہر ڈیکوریٹر لے آتے ہیں۔ درگاہ پر قوالیاں، محفل شبینہ اور محفل نعت کی روح پرور مجلس منعقد کراتے ہیں۔ اب سیرانی ٹرسٹ کا سالانہ بجٹ لاکھوں تک جا پہنچا ہے۔ ۱۹۹۰ء سے ٹرسٹ والوں نے درگاہ پر فری آئی کیمپ لگانا شروع کیا ہے۔ اس کے لیے کراچی، حیدرآباد اور سکھر سے ماہر امراضِ چشم ڈاکٹر صاحبان آنے لگے۔ یہ سب ڈاکٹر صاحبان بلا معاوضہ آتے ہیں۔ البتہ ان کو لانے، رہائش اور خوراک کے اخراجات ٹرسٹ کے ذمہ ہیں۔ یہ کیمپ ہر سال یکم نومبر سے ایک ہفتہ کے لیے لگتا ہے۔ روزانہ سینکڑوں مریضوں کی آنکھوں کے معائنہ کے علاوہ سینکڑوں مریضوں کے مفت آپریشن کئے جاتے ہیں۔ اس سال ۲۰۰۱ء میں ۱۱۰۰

سو مریضوں کے آپریشن ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کی آنکھوں کا معائنہ کیا گیا۔ آپریشن بالکل مفت ہوتا ہے ادویات اور عینکیں بھی بلا معاوضہ دی جاتی ہیں۔ مریضوں کو رہائش اور خوراک بھی مفت مہیا کی جاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۷ء تک پچاس سال میں ان لوگوں نے انتھک محنت سے سیرانی ٹرسٹ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔

۱۹۹۷ء میں عرس شریف کے لیے خانقاہ شریف آتے ہوئے مینجنگ ٹرسٹی حاجی محمد موسیٰ کپاڑایا صاحب کفن کا کپڑا ہمراہ لائے اور دور بیع الثانی کو درگاہ عالیہ پر محفل شبینہ میں حضرت سیرانی بادشاہ کی خدمت میں عرض کی سرکار کا قافلہ یہاں تک پہنچا دیا ہے اب اسے آپ خود سنبھال لیں۔ سرکار کے حضور درخواست قبول ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد لنگر کی تقسیم شروع کرنے کے لیے کہا۔ دل کا دورہ پڑا اور انتقال کر گئے۔ سرکار نے حاجی محمد موسی کپاڑیا کو اپنے پاس طلب فرما لیا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اسے چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

انا للہ و انا علیہ راجعون ط

عرس مبارک کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں اہالیان دہراجی، کراچی، سکھر اور حیدر آباد سے آئے ہوئے تھے۔ نیز ہزاروں کی تعداد میں حضرت کے مریدین اور عقیدتمند عرس شریف کی تقریب میں شرکت کے لیے حاضر تھے۔ اس لیے بے مثال جنازہ ہوا اور آپ کو حضرت کی درگاہ کی جنوبی دیوار کے باہر حضرت

کے قدموں کی طرف دفن کیا گیا۔

اب ولی محمد لشکر والا صاحب موجودہ چیئرمین سیرانی ٹرسٹ ہیں اور ممبران حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابراہیم حمید صاحب

۲۔ عبدالشکور کلوڈی صاحب

۳۔ محمد عارف صاحب

۴۔ محمد جنید ولد حاجی محمد موسیٰ صاحب

۵۔ عبدالکریم ولی محمد حسن فتح

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی سفر کر کے لوگوں کے گھروں تک فیض پہنچایا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری فرمائیں۔ آج بھی اسی طرح سیرانی ٹرسٹ کے توسط سے حضرت کے آستانہ عالیہ سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں بے نور آنکھیں منور ہو رہی ہیں اور آپ کا لنگر جاری ہے۔ اس ٹرسٹ کا وجود حضرت کی ذات بابرکات کی وجہ سے ہے۔ نیز حضرت کی درگاہ پر روزانہ سینکڑوں لوگ حاضر ہو کر اپنی مرادیں پاتے ہیں۔

کون کہتا ہے ولی مر گئے؟

حاجی محمد موسی کپاڑیا صاحب مرحوم کو حضرت سیرانی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی پچاس سالہ خدمت کا جو شاندار صلہ ملا۔ سیرانی ٹرسٹ میں شامل دوسرے احباب اس پر رشک کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سیرانی ٹرسٹ میں جو لوگ اب خدمت انجام دے رہے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے گا۔ آمین

باب سوم

سلطان التارکین

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

کا خاندان

خلفاء ، ثانی سجادہ نشین

حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اوّل

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سب حافظ قرآن پاک کے علاوہ ظاہری اور باطنی علوم میں کمال جامع تھے۔

آپ کے والد محترم حافظ محمد عارف صاحبؒ اور چچا حافظ محمد طاہر صاحبؒ فقہ اور حدیث کے ماہر اور شرعی امور کے مفتی تھے۔

حضرت خود اور حضرت کے تمام برادران بھی حافظ قرآن پاک کے علاوہ عالم و فاضل تھے۔ حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب شریعت اور طریقت بزرگ تھے۔ جو حضرت دیوان چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر دوران ریاضت، عبادت اور چلہ کشی کے شہادت پا گئے اور وہاں پر مدفون ہیں۔ حضرت خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند ارجمند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور چھوٹے بیٹے کا نام احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

حضرت سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں زیادہ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ حضرت آپ سے دوسرے تمام اقرباء کی

نسبت زیادہ شفقت اور محبت فرماتے۔

سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اوقات دوران سفر بھی حضرت کے ہمراہ ہوتے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ اوّل اور جانشین مقرر ہوئے۔ بوقت تقرری خلافت و جانشینی آپ نے حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی دستار مبارک جو حضرت استعمال فرماتے تھے اور وہ جبہ مبارک جو حضرت نے دھراجی (کاٹھیا واڑ ہندوستان) میں بوقت زہر خوردنی پہنا ہوا تھا اور جس پر زہریلی قے کے نشانات تھے زیب تن فرمایا۔

آپ کی دستار بندی آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی اور دستار بندی کے بعد اپنے چھوٹے بھائی کا جوتا اٹھا کر آپ کے سامنے رکھا۔ یہ سر عام حضرت کی دستار اور حضرت کا جانشین ہونے کا ادب اور احترام تھا۔

حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ دینی اور شرعی امور میں حضرت کے نقش قدم پر کاربند رہے۔ مولانا محمد جیون داجلی رحمۃ اللہ علیہ فارسی تصنیف ''لطائف سیریہ'' کے مصنف حضرت سلطان احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اور حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دور دراز سفر پر تھے۔ حضرت کے خلفاء آپ سے میری شادی میں شرکت کی بات کرتے تو

آپ خاموشی اختیار کر لیتے۔ شادی کی تقریب والے دن میں بہت مغموم تھا اور حضرت کی عدم شرکت کا بہت رنج تھا۔ میں غمگینی کی تصویر بنا بیٹھا تھا کہ یکا یک حضرت کو تشریف لاتے دیکھا آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا بیٹا غمگین نہ ہو میں آ گیا ہوں۔ فرط مسرت سے میرے آنسو نکل آئے اور میں قدم بوس ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا حضرت ہمارے وطن بھڈی شریف سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر تھے۔

حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ سے ہی دست بیعت تھے اور آپ کی طرح صاحب کرامت تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت صاحب خواب میں اکثر زیارت سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ کاش مجھے حضرت عالم بیداری میں زیارت سے مشرف فرماتے۔ اس خیال کے آتے ہی میں گھر سے اٹھ کر دربار شریف کے تھلہ پر آ بیٹھا۔ میں نے دیکھا کہ دربار شریف کا دروازہ ایک آہٹ سے خود بخود کھلا اور حضرت کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے اور مجھے فرمایا برخودار یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو فقیر کے لیے معمولی بات ہے۔ لیکن شرع محمدی اور حکم الٰہی کا لحاظ ہے۔ چند لمحے میرے پاس بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے۔

حضرت کو سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر ان کے وطن بھڈی شریف میں ملی۔ آپ فوراً بہاول پور پہنچے اور یہاں سے خلیفہ محمد حسن صاحب بہاول پوری، میاں محمد گڈن صاحب، خلیفہ خدا بخش صاحب اور خدام کو ہمراہ لے کر خود دہراجی کاٹھیاواڑ (ہندوستان) روانہ ہو گئے اور وہاں بیس روز تک حافظ محمد کوکی جس نے حضرت کو زہر دیا تھا کے ساتھ مذاکرات کیے اور حضرت کی میت کے

ہمراہ پا پیادہ واپس تشریف لائے۔

حضور کی تدفین کے تمام فرائض آپ کی زیرنگرانی پایہ تکمیل تک پہنچے۔

حضرت کی دستار فضیلت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ نے اپنے وطن بھڈی شریف کو خیر باد کہہ دیا اور معہ اہل وعیال خانقاہ شریف حضرت کے آستانہ عالیہ کے نزدیک رہائش پذیر ہوئے۔

آستانہ عالیہ پر دینی تعلیم کے لیے درس گاہ قائم فرمائی اور علماء کے ہمراہ خود بھی تدریس کے فرائض انجام دیتے۔ آستانہ عالیہ پر لنگر خانہ قائم کیا جہاں حضرت کے مریدین اور معتقدین اور زائرین کو رہائش اور خوراک مفت مہیا کی جاتی تھی۔ حضرت نے خانقاہ شریف میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ○

اور سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں غربی جانب مدفون کئے گئے۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں اور بھائی سلطان عثمان نوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک مرید کے ہاں دعوت میں مدعو تھے۔ رات کو صاحب دعوت نے بستر لا کر حضور کی خدمت میں پیش کئے جن کو حضرت نے اپنے دست مبارک سے خلفاء اور دیگر ہمراہیوں میں تقسیم فرمائے اور صرف ایک کھیس اور لحاف باقی بچا۔

مجھے اور بھائی عثمان نوری کو بستر نہ ملا تو میں نے دل میں خیال کیا کہ جو کھیس اور لحاف باقی بچا ہے وہ تو حضرت خود استعمال فرمائیں گے اور ہمیں اس شدید سردی

میں ایسے ہی رات بسر کرنی پڑے گی لیکن رات کو حضرت نے کھیس زمین پر بچھایا خود درمیان میں سو گئے بھائی عثمان نوری کو اپنی شرقی جانب اور مجھے اپنے غربی جانب اپنے ہمراہ سونے کا حکم فرمایا۔ ہم نے ادب کے طور پر سونے سے انکار کیا تو آپ نے اسرار فرما کر ہمیں اپنے پاس سلایا۔ رات کو میرے دل میں خیال گزرا کے کاش حضرت بعد از وفات بھی ہمیں اسی طرح اپنی قربت میں جگہ عطا فرمائیں۔

کیونکہ حضرت عثمان نوری وفات کے بعد اسی طرح حضرت کے شرقی جانب مدفون ہیں۔ اس لئے حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کاش مجھے بھی اس رات کی طرح اپنے غربی جانب جگہ عطا فرمائیں۔ آپ کی خواہش پوری ہوئی اور آپ حضرت کے غربی جانب آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت کے دو فرزند ارجمند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا جو حضرت کی وفات کے بعد آپ کے جانشین اور سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ دوئم کے منصب عالیہ پر فائز ہوئے۔

حضرت کے چھوٹے بیٹے حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اجداد کی طرح ظاہری اور باطنی علوم میں صاحب کمال اور جامع اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نواب ریاست بہاول پور کی طرف سے ثانی سجادہ نشین اوّل آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی منصب عالیہ پر فائز ہوئے۔ نواب بہاول پور کو آپ سے بہت عقیدت تھی اس لئے نواب صاحب نے پوری ریاست میں درگاہوں کے سجادگان کو جو مراعات اور اعزازات دیئے ہوئے تھے ان سے زیادہ دیئے۔ نواب صاحب نے آپ سے بیعت ہونا چاہی لیکن آپ نے حضرت

خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کی پیروی فرماتے ہوئے انکار فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ دوم

حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے بیٹے خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور خلیفہ دوئم ہوئے۔

خواجہ احمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ سوم

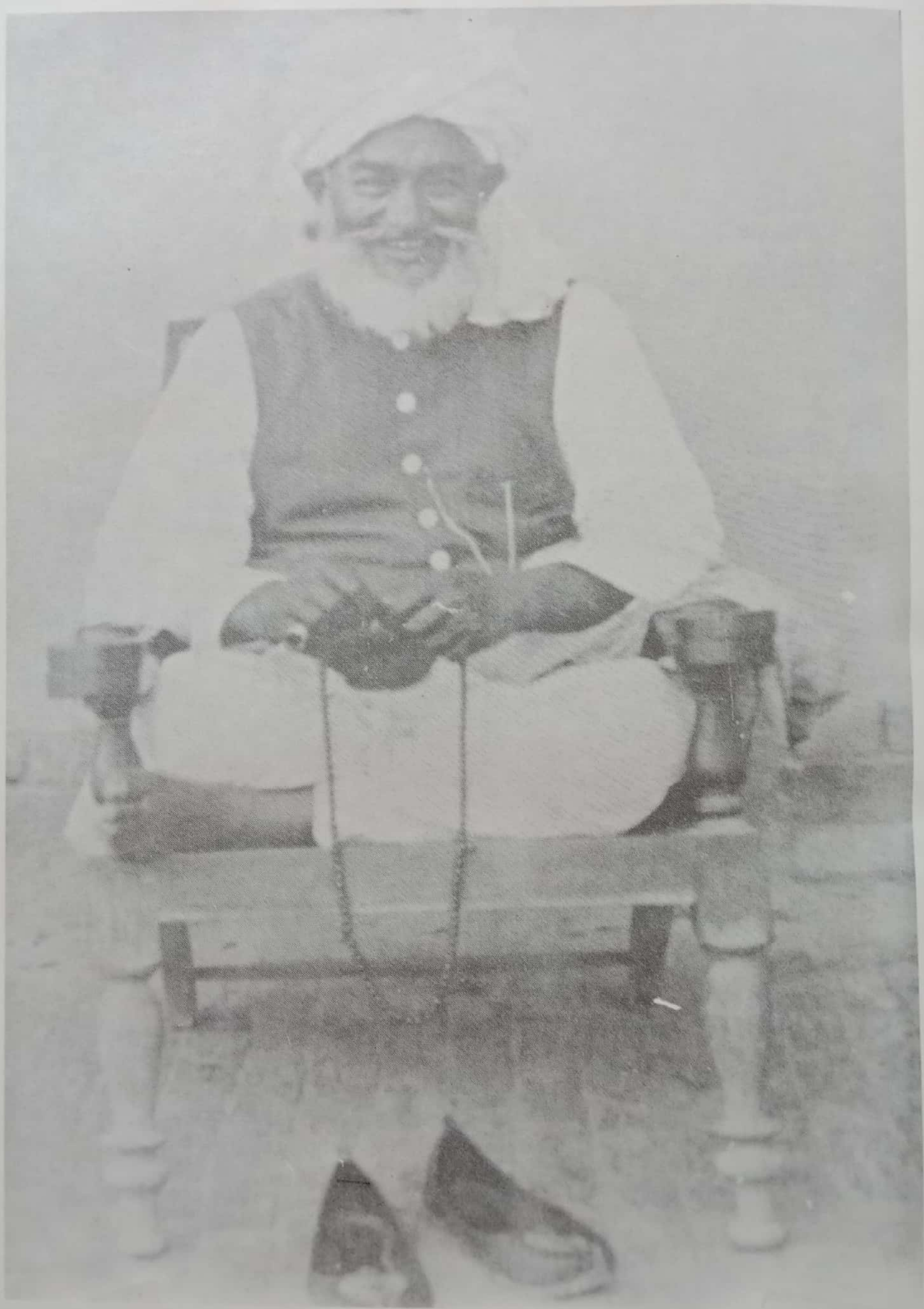
حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ احمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور خلیفہ سوم کے منصب پر فائز ہوئے۔

خواجہ نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ چہارم

حضرت خواجہ احمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے۔ بڑے بیٹے خواجہ نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور چھوٹے بیٹے خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے بڑے بیٹے خواجہ نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ چہارم ہوئے۔

ان سب حضرات کے بارے میں کوئی حالات میسر نہیں آ سکے۔



حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ پنجم)

حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ پنجم

حضرت خواجہ نبی بخش صاحب کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے۔ خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ امان اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نرینہ نہ ہوئی۔

آپ کے بڑے بیٹے خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے جانشین اور حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ پنجم کے منصب عالی پر فائز ہوئے۔

اگرچہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء نے بوقت جانشینی خلافت حضرت کی دستار مبارک پہنی لیکن حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''صاحب دستار'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لوگ آپ کا نام نہیں جانتے تھے بلکہ صاحب دستار سائیں کے طور پر جانتے تھے۔ اللہ معلوم قدرت کی اس میں کیا مصلحت تھی۔

آپ بچپن سے ہی حلیم الطبع تھے۔ بچپن سے ہی کھیل کود میں کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی جوانی میں کسی مشغلہ میں حصہ لیتے۔

آپ نے اپنے اجداد کی طرح دینی علوم پر عبور حاصل کیا۔ آپ بہت بڑے جید عالم دین تھے۔ آپ بچپن سے ہی نماز روزہ کے علاوہ اشراق اور تہجد کے

پابند تھے۔ دوران سفر بھی آپ کے ہمراہ امام صاحب ہوتا جو سفر میں نماز پڑھاتا۔
اس طرح آپ دوران سفر بھی باجماعت نماز ادا فرماتے۔

آپ ٹھنڈا مزاج رکھتے تھے۔ کبھی کسی سے ناراض نہ ہوتے۔ خدام سے جتنا بڑا نقصان ہو جاتا کبھی ان کی سرزنش نہ فرماتے۔

آپ بہت سخی اور خدا ترس تھے۔ خاموشی سے حاجت رواؤں کی حاجت پوری فرماتے اور کئی غریب خاندانوں کی کفالت فرماتے۔

لنگر کا شاندار انتظام تھا جہاں سے درگاہ پر آنے والے ہر مسافر، زائرین اور مریدین کو کھانا اور رہائش ملتی۔ آپ حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے ہمراہ بیوی اور بچی کے علاوہ تیس آدمی تھے جن کو اپنے خرچ پر حج کے لیے ساتھ لے گئے۔ اس کے علاوہ تقریباً ایک سو آدمی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حضرت کے پاس جمع ہو گئے ان سب کی خوراک کی ذمہ داری آپ نے لی۔ بوقت روانگی حج لنگر کے انچارج سے دریافت فرمایا لنگر میں کتنی رقم ہے؟ لنگر کے انچارج نے بتایا پانچ ہزار روپے۔ لنگر کا سامان فروخت فرما کر حج کے اخراجات کے لیے رقم ہمراہ لے گئے۔

حضرت سلطان العاشقین خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا ادب واحترام اسی طرح فرماتے جیسا سلطان التارکینؒ فرماتے تھے۔

سلطان العاشقین رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ یعقوب محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہل خانہ آپ کی بھتیجی تھی اس طرح وہ آپ کے داماد تھے لیکن آپ ان کا ادب اور احترام اس قدر فرماتے کہ جب آپ نے حج بیت اللہ کا

ارادہ فرمایا تو اپنے خادم کو حضرت خواجہ یعقوب محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج کر اجازت طلب فرمائی۔

حضرت خواجہ یعقوب محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سال نہ جائیں اگلے سال چلے جانا۔ تو آپ نے دوبارہ خادم کو آپ کی خدمت بھیجا اور فرمایا کہ کیا معلوم اگلے سال زندگی وفا کرے یا نہ کرے۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر حضرت خواجہ یعقوب محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دے دی اور آپ عازم حج ہوئے۔

آپ کے فرمان کے مطابق دوسرے سال ایام حج سے پہلے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے دوران حج مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے سامنے زر کثیر سے ایک عمارت خرید فرمائی اور اس کا نام رباط سیرانی تجویز فرمایا۔ اس رباط کے انتظام کے لیے ایک مینیجر مقرر فرمایا جس کی تنخواہ اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے۔

اس رباط میں زائرین کو مفت رہائش اور خوراک مہیا کی جاتی تھی اور رباط کو چلانے کے لیے آپ نے اپنی ذاتی جائیداد میں سب سے زرخیز زمین موضع خانقاہ شریف دو مربع (۴۰۰ کنال) وقف فرمائی اور رباط سیرانی کے نام منتقل کر دی۔ اس زمین کی آمدنی مدینہ منورہ روانہ فرماتے جس سے رباط کے اخراجات کیے جاتے تھے۔

اس وقت اس زرخیز ترین زمین پر محکمہ اوقاف کا قبضہ ہے اور رباط سیرانی کا جو مینیجر آپ نے مقرر فرمایا تھا نے حکومت سعودی عربیہ سے رباط سیرانی کے لاکھوں ریال وصول کر کے ہضم کر لیئے ہیں۔ کیونکہ مسجد نبوی میں توسیع کی وجہ سے

رباط سیرانی حرم شریف کے حدود میں آ گئی ہے۔

حج پر روانگی کے دن سے آپ نے چارپائی پر سونا ترک کردیا ہمیشہ زمین پر سوتے۔ سمہ سٹہ ریلوے اسٹیشن سے ریل کے ذریعے کراچی روانہ ہوئے تو تھرڈ کلاس میں سفر فرمایا اور کراچی سے بحری جہاز میں روانہ ہوئے تو عرشہ پر سفر فرمایا۔ حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل خانہ اور بیٹی تھی۔ عقیدتمندوں اور خدام کے اسرار کے باوجود آپ نے ریل کے درجہ اوّل میں سفر نہ فرمایا۔

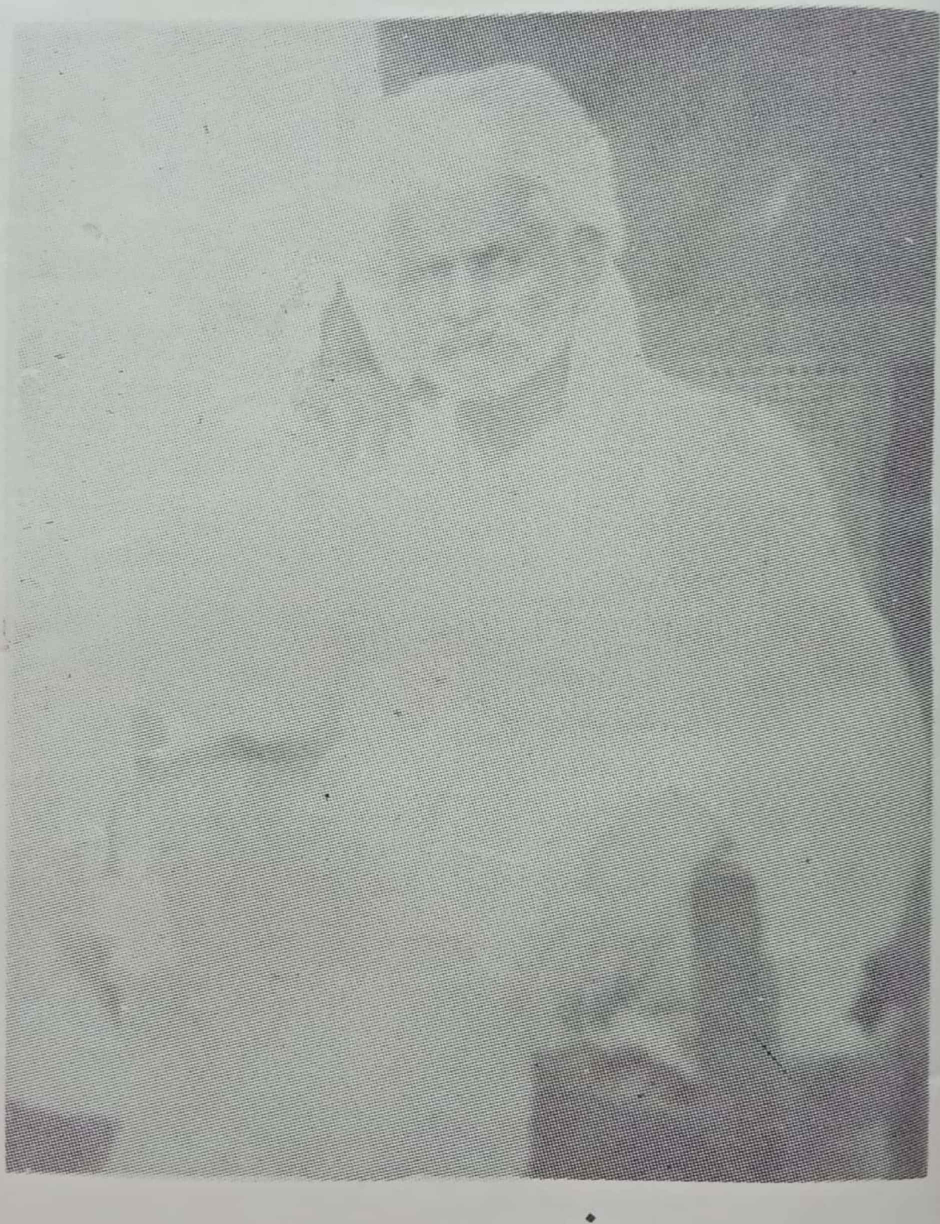
آپ کو گھوڑے پالنے کا بہت شوق تھا اس لیے آپ کے اصطبل میں اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ آپ ماہر شہسوار تھے۔

آپ شریعت کے پابند تھے۔ تمام عمر خلاف شرع کوئی کام نہ کیا۔ آپ دن کے وقت درخت کے نیچے بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔

دربار شریف سے ملحقہ مسجد کی توسیع کرا کر سنگ مرمر سے مزین کرایا۔ اس وقت پورے ہندوستان میں شاہی مساجد کے سوا پرائیوٹ ایسی خوبصورت شاندار مسجد نہ تھی۔

دوران حج آپ بیمار ہوئے بیماری رفع ہوگئی اس کے باوجود آپ بہت کمزور ہوگئے۔ واپسی کے کچھ عرصہ بعد کھانسی کی تکلیف ہوئی جس سے کمزوری بڑھتی گئی۔ آخر مورخہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ بمطابق ۹/اپریل ۱۹۴۵ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُوْنَ٥



حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ ششم)

حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ششم

حضرت خواجہ امام بخش صاحب (صاحب دستار سائیں) رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ آپ کی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ آپ کے دونوں بھائی آپ کی حیات میں وفات پا چکے تھے۔ ایک عہد طفلی میں اور دوسرا بعد میں لیکن ان کی بھی اولاد نرینہ نہ تھی۔

اس طرح سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے آخری چراغ کے گل ہو جانے سے ایک خلاء پیدا ہو گیا۔

خلیہ اوّل حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد حیات تھی اور حضرت کی دستار فضیلت کئی واسطوں کے بعد حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر آویزاں تھی۔ اس لیے دوسرے بھائی کے جانشین ہونے کی وجہ سے آپ خلیفہ ششم کے حقدار ٹھہرے۔

آپ اس وقت نوجوان تھے اور آپ کے چچا حقیقی حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے بقیہ حیات تھے اور حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے داماد بھی تھے۔

حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر دادا گرامی کے واسطہ سے پردادا کی دستار فضیلت بھی تھی۔ نیز نواب بہاول پور کی جانب سے آپ ثانی سجادہ نشین چہارم کے منصب پر فائز تھے اور حکومت ریاست بہاول پور کی طرف سے آپ کو وہ سب اعزازات اور مراعات حاصل تھیں جو کہ ریاست بہاول پور میں درگاہوں کے سجادگان کو حاصل تھیں۔

اس لیے حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حقیقی، سسر اور اس وقت کی بزرگ ہستی خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین دست بردار ہوئے۔ حکومت بہاول پور کی طرف سے آئے ہوئے اہل کمیشن کے سامنے اپنا بارضا دست برداری کا بیان ریکارڈ کرایا۔

اس کے بعد سرکاری طور پر حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گزٹ نوٹفکیشن برائے خلیفہ ششم تقرر جاری ہوا۔ اس طرح ۱۹۴۵ء میں حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ششم کے منصب عالیہ پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن سے ہی سادہ مزاج پایا تھا۔ بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے سب بھائی آپ سے بہت پیار محبت کرتے تھے۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرف نائب سیرانی" نے آپ کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیئے اور آپ کی تعلیم کے لیے جید علماء مقرر فرمائے۔ اس طرح آپ نے اعلیٰ دینی تعلیم پائی۔

آپ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سادہ لباس استعمال فرماتے اور

آپ ہی کی طرح مسور کی دال رغبت سے کھاتے۔ آپ ایک ماہر باورچی تھے اپنا کھانا اکثر خود تیار فرماتے اور کھانا تیار کرتے وقت آگ بھی خود جلاتے اگر کوئی خادم ہانڈی کے نیچے لکڑی درست کرتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اکثر سفر میں رہتے اور ریل گاڑی میں دوران سفر تیسرے درجے میں سفر کرتے۔ سمہ سٹہ سے ٹرین چلتی تو آپ انجن کے ساتھ والے ڈبے میں سوار ہوتے اور منزل مقصود پر ٹرین کے آخری ڈبے سے برآمد ہوتے یعنی آپ ہر اسٹیشن پر ڈبہ تبدیل کر لیتے۔

اگر سفر پر نہ ہوتے اور گھر پر ہوتے تو روزانہ عصر کی نماز خانقاہ شریف میں ادا کر کے بگھی پر سوار ہو کر نزدیکی ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ چلے جاتے اور وہاں سے مغرب کی نماز ادا فرما کر لوٹتے۔ اس دوران ریل گاڑیوں کی آمد و رفت دیکھ کر سکون محسوس فرماتے۔

دوران سفر سلور کی کیتلی پانی سے بھری ہوئی ہمراہ رکھتے جس سے وضو بھی فرماتے اور پینے کے لیے پانی بھی استعمال فرماتے۔

آپ نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی سے حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہفتم اور تین بیٹیاں اور دوسری بیوی سے ایک بیٹا حضرت خواجہ جند وڈا عرف جندن سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

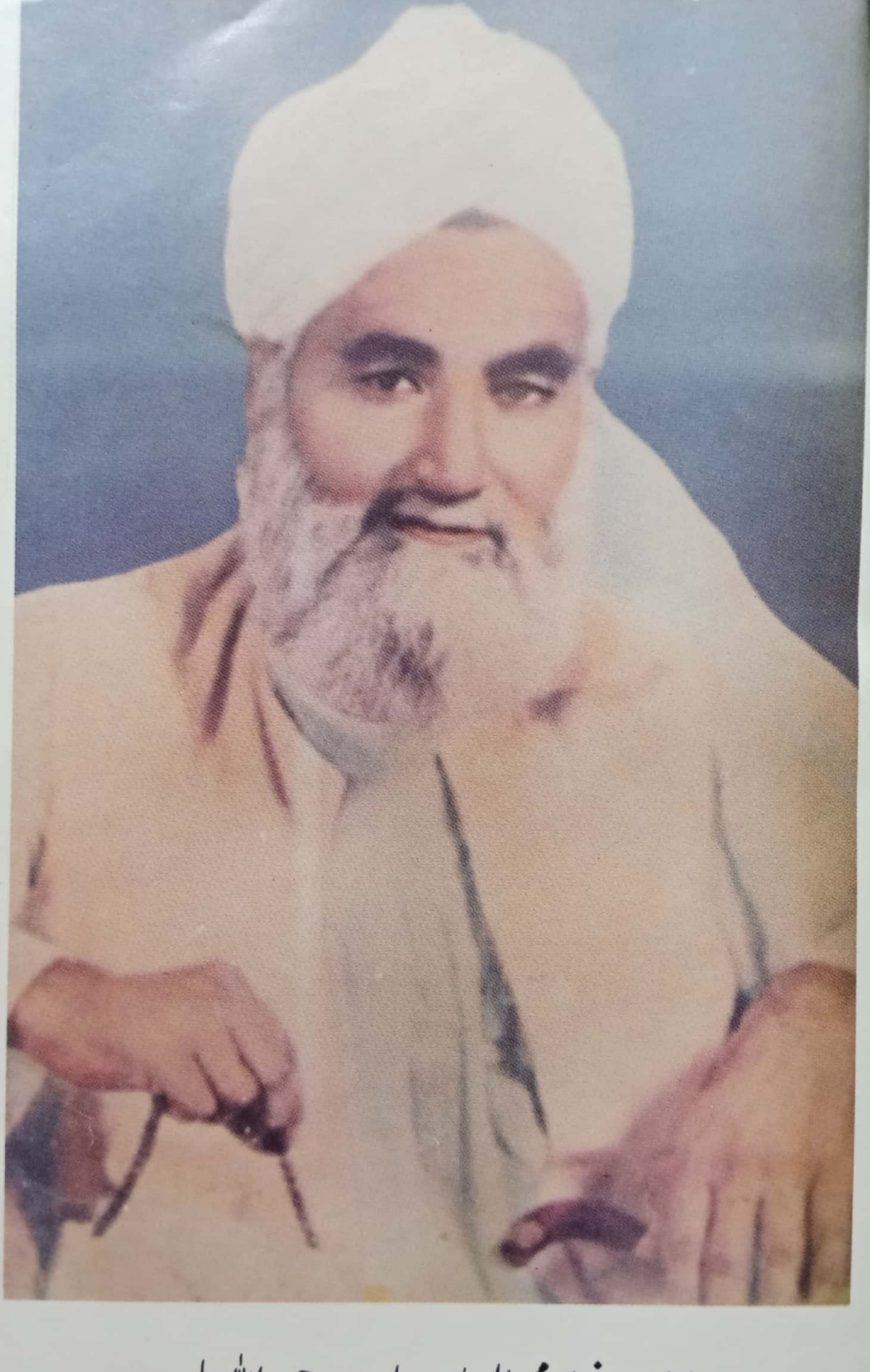
بڑھاپے میں آپ کا چھوٹا فرزند حضرت خواجہ جند وڈا عرف جندن سائیں رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو کر اچانک مالک حقیقی سے جا ملا۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ نوجوان بیٹے کی وفات آپ کی صحت اور نگاہ پر اثر انداز ہوئی۔

آپ اپنے نوجوان مرحوم بیٹے کے اکلوتے چند سالہ بیٹے میاں محمود الدین صاحب (عرف بالا دین صاحب) سے بے حد پیار کرنے لگے اور ان کی ہر فرمائش پوری فرماتے اسے روتا نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس لیے آپ کے پوتے میاں محمود الدین صاحب نہ تو دینی تعلیم (قرآن پاک) اور نہ دنیاوی تعلیم (اردو کی ایک جماعت بھی) حاصل کر سکے اور اس طرح تین سو سالہ تاریخ میں علماء اور فضلاء کے عظیم گھرانے کا ہونہار فرزند علم کی روشنی سے محروم ہو گیا۔ نہ جانے اللہ تعالیٰ کی کیا مصلحت کارفرما تھی۔ (اویسی سیرانی صفحہ ۴۳)

نوجوان بیٹے کی جدائی اور ضعیف العمری کی وجہ سے آپ کمزور ہوتے چلے گئے اور آپ کی نگاہ بھی کمزور ہو گئی تھی۔ اس لیے خلافت کے بعد آپ صرف تین سال زندہ رہے اور ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُوْنِ ٥

آپ کی وصیت کے مطابق محل سیرانی ؒ میں آپ کو اپنے بیٹے حضرت خواجہ جندوڈا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حالانکہ خلفاء سیرانی اور سجادہ نشین حضرات اوپر والے حصہ میں مدفون ہوتے ہیں۔



حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ ہفتم)

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ہفتم

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ۱۹۴۸ء میں بطور خلیفہ ہفتم مسند نشین ہوئے۔

آپ نے دینی تعلیم گھر پر ہی جید علماء سے حاصل کی۔ خداداد ذہنی صلاحیت کی وجہ سے علم وفضل اور علوم دنیوی میں مہارت حاصل کر لی۔

بچپن سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ نماز تہجد کبھی قضا نہ کی۔ تہجد کے بعد نماز فجر ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے اور نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک شروع کر دیتے اور سورج نکلنے کے دو گھنٹہ بعد تک تلاوت کرتے رہتے۔ سارا دن تسبیح کا ورد فرماتے رہتے۔

رات کو بہت کم سوتے، تمام رات عبادت میں گزار دیتے۔ جب بھی وقت ملتا تھوڑی دیر آرام کرسی پر نیند کر لیتے۔

آپ کا زیادہ وقت سفر میں گزرتا تھا سفر میں امام صاحب ہمراہ ہوتے اور جہاں مسجد نہ ہوتی اپنے امام صاحب سے جماعت کراتے اور تکبیر خود کہتے۔ اس طرح سفر میں بھی باجماعت نماز ادا کرتے۔

سخاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لنگر کا شاندار انتظام کیا اور آستانہ عالیہ پر مسافر خانے بنوائے۔ زائرین، مریدین کو مسافر خانہ میں رہائش اور لنگر

سے کھانا ملتا تھا۔ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے ایام میں عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد خود لنگر خانے میں تشریف لے جاتے اور اپنے دست مبارک سے زائرین میں کھانا تقسیم فرماتے۔ حتیٰ کہ تمام رات گزر جاتی اور فجر کی نماز کے لیے اذان ہوتی تو سلسلہ منقطع ہوتا اور لنگر خانے سے سیدھے اٹھ کر آستانہ عالیہ پر فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے تشریف لے جاتے۔

آپ کی یادداشت قابل رشک تھی۔ پورے پاکستان میں حضرت صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جو بھی مرید آستانہ عالیہ پر آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے حاضر ہوتا اس کا نام لے کر اسے پکارتے بلکہ اس کے والد اور بھائیوں اور دوسرے عزیز و اقارب کا نام لے کر ان کی خیریت دریافت فرماتے۔ جس سے حاضرین آپ سے بہت ہی متاثر ہو کر جاتے۔

کھانا با جماعت کھاتے اور کھانے کے دوران اپنے کھانے میں سے ہر ایک مرید کو پکار پکار کر تھوڑی بہت چیز اپنے کھانے میں سے عنایت فرماتے رہتے۔ جس کی وجہ سے مریدین آپ کے حسن سلوک اور محبت سے آپ کے شیدائی بن جاتے۔

مریدین سے کپڑے اور دیگر سامان جو بطور نذرانہ آپ کو ملتا۔ آپ کپڑے کی گٹھڑیوں میں باندھ کر سٹور میں رکھا دیتے اور جب بھی کوئی حاجتمند آپ کے پاس آتا تو اس کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر خلیفہ کو کہتے کہ فلاں کونے میں جو فلاں رنگ کی گٹھڑی پڑی ہے لے آؤ۔ اس شخص کی ضرورت کا سامان یا کپڑا اسی گٹھڑی میں سے برآمد ہوتا۔ برسوں پرانی رکھی چیز اور لاتعداد چیزوں کو اس طرح

یاد رکھنے پر سب لوگ حیرت زدہ رہ جاتے۔ مریدین سے نذرانہ میں ملی ہوئی ایک ایک چیز کو ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتے۔

اپنے پورے خاندان سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ تعمیرات کا سلسلہ ساری عمر جاری رکھا۔ اکثر عمارات ادھوری اینٹوں سے بنواتے جو ناپائیدار ہوتیں یا تو دو چار سال میں گر جاتیں یا گرا دی جاتیں اور از سر نو تعمیر کی جاتیں۔ لوگ ایک دفعہ مضبوط عمارت تعمیر کرنے کا مشورہ دیتے تو صرف مسکرا دیتے اس کا کوئی جواب نہ دیتے۔ بعد میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کا ایسا کرنے کا مقصد لوگوں کو مستقل روزگار مہیا کرنا تھا۔

آپ کو گھوڑے رکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپ کے اصطبل میں کم از کم پچاس گھوڑے اعلیٰ نسل کے ہر وقت موجود رہتے۔ آپ بہترین گھوڑ سوار تھے۔ گھوڑوں پر روزانہ کئی کئی میل سفر فرماتے ایک دفعہ تحصیل جام پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں قیام پذیر تھے۔ اپنے چچا اور مرشد سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تاریخ یاد نہ رہی اور عرس والے دن صبح یاد آئی تو فوراً اپنے خدام کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ داجل (جام پور) اور خانقاہ شریف کا فاصلہ ۸۰ میل (۱۲۸ کلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔ درمیان میں دو دریا سندھ اور چناب آتے ہیں۔ یہ تمام فاصلے طے کرتے اور دریا عبور کرتے ہوئے شام کو ختم شریف میں شامل ہو گئے۔ حالانکہ آپ گھوڑوں کو تیز دوڑانے کے عادی بھی نہ تھے۔ گھوڑا ہمیشہ آہستہ چلاتے۔

آپ سادہ غذا پسند فرماتے۔ سفید لباس استعمال فرماتے۔ سفید کرتہ،

سفید تہبند، سفید واسکٹ یا چغہ۔ سر پر سفید صافہ باندھتے اور خوبصورت بیت ہمیشہ ہاتھ میں رکھتے۔

حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دربار شریف کے اندر مینا کاری کا خوبصورت کام کرایا اور دیواروں پر خوبصورت اشعار تحریر کرائے۔ دربار شریف کا دوسرا دروازہ لگوایا۔ مجلس خانہ کے دونوں اطراف کمرے بنوائے۔ مجلس خانہ میں خوبصورت شیشے کا کام کروایا۔ دربار شریف میں پرانی کھڑکیاں اکھڑوا کر نئی خوبصورت کھڑکیاں آویزاں کرائیں۔ دربار شریف کا اندرونی لکڑی کا کٹہرا اکھڑوا کر خوبصورت چپس کا پھولدار کٹہرا تعمیر کرایا۔ دربار شریف کے نزدیک وضو کے لیے جو تالاب بنا ہوا ہے اس کی گہرائی زیادہ تھی جس کی وجہ سے کئی حادثات ہو چکے تھے آپ نے اس کی گہرائی کم کرائی۔ تالاب کے اردگرد پتھر آویزاں کرایا اور وضو کے لیے پتھر کی چوکیاں بنوائیں۔ شدید گرمی کی وجہ سے حوض کا پانی گرم ہو جاتا تھا اور گرمی کی وجہ سے زائرین کو وضو کرتے وقت گرمی لگتی تھی اس لیے حوض پر چھت ڈلوائی۔

بازار کی طرف نیا دروازہ اور دروازے کے دونوں طرف زائرین کے بیٹھنے کے لیے زنانہ اور مردانہ آرام گاہ بنوائی۔ دربار شریف سے ملحقہ مسجد کی مغربی دیوار گرا کر مسجد میں توسیع کرائی۔ دربار شریف کے صحن میں بھی توسیع کرائی۔

حضرت دربار شریف اور مسجد شریف پر مزید کام کرانا چاہتے تھے جس کے لیے سیمنٹ کا ٹرک، گاڈر اور دیگر سامان پہنچ چکا تھا۔ دربار شریف میں سونے چاندی کا کام کرانا چاہتے تھے جس کے لیے سروے اور نقشہ جات تیار کروائے جا

رہے تھے لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔ باری تعالیٰ سے بلاوا آ گیا۔

آپ نے معہ والدہ صاحبہ حضرت خواجہ امام بخش صاحب (صاحب دستار سائیں) رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی والدہ صاحب دوران حج بیمار ہو گئیں تو والدہ صاحبہ کو کندھوں پر اٹھا کر طواف اور سعی کرائی۔ والدہ صاحب کی رفع حاجت خود اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر پھینک آتے۔ حالانکہ آپ کے ہمراہ کثیر تعداد خدام کی تھی۔

والدہ صاحبہ کے بے حد فرمانبردار اور تابعدار تھے۔

آپ کو آخری عمر میں دمہ کی تکلیف ہو گئی تھی جس کی وجہ سے گھوڑوں پر سفر نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ گھوڑوں کے پسینہ کی بو سے الرجی ہو جاتی تھی اس لیے اکثر اونٹ پر سفر فرماتے۔ آپ کے فرزند حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تکلیف کی وجہ سے آپ کو موٹر کار لے دی لیکن آپ اس میں سفر نہ کرتے۔

ایک دفعہ خدام کے ہمراہ موٹر کار پر مریدین کے ہاں گئے تو وہاں سے لنگر کے لیے مرغیاں ملیں۔ آپ کو ایک بلی پسند آئی جو مریدین نے آپ کی نذر کر دی۔ آپ نے موٹر کار کی ڈگی میں مرغیوں اور بلی کو اکٹھا بند کرایا۔ خدام نے عرض کی حضرت بلی، مرغیوں کو مار دے گی۔ آپ نے نے فرمایا: سمجھوتہ کر لیں گے۔ خدام نے عرض کی حضرت اگر بلی نے مرغیوں کو نہ بھی کھایا تو مرغیاں دہشت کے سبب خود ہی مر جائیں گی۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو گا۔

کئی گھنٹے سفر کے بعد جب خانقاہ شریف پہنچے اور خدام نے موٹر کار کی ڈگی کھولی سب کا خیال تھا مرغیاں مر چکی ہوں گی لیکن سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ

گئے کہ بلی اور مرغیاں شیر و شکر ہو چکی تھیں۔

آپ کو تقریباً بیاسی سال کی عمر میں اچانک پیٹ میں تکلیف ہوئی جس کی وجہ سے آپ کو بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ آپ کے فرزند حضرت سردار احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور گئے ہوئے تھے۔ اپنا چچا زاد بھائی حضرت خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو دربار شریف، لنگر خانہ اور دیگر خاندانی امور کے بارے میں ہدایت دیں۔ اپنے فرزند کے لیے پیغام دیا ہسپتال میں داخلے کے دوسرے روز حرکت قلب بند ہو جانے سے واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیۡہِ رَاجِعُوۡنِ ۝

۱۶ ذیقعد ۱۳۷۷ھ بمطابق جون ۱۹۵۸ء بروز جمعرات شام کو آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ میں سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ یہ جگہ آپ نے اپنی حیات میں منتخب فرما رکھی تھی اور زندگی میں اپنی قبر بھی تیار کرا کر اوپر سے عارضی طور پر بند کرایا ہوا تھا۔ بوقت تعمیر قبر میں خود لیٹ کر قبر کا مشاہدہ کیا۔



حضرت خواجہ سلطان احمد دین المعروف سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(خلیفہ ہشتم)

حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ہشتم (آخری خلیفہ)

حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ کے دادا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ سلطان احمد الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر سلطان احمد دین رکھا لیکن آپ بڑے ہو کر سردار احمد صاحب کے نام سے معروف ہوئے۔

آپ کے والد صاحب نے آپ کو دینی تعلیم دلوانے کے لیے گھر پر ہی عالم دین رکھا۔ جس سے آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ساتھ اردو کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ کے والد صاحب حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گھوڑے پالنے کا شوق تھا اور خود ماہر سوار تھے اس لیے آپ نے بچپن سے ہی حضرت خواجہ سردار احمد صاحب کو گھوڑ سواری کی تربیت دلائی۔ تربیت کے لیے ماہر استاد مقرر کیا اور گھوڑے پر رکھنے کے لیے بچگانہ زین ڈیزائن کرائی۔ آپ نے اس وقت سے گھوڑ سواری شروع کی جب آپ اکیلے گھوڑے پر نہ بیٹھ سکتے تھے بلکہ ملازم گھوڑے پر ساتھ سوار ہوتا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے نیزہ بازی کی تربیت بھی حاصل کی اور نیزہ بازی بھی کرتے رہے۔

پاکستان بننے سے قبل خانقاہ شریف میں کمیٹی قائم ہوئی تو آپ اس کمیٹی کے نائب صدر مقرر ہوئے۔ ریاست بہاول پور کے قانون کے مطابق کمیٹی کا صدر

نواب صاحب ریاست بہاول پور ہوتے تھے۔ پاکستان قائم ہونے تک یعنی ۱۹۴۷ء تک آپ وائس چیئرمین رہے۔ ۱۹۵۲ء میں بہاول پور اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو آپ نے انتخاب میں حصہ لیا اور مضبوط حریف کو بھاری شکست دی۔

۱۹۷۰ء میں پنجاب صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ سیاحت آپ کو ورثہ میں ملی تھی اس لیے پاکستان بننے سے قبل کشمیر، اجمیر شریف، دہلی اور ہندوستان کے دیگر شہروں میں جاتے تھے۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد پاکستان کے ہر قابل ذکر شہر مثلاً گلگت، کافرستان، چترال، کاغان، سوات جیسے دور دراز اور دشوار گزار علاقوں کی سیاحت کی۔ اس وقت آج کی طرح رسد و رسائل اس قدر آسان نہ تھے۔

باغبانی کا آپ کو جنون کی حد تک شوق تھا۔ آپ نے اپنی رہائش گاہ میں نہایت ہی خوبصورت باغ بنایا۔ پرائیوٹ باغ کے ناطے یہ پاکستان کا نہایت خوبصورت باغ تھا۔

بہاول پور میں ملکی یا غیر ملکی جو بھی وفود آتے، سرکاری آفیسران ان کو خانقاہ شریف آپ کے باغ میں ضرور لے آتے اور سب لوگ بہت تعریف کرتے اور اس وجہ سے حیران ہوتے کے باغ کا تمام ڈیزائن اور جدتیں آپ ہی کی اپنی تخلیق تھیں اس کے لیے کوئی ماہر باغبان یا مالی مقرر نہ تھا۔

آپ کی کوٹھی لاہور میں بھی تھی۔ لاہور میں قیام کے دوران آپ باغ جناح روزانہ جاتے اور گل بانی کے امور میں ماہرین سے تبادلہ خیال کر کے کچھ خود سیکھ آتے کچھ ان کو سکھا آتے۔

آپ سری لنکا سیاحت کی غرض سے گئے تو آپ کی شاپنگ وہاں کے
بصورت اور پاکستان میں نایاب پودوں پر مشتمل تھی۔

آپ نہایت خوش لباس اور خوش خوراک تھے۔ آپ کو اپنے دادا صاحب
طرح کھانے پکانے کا بے حد شوق تھا اور آپ ایک ماہر باورچی بھی تھے۔ آپ
کے سکھلائے ہوئے (شاگرد باورچی) اب بھی موجود ہیں۔ آپ طبعاً ہنس مکھ
تھے۔ غصہ نام کو نہ تھا۔ صبح کی سیر باقاعدگی سے کرتے۔ اذان فجر سے پہلے باغ کا
کونہ کونہ پھر لیتے۔ متوازن غذا کی وجہ سے آپ کی صحت قابل رشک تھی لیکن اس
کے باوجود ۱۹۷۵ء میں آپ کو دل کی تکلیف ہوئی لیکن آپ اسے دل کی تکلیف
تسلیم نہ کرتے تھے۔ آپ لندن اور دیگر یورپی ممالک کی سیر کے لیے گئے لیکن اپنا
طبی معائنہ نہ کرایا۔ آپ کے عزیز و اقارب آپ کو یورپ میں طبّی معائنہ کرانے کا
مشورہ دیتے تو آپ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ مجھے دل کی بیماری نہیں ہے۔

لندن سے واپسی پر آپ نے سعودی عرب میں عمرہ ادا کیا۔

۱۹۷۹ء میں دوبارہ یورپ گئے اور دو ماہ لندن میں قیام کیا۔ اس مرتبہ آپ
کی زوجہ محترمہ اور بیٹی بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ ان کے کہنے پر بھی طبّی معائنہ نہ کرایا۔

ذیقعد ۱۳۹۹ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء لندن سے براستہ مصر جدہ
(سعودی عرب) کے لیے روانہ ہوئے۔ سعودی عرب میں فریضہ حج ادا کرنے کا
پروگرام تھا۔ جدہ کے ہوائی اڈا پر حضرت کے مریدین کی کثیر تعداد آپ کے استقبال
کیلئے جمع تھی۔ دوران سفر مصر اور جدہ کے درمیان جہاز ایئر پاکٹ کی وجہ سے
ڈولنے لگا جس کی وجہ سے آپ کا دل فیل ہو گیا اور آپ مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی میت جدہ ایئرپورٹ سے کراچی لائی گئی جسے کراچی میں سیرانی ٹرسٹ کے چیئرمین حاجی محمد موسیٰ صاحب اور دیگر میمن حضرات نے وصول کی اور میمن حضرات آپ کی میت کو لے کر بذریعہ خیبرمیل سمہ سٹہ پہنچے۔

آپ کی وفات کی خبر خانقاہ شریف اور قرب ونواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگ سمہ سٹہ اسٹیشن پہنچ گئے۔

آپ کے چچا اور خالہ زاد بھائی حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ دیگر عزیز واقارب وہاں پر موجود تھے۔ لیکن تمام انتظامات درہم برہم ہو گئے اور آپ کی میت کو کاندھوں پر لوگوں نے اٹھالیا اور پاپیادہ خانقاہ شریف لے آئے۔ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ پر نماز جنازہ کے بعد آپ کو محل سیرانی میں آپ کے دادا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

آپ کی وفات کے تقریباً سات ماہ بعد آپ کی قل خوانی کی تقریب دربار شریف سے ملحقہ مسجد شریف میں ادا کی گئی۔

قل خوانی کی تقریب کا اہتمام آپ کے داماد حضرت خواجہ غلام اویس صاحب اویسی خلف الرشید حضرت خواجہ صالح محمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ سلطان العاشقین عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ اس تقریب میں سینکڑوں کی تعداد میں مریدین کے علاوہ مختلف درگاہوں کے سجادگان، علماء کرام، عوامی نمائندے (ایم این اے اور ایم پی

حضرات)، زمیندار غرض ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوئے۔ حضرت کی اولاد نرینہ نہ تھی آپ والد صاحب کے اکلوتے تھے اس لیے کوئی بھائی بھی نہ تھا۔ ختم شریف کے بعد دعائے مغفرت کرا کر تقریب بغیر دستار بندی اختتام پذیر ہوگئی۔ اس طرح سلسلہ خلافت ختم ہوا۔

حضرت خواجہ سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ درگاہ سیرانی کے آخری خلیفہ قرار پائے۔

خلافت کا اختتام

حضرت خواجہ سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ سیرانیہ کے آخری خلیفہ ہوئے۔ آپ کے بعد سلسلہ خلافت اختتام پذیر ہوا۔ جس کی وضاحت اس طرح ہے۔

بزرگان کی خلافت یا جانشینی ہو یا کسی بھی شخص کی جانشینی ہو اس کے لیے بھی دیگر امور کی طرح قوائد و ضوابط مروج ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ وفات پانے والے کی قل خوانی پر مرحوم کے جانشین کی سر عام قل خوانی کی تقریب میں دستار بندی کرائی جاتی ہے تاکہ سب لوگ مطلع اور چشم دید ہوں۔

۲۔ مرحوم کے جانشینی کی دستار بندی، مرحوم کی دستار سے کرائی جاتی ہے جو مرحوم کے استعمال میں آئی ہو۔

۳۔ جانشین کی دستار بندی، مرحوم یا جانشین کا مرشد یا خاندان کا مرشد یا مرشدزادہ یا بصورت دیگر مرحوم کے خاندان کا بزرگ یا علاقہ کے کسی معروف معزز ہستی سے کرائی جاتی ہے۔

۴۔ جانشین اگر کسی درگاہ عالیہ سے تعلق رکھتا ہو تو کیونکہ دستار بندی کے بعد وہ عملی طور پر مرحوم کے منصب عالی پر فائز ہو جاتا ہے۔اس لیے وہ دعا کرتا ہے۔تمام حاضرین مجلس اس کی دعا میں بطور سامع شریک ہوتے ہیں۔

۵۔ اختتامی دعا کے بعد حاضرین مجلس جن میں بزرگ ہستیاں، معززین، عزیز واقارب، احباب سب شریک ہوتے ہیں۔ جانشین کو گلے ملتے ہیں اور منصب جلیلہ پر فائز ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ پگڑیاں بھی دیتے ہیں۔

یہ ایک مروجہ قاعدہ یا ضابطہ ہے جو سب کے لیے یکساں ہے چاہے وہ کسی آستانہ عالیہ کی بزرگ ہستی ہو یا عام شہری۔ ان امور کا فیصلہ ڈرائنگ روم میں نہیں ہوتا اور اب تو سیاسی دور میں ڈرائنگ روم کی سیاست یا فیصلہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور نہ ہی کسی کے زبانی کلامی کہنے پر کوئی یقین کر سکتا ہے۔

اب میری باادب گذارش ہے کہ حضرت سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کے حالات کا مروجہ قائدہ یا ضابطہ سے موازنہ کیا جائے۔

۱۔ حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رسم قل خوانی حضرت کی وفات کے تقریباً سات ماہ بعد ہوئی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جلدی میں فیصلہ نہیں ہو سکا۔

۲۔ حضرت کی قل خوانی میں درگاہوں کے سجادگان، خاندان کے تمام افراد، عوامی نمائندے مثلاً ایم این اے، ایم پی اے، چیئرمین وممبر یونین کونسل، زمیندار، قانون دان، درگاہ عالیہ کے مریدین اور معتقدین کے علاوہ دیگر معززین شہری شریک تھے۔ اور سب اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ حضرت کی قل خوانی کی دعا کے بعد تقریب اختتام پذیر ہوئی اور کسی جانشین کی دستار بندی نہیں کرائی گئی۔

۳۔ جانشین کی دستار بندی مرحوم کی دستار سے ہوتی ہے۔ اس بارے میں گزارش ہے کہ حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جس دستار سے دستار بندی کرائی گئی وہی دستار حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کے وقت یعنی حضرت کے والد صاحب کے سر مبارک پر باندھی گئی۔ اور پھر اسی دستار سے حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی کرائی گئی۔ یہ بات خاندان کے تمام افراد، مریدین اور معززین شہر کو معلوم ہے کہ حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ نے وہ دستار کسی کو نہ دی اور مرحومہ کے بعد اس وقت بھی وہ دستار ان کی بیٹی کے پاس محفوظ ہے۔ پھر کوئی کس طرح مذکورہ دستار کے بغیر جانشین ہوسکتا ہے۔ نیز دستار بندی کس نے کرائی؟

۴۔ اب باقی رہا جانشین کی دعا یا حاضرین مجلس کی مبارک باد کا سوال جب دستار بندی نہیں ہوئی تو یہ عمل تو ہو ہی نہیں سکتا۔

اس لیے سب لوگ جن میں خاندان کے علاوہ قرب و نواح کے معزز شہری اور آستانہ عالیہ کے مریدین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خواجہ سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خلافت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہفتم کے مرید باصفا مولانا علامہ فیض احمد صاحب اویسی کی تصنیف ''ذکر سیرانی'' جو آپ نے اپنے مرشد کے نام سے منسوب کی ہے جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا کہ صفحہ پندرہ پر درج ہے کہ منصب جانشینی پر کوئی فائز نہیں ہے۔ یہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ مریدین بھی حضرت کی خلافت کے اختتام پر متفق ہیں۔ یہاں میں یہ بات واضع کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے والد گرامی الحاج حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس امر کا یہ ثبوت ہے کہ آپ نے آج سے دس سال قبل کتاب تصنیف کی جس کا نام ''اویسی سیرانی'' رکھا۔ جس میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کے خاندان کے افراد کی سوانح حیات ہے۔ اس کتاب کے بطور مصنف آپ نے اپنے نام کے آگے ثانی سجادہ نشین چہارم درج کیا۔ جبکہ خواجہ سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ یا سجادہ نشین ہشتم لکھا۔

یہ کتاب سنٹرل لائبریری بہاول پور کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ نیز یہ کتاب میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان جب خانقاہ شریف تشریف لائے کو حضرت نے اپنے دست مبارک سے دی اور یہ کتاب مریدین کے پاس بھی ہے۔

اس کتاب میں میرے والد بزرگوار نے اپنے متعلق لکھتے ہوئے خود کو بطور ثانی سجادہ نشین چہارم متعارف کرایا ہے۔ یہ منصب جلیلہ میرے والد بزرگوار کے پاس والیانِ ریاست بہاول پور کی طرف سے سرکاری نوٹیفکیشن کے مطابق قانونی طور پر تھا۔ آپ اپنے والد گرامی قدر حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ۱۳۵۱ھ میں ریاست حکومت بہاول پور کے قانون کے مطابق منصب ثانی سجادہ نشین چہارم کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی اس طرح حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چودہ سال قبل یا ان کی حیات میں چودہ سال سے ثانی سجادہ نشین تھے۔

میرے والد گرامی الحاج حضرت محمد قاسم اویسی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۵ء میں حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صاحب دستار سائیں) کی وفات پر اپنے حقیقی چچا اور سسر حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے، کے حق میں حضرت خواجہ صاحب دستار سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی اور خلفیہ ششم کے منصب سے رضا کارانہ طور پر دست بردار ہوئے اور جب تک نواب ریاست بہاول پور کے سیکریٹری نے خانقاہ شریف آ کر آپ کا بیان ریکارڈ نہ کیا حضرت خواجہ فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت یا سجادہ نشینی کا نہ تو سرکاری نوٹیفکیشن ہوا اور نہ سجادگی کنفرم ہوئی۔

یہ بزرگان کے عزت و احترام کی اعلیٰ اور قابل قدر مثال تھی کہ آپ نے

چچا کو سجادہ نشین کے منصب پر فائز کرا کر خود ثانی سجادہ نشینی یعنی نائب سجادہ نشین رہنا پسند فرمایا۔ جو منصب جلیلہ آپ کے پاس ۱۹۳۱ء یعنی ۴۸ سال پہلے سے موجود تھا اس کے ہوتے ہوئے ان کو اپنے بھتیجے کی جانشینی کی کیا ضرورت تھی۔

یاد رہے رشتہ میں حضرت سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے۔ یاد رہے کہ حضرت سردار احمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے پرداد کی دستار بھی حضرت خواجہ محمد قاسم اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر تھی۔

ان حالات میں جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت الحاج خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین نہیں تو میں پھر نرم سے نرم الفاظ میں یہ عرض کروں گا وہ نادانوں کی جنت میں رہتے ہیں اور یا کسی احساس کمتری کا شکار ہیں۔

منصب ثانی سجادہ نشین

سابق ریاست بہاول پور برصغیر پاک و ہند میں واحد مثالی اسلامی ریاست تھی جہاں پر شرعی اسلامی قوانین نافذ تھے۔ سابق ریاست بہاول پور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں پر سب سے پہلے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

ریاست میں تمام اسلامی تہواروں پر سرکاری چھٹی ہوتی تھی۔ یکم محرم الحرام سے دس محرم الحرام تک تمام سینما بند رکھنے کا قانون نافذ تھا۔ خواتین بغیر برقعہ کے سڑکوں پر نہ آ سکتی تھیں۔ ساری ریاست میں سکول اور کالجوں کے علاوہ ہسپتال بھی زنانہ اور مردانہ علیحدہ علیحدہ تھے۔ اسلامی تعلیم کے لیے درسگاہ جامعہ اسلامیہ قائم تھی جس میں ملک کے مایہ ناز جید علماء عربی اور فارسی میں فقہ، حدیث اور دیگر اسلامی مضامین کی تعلیم دیتے۔

امتحانات کے بعد طلباء کو منشی فاضل، مولوی فاضل اور آخری ڈگری علامہ کی دی جاتی تھی جو انگریزی تعلیم ایم اے کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ جامعہ اسلامیہ کا پرنسپل شیخ الجامعہ اور نائب پرنسپل نائب شیخ الجامعہ کہلاتا تھا۔ ریاست میں محکمہ امور مذہبیہ براہ راست نواب صاحب کی زیر نگرانی قائم تھا۔ جس کا سربراہ جید عالم دین ہوتا تھا۔ عدالتیں اور ریاست کے تمام محکمہ جات محکمہ امور مذہبیہ سے ہر معاملہ میں فتویٰ حاصل کرتے اور اس فتویٰ کی روشنی میں عدالتیں مقدمہ جات کا فیصلہ اور محکمہ مال جائیداد کی وراثت کی منتقلی کرتا تھا۔

والیانِ ریاست پیر پرست اور درگاہوں سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔

اس لیے ریاست کی بڑی درگاہوں کے عرس پر ملحقہ علاقہ جات میں سرکاری چھٹی ہوتی تھی۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر پوری ریاست بہاول پور میں عام تعطیل ہوتی تھی۔

ریاست کی تمام درگاہوں کی عرس کی تاریخ اور سجادگان کا نام سرکاری ریکارڈ میں درج ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بڑی درگاہوں جن میں حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ بھی شامل ہے کے عرس میں نواب بہ نفس نفیس شرکت فرماتے اور سجادگان کے نام لفافہ میں نقدی کی صورت میں نذرانہ پیش کرتے تھے۔ ریاست میں کسی بھی درگاہ کے خلیفہ یا سجادہ نشین کی وفات کی صورت میں محکمہ ہوم منسٹر کو مطلع کرنا لازمی تھا اور سجادہ نشین کی قل خوانی کی تقریب کی تاریخ اور وقت سے مطلع کرنا بھی لازمی تھا کیونکہ مرحوم سجادہ نشین کی قل خوانی کی تقریب میں سرکار کا نمائندہ وفد شرکت کرتا اور نواب صاحب کی طرف سے جانشین کو دستار بھی پیش کی جاتی تھی۔ مرحوم سجادہ نشین کی وفات اور جانشین سجادہ نشین کے تقرر کا نوٹیفکیشن جاری کیا جاتا اور سرکاری گزٹ (اخبار صادق دوست) میں مرحوم سجادہ نشین اور جانشین کا نام شائع کیا جاتا اور جب تک سرکار کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری نہ ہوتا اور گزٹ میں شائع نہ ہوتا سجادہ نشین کی قانونی حیثیت نہ تھی۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ یا سجادہ نشین پنجم آستانہ عالیہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا سرکاری نوٹیفکیشن جاری نہ ہوا جب تک حضرت خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رضامندی سے اپنے چچا خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں سجادہ نشینی کے منصب سے دست برداری کا

بیان سرکار کے سیکٹریوں کے وفد پر مشتمل اہل کمیشن کے سامنے اپنا بیان ریکارڈ نہ کرایا۔

یہ تمام قوانین اور سرکاری تحفظ اس لیے تھا کہ کسی بھی آستانہ عالیہ پر حق تلفی یا تنازعہ پیدا نہ ہو اور یہ مقدس مقامات امن کا گہوارہ رہیں۔

امیر آف بہاول پور اولیاء کرام کا بے حد احترام کرتے اور زیارت سے مشرف ہوتے۔ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین یا خلیفہ دوم اگرچہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے لیکن آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی کامل تھے۔ آپ کی کرامات اور ولایت کا شہرہ دور دور تک تھا جس سے متاثر ہو کر نواب بہاول پور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت ہونی چاہی لیکن آپ نے انکار فرمایا آپ کو بطور نذرانہ جاگیر پیش کرنا چاہی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مکمل احوال حضرت کی سوانح کے بیان میں آئے گا۔ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حضرت سے بطور عقیدت نواب بہاول پور نے آپ کو ثانی سجادہ نشین کا اعزاز دیا۔ اس کے لیے سرکاری حکم نامہ جاری ہوا۔

اس طرح حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی جس طرح دو خانقاہیں ایک ہندوستان اور ایک پاکستان میں ہے اسی طرح آپ کے دو سجادگان سرکاری اور قانونی طور پر مقرر ہوئے۔ ایک سجادہ نشین اور دوسرا ثانی سجادہ نشین جس طرح ایک مملکت کے دو سربراہ صدر اور نائب صدر ہوتے ہیں۔ سجادہ نشین کو خلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے میں نے سجادہ نشین اوّل کی جگہ خلیفہ اوّل اور

دوسرے سجادہ نشین صاحب کے لیے ثانی سجادہ نشین ہی استعمال کیا ہے تا کہ پڑھنے والوں کے لیے ابہام نہ رہے۔

نواب صاحب نے ثانی سجادہ نشین کے لیے وہی تمام اعزازات اور مراعات مقرر کئے جو کہ ریاست میں سب سجادگان کو حاصل تھے۔ مثلاً سجادگان کو کرسی نشین کا خطاب ملا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ سرکاری یا شاہی تقریبات میں کرسی نشین کی کرسی سرکار والی شان کے قریب رکھی جاتی تھی عام پبلک میں نہیں۔ سجادگان عدالت میں حاضری سے مستثنٰی تھے۔ اگر کسی معاملہ میں ان کا بیان لینا اشد ضروری ہوتا تو ایک کمیشن مقرر کیا جاتا جو سجادہ نشین کے گھر جا کر بیان ریکارڈ کرتا۔ یاد رہے میرے والد محترم حضرت الحاج محمد قاسم اویسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سجادگی یا خلافت سے دستبرداری کا بیان ریکارڈ کرنے بھی سرکاری کمیشن آیا تھا کیونکہ آپ ثانی سجادہ نشین چہارم کے منصب عالیہ پر فیض تھے۔

سجادہ نشین درخواست نہیں گزارتے تھے بلکہ عریضہ تحریر کرتے تھے کیونکہ درخواست سائل دیتا ہے اور سجادگان بلند مرتبہ تھے نیز درخواست پر اسٹامپ ڈیوٹی یعنی ٹکٹ لگانا ضروری تھا اور سجادگان ریاست، تمام ٹیکسوں مثلاً لگان اور اسلحہ لائسنس فیس سے مستثنٰی تھے۔ ثانی سجادہ نشین کو بھی عرس شریف پر نواب صاحب کی طرف سے سجادہ نشین کے برابر نذرانہ پیش کیا جاتا تھا۔ ثانی سجادہ نشین کی وفات پر سرکاری وفد کی شمولیت سرکار کی طرف سے جانشین ثانی سجادہ نشین کے لیے دستار، سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کا شائع کیا جانا۔ الغرض سجادہ نشین اور ثانی سجادہ نشین کے رتبہ، اعزاز اور مراعات میں ذرا برابر بھی تفریق نہ تھا۔

الحاج حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلف الرشید حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اوّل کے پوتے تھے۔ (جن کا ذکر ابھی آیا ہے) اس لیے آپ اپنے والد گرامی کی وفات پر ۱۳۵۱ھ ثانی سجادہ نشین کے منصب عالیہ پر فیض ہوئے جس کا سرکاری نوٹیفکیشن جاری ہو کر ریاست کے گزٹ میں شائع ہوا جس کی فوٹو کاپی ہمارے پاس موجود ہے اور اصل گزٹ سنٹرل لائبریری بہاول پور اور محافظ خانہ (ریکارڈ روم) میں موجود ہے جو دیکھنا چاہے وہاں جا کر تسلی کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ سجادہ نشین کو تقرری کی اطلاع بذریعہ مراسلہ سرکار والی شان کی طرف سے دی جاتی تھی۔ آپ کی تقرری کا مراسلہ میرے پاس موجود ہے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ مراسلہ ۱۹/اگست ۱۹۳۹ء کو میرے والد گرامی کے پاس بھیجا گیا۔ یہ سب کچھ ضابطہ تحریر میں اس لیے لایا جا رہا ہے کہ بعض میرے احباب میرے والد گرامی کے متعلق یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ وہ سجادہ نشین نہ تھے۔

میں نے اس کتاب کے ذریعہ قارئین پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ میرے گرامی قدر والد حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کے کبھی بھی دعویدار نہیں رہے اور نہ میں اس کا دعویدار ہوں۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور عجز کے ساتھ دعا گو ہوں کہ میرے احباب کو حق سچ کہنے اور اپنے بزرگوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

تمام دنیا میں یہ ایک مروجہ اور مسلم قاعدہ قانون ہے کہ صدر مملکت کی عدم موجودگی میں نائب صدر، سپیکر کی عدم موجودگی میں ڈپٹی سپیکر، عدالت عالیہ کے چیف جسٹس کی عدم موجودگی میں نائب جسٹس۔ عہدہ صدارت، سپیکر یا چیف جسٹس پر خود بخود فائز ہو جاتا ہے اور تمام اختیارات اور ذمہ داریاں سنبھال لیتا ہے۔

اب جب کہ آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ خلافت یا سجادہ نشین اوّل اختتام پذیر ہو چکا ہے تو ثانی سجادہ نشین ہی مسند دخلافت یا سجادہ نشین اوّل پر فائز ہو گئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد مریدین، معتقدین اور زائرین اس بات کے چشم دید گواہ ہیں کہ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کی تمام تقریبات ثانی سجادہ نشین ہی کی قیادت میں ادا کی جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات یعنی ۱۹۷۹ء سے آج تک ۲۲ سال سے جاری ہے۔

حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ثانی سجادہ نشین اوّل

سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور مسند خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے دو بیٹے تھے بڑے حضرت خواجہ محمد بخش صاحب جو آپ کی وفات کے بعد خلیفہ دوم پر مسند نشین ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بیٹے کا نام محمد عارف صاحب تھا۔ آپ پیدائشی ولی تھے۔ بچپن سے ہی کھیل کود کی طرف راغب نہ تھے۔ والد صاحب نے آپ کو قرآن پاک حفظ کرانے کے لیے قاری حافظ مقرر کر دیا۔ استاد جو سبق روزانہ دیتے آپ ازبر کر لیتے اور چھٹی کے بعد بھی کھیل کود کی بجائے سبق دہراتے رہتے۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اپنا سبق یاد کرنے کے بعد دربار شریف پر سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سنا آیا کرو وہ خوش ہو کر تمہیں انعام سے نوازیں گے۔

آپ استاد صاحب سے روزانہ جو سبق لیتے اسے حفظ کرنے کے بعد دربار شریف جاتے اور حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے کھڑے ہو کر سناتے۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ حضرت سیرانی بادشاہ کے مزار کے قریب ایک روپیہ مہر والا پڑا ہے آپ نے نہ اٹھایا اور گھر آ کر والدہ صاحبہ سے اس کا ذکر کیا تو آپ کی والدہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارا سبق سننے کے

بعد سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ تم کو انعام عطا کرتے ہیں وہ تم اٹھالیا کرو۔ اس کے بعد یہ معمول بن گیا آپ روزانہ سبق سناتے اور ایک روپیہ مزار شریف کے قریب ملتا جو اٹھالیتے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح بچپن میں نماز ادا کرتے تو ہر نماز کے بعد مصلیٰ کے نیچے سے بطور انعام شکر کی پڑیا اٹھاتے تھے جو باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا ہوتی تھی۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد آپ نے دینی علوم حدیث اور فقہ حاصل کیے۔

نوجوانی سے ہی پابند صوم الصلوٰۃ تھے تہجد اور اشراق قضا نہ فرماتے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور آپ سے جوانی میں ہی کرامات کا ظہور ہونے لگا۔

جو بھی آپ کی زیارت کرتا یہ تاثر لے کر جاتا کہ آپ میں حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عکس نظر آتا ہے۔ آپ کے درجہ ولایت پر فائز ہونے کی شہرت دور دور تک پھیلی تو نواب بہاول پور آپ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ نواب صاحب حضرت کے تقویٰ اور پارسائی کا چشم دید مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال اور دیگر رشتہ داروں کو ہمراہ لے کر بیعت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے نواب صاحب کو مرید نہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کے خلاف ہے۔ یاد رہے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہاول خان عباسی اوّل نواب بہاول پور کو مرید بنانے سے انکار فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم نواب ہو اور ہم فقیر۔ تم چاچڑاں شریف جاؤ اور وہاں سے بیعت حاصل کرو۔ چنانچہ نواب صاحب آپ کے حسب فرمان وہاں جا

کر مرید ہوئے۔آپ نے نواب صاحب کی بیگم صاحبہ اور دیگر اقربا کو مرید کرلیا۔ نواب صاحب اکثر و بیشتر آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوتے۔نواب صاحب نے آپ کو بطور نذرانہ جاگیر پیش کی جو آپ نے لینے سے انکار فرمایا۔ جب آپ نے جاگیر لینے سے انکار فرمایا تو نواب صاحب نے عرض کی اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ لنگر کے اخراجات کے لیے صادق نالہ کی آمدنی قبول فرمالیں۔

صادق نالہ خانقاہ شریف کے قرب و جوار سے گزرنے والی ایک نہر تھی اوراس نہر سے جو رقبہ سیراب ہوتا تھا اس پر زمینداروں سے لگان لیا جاتا تھا اور اس سے سالانہ ریاست بہاول پور کو معقول آمدنی ہوتی تھی۔ اس آمدنی کو نواب صاحب نے لنگر میں دینے کی پیشکش کی۔

نواب صاحب کی اس پیشکش سے آپ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو فقیر تمہاری ریاست سے چلا جائے۔ فقیر لنگر کا خرچہ خود کرسکتا ہے۔

نواب صاحب مذکور ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگے اور معافی کے طلبگار ہوئے۔نواب صاحب بہاول پور عرس حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کے لیے خانقاہ شریف آتے تو آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین کی بجائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ہی کے ہمراہ عرس شریف کی تقریبات میں شرکت کے لیے دربار شریف جاتے۔

امیر آف بہاول پور نے حضرت سے عقیدت کے پیش نظر ایک فرمان جاری کیا جس کے تحت حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آستانہ عالیہ

حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے ثانی سجادہ نشین اوّل کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا اور ثانی سجادہ نشین کے لیے تمام اعزازات اور مراعات وہی رکھی گئیں جو کسی بھی درگاہ کے سجادہ نشین کے لیے مقرر تھے۔ نیز فرمان میں حضرت کی اولاد کو بھی ثانی سجادگان کے منصب پر بطریق سجادگان فائز کیا جانا قرار پایا۔

نواب صاحب بہاول پور کی طرف سے حضرت کی خدمت میں عرس مبارک کے موقع پر لفافہ میں مبلغ پانچ صد روپیہ نذرانہ بھی پیش کیا جاتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مال و دولت سے نفرت تھی اسی وجہ سے آپ نے جاگیر قبول نہ فرمائی بلکہ زیور اور روپے پیسے کو ہاتھ تک نہ لگاتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ رات کے وقت عبادت میں مشغول تھے کہ آپ کی زرعی اراضی جو کہ موضع مُڈ رشید میں واقع تھی سے غلہ گندم اونٹوں پر لاد کر آیا اور اتارا جا رہا تھا اونٹ اور خدام جو غلہ اتار رہے تھے کافی شور کر رہے تھے جس سے آپ کی عبادت میں خلل پڑ رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسا شور ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ مُڈ رشید سے غلہ آیا ہے جو اونٹوں سے اتارا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا نہ آنا پڑے عبادت میں مخل ہوا۔

مُڈ رشید دریا کے کنارے واقع تھا جس کی نہایت ہی زرخیز اراضی تھی جو حضرت اور آپ کے بھائی صاحب کی مشترکہ تھی اور وہاں سے کثیر تعداد میں غلہ گندم آتا تھا۔ آپ کے اس رات کے فرمان سے کہ نہ آنا پڑے۔ اس رقبہ سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ رقبہ بنجر ہو گیا اور آخر وہ رقبہ فروخت ہو گیا۔

حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لوگوں کو حضرت سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کا عکس انہی وجوہات سے نظر آتا ہے۔ مثلاً آپ نے حضرت کی طرح نوابوں اور رؤساء سے بیعت نہ کی۔ جاگیریں قبول نہ فرمائیں۔ دولت سے نفرت کی۔ حضرت کی دو خانقاہوں کی طرح خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے آستانہ عالیہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی دو سجادگیاں مقرر ہوئیں اور حضرت سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کا فیض عام تھا جو بھی ضرورت مند آپ کی خدمت میں آتا فیض یاب ہو کر جاتا۔

لنڈی سیدان (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں آپ کا قیام تھا صاحب دعوت آپ کے پاؤں دبا رہا تھا آپ نے فرمایا اوں ہوں۔ شاہ صاحب جو حضرت کے پاؤں دبا رہے تھے نے پوچھا حضرت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کنواں چلنے کی آواز آ رہی ہے۔

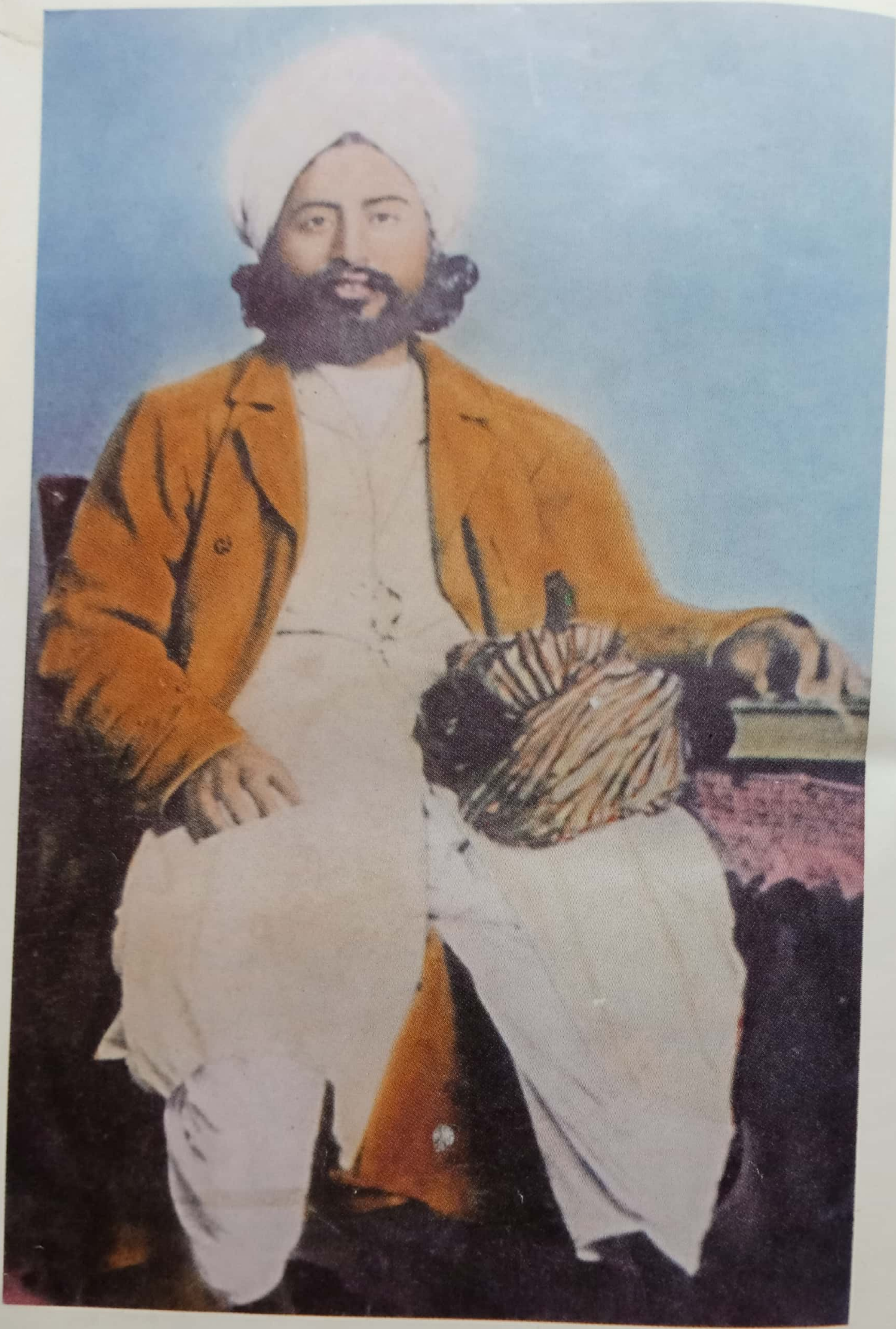
ڈیرہ غازی کے ان علاقہ جات میں کنواں کھودنا ناممکنات میں تھا۔ لوگ بارشی ٹوبہ کا پانی استعمال کرتے تھے۔ پانی بالکل نایاب تھا۔ شاہ صاحب نے عرض کی حضرت دعا فرمائیں یہاں بھی کنویں چلنے لگیں۔ شاہ صاحب کے اسرار پر آپ شہر سے باہر تشریف لے گئے اور پانی کا لوٹا بھر کر کئی جگہوں پر گراتے گئے۔ آپ نے جس جس جگہ پانی گرایا وہاں کھودا گیا تو بہت نزدیک پانی نکل آیا اتنا نزدیک کے بیل جوتے جا سکیں۔ کنویں چلنے سے رقبہ جات سیراب ہونے لگے اور آباد فصلات ہونے لگی۔

اسی طرح داجل شہر (تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان) میں آپ کا

ڈیرہ اور اصطبل تھا وہاں بھی آپ کی دعا سے پانی نکل آیا اور کنواں لگا یا گیا۔ داجل، لنڈی سیداں اور بستی سامی میں آج تک وہ کنویں موجود ہیں جبکہ آس پاس کہیں بھی پانی کا نام ونشان نہیں ہے۔

پہاڑی علاقہ ہڑنڈ میں آپ کی دعا سے پہاڑوں میں سے آبشار جاری ہوئی۔ وہاں کی زبان میں آبشار کو چر کہتے ہیں اور وہ آبشار سیرانی کی چر کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس چر سے زمین سیراب ہونے کی وجہ سے غلہ گندم اور دیگر فصل ہونے لگی اور وہاں کے لوگ اس غلہ کی آمدنی سے لنگر سیرانی کے لیے حصہ نکالتے۔ حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ کے خلفاء بھی صاحب کمال ہوئے جن میں خاص طور پر سوبھا فقیر المانی ساکن بسی المانی میر پور متھیلو (صوبہ سندھ نے خاصی شہرت) پائی۔ آپ نے بہت طویل عمر پائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند حضرت خواجہ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی حیات میں وفات پا گئے تھے جن کی تاریخ وفات ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۶ء ہے۔ آپ نے ۲۳ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۷۷ء کو وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ o



حضرت خواجہ سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(ثانی سجادہ نشین دوم)

سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ثانی سجادہ نشین دوم

حضرت خواجہ حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان سیرانیہ میں سب سے طویل عمر پائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند حضرت خواجہ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زندگی میں وفات پا گئے۔ حضرت خواجہ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ فرزند تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بعد حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (آپ کی اولاد نرینہ نہ ہوئی) تھے۔

حضرت کی وفات کے بعد حضرت خواجہ کے بڑے پوتے حضرت خواجہ سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین اور صاحب دستار ہوئے۔ حکومت ریاست بہاول پور کی طرف سے بمعہ تمام اعزازات اور مراعات ثانی سجادہ نشین دوم کا گزٹ نوٹیفکیشن جاری ہوا۔ خاندانی روایت کے مطابق آپ نے دینی اور شرعی علوم کی تعلیم گھر پر ہی جید علماء اور اپنے بزرگان سے مکمل فرمائی۔ آپ حضرت خواجہ حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے پوتے تھے۔ اس لیے حضرت صاحب کو آپ سے بے حد پیار تھا اور حضرت آپ کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھتے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے آپ

بچپن سے ہی صوم وصلوٰۃ اور دیگر شرعی امور کے پابند تھے۔ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی وجہ سے حضرت سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اوّل (جو آپ کے بھتیجے تھے) اور حضرت خواجہ حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عکس مکمل تھے کی صحبت کی وجہ سے آپ حضرات ان کامل ولی اللہ کے رنگ فقر وولایت میں رنگے گئے اور دونوں حضرات ہم نام بھی تھے۔ حضرت کے مرید اور خلیفہ مولانا غلام رسول صاحب ساکن محمد پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) روایت کرتے ہیں کہ آپ حضرت نے ایک موقع پر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بارہ سال کی عمر میں کامل اکمل کیا۔

آپ خوش لباس اور خوش خوراک تھے۔ آپ کا انداز رہائش، خوراک اور لباس شاہانہ تھا۔ آپ کی ریش مبارک اور تسبیح سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ فقیر ہیں۔ آپ ہمیشہ میز، کرسی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور کبھی کبھار چھری کانٹے کا استعمال بھی فرماتے۔ آپ کی اس طرز زندگی سے لوگ آپ پر اعتراض کرتے لیکن جب حضرت کی خدمت میں آکر زیارت سے مشرف ہوتے تو بہت شرمندہ ہوتے۔

ایک قاضی صاحب آپ کی رہائش، خوراک، لباس پر ہر وقت اعتراض کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے رات کو خواب دیکھا کہ میں مرگیا ہوں اور دفن کر دیا گیا ہوں۔ قبر تنگ ہونا شروع ہوئی ہے اور ہاتھوں اور پاؤں سے قبر کی دیواروں کو روکنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تنگی قبر زیادہ ہوئی تو آنکھ کھل گئی اور جاگ ہونے پر بھی گھٹن محسوس کی۔ دوسرے دن حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا تو حضرت صاحب اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا قاضی

صاحب ہاتھوں کے روکنے سے بھی کبھی قبر کی ہے۔ قاضی صاحب نے حضرت یا
کسی دوسرے شخص سے خواب کا ذکر تک نہ کیا تھا۔ حضرت کا فرمان سن کر نادم ہوا
اور حضرت کے قدموں پر گر کر معافی کا طلبگار رہوا اور پھر کبھی اعتراض نہ کیا۔

آپ ٹرین میں سفر فرماتے تو ہمیشہ درجہ اوّل (فرسٹ کلاس) میں سفر
فرماتے۔ اس زمانہ میں درجہ اوّل میں صرف انگریز بہادر اور چند رؤسا سفر کرتے
تھے۔ سفر کے دوران جس طرح ریلوے کے بڑے آفیسران کے ساتھ کھانے پینے
کے سامان کی پیٹی (لکڑی کا صندوق جس میں کراکری اور چھری کانٹے ہوتے)
ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ کے ہمراہ بھی سامان کی پیٹی ہوتی تھی۔ سمہ سٹہ ریلوے
اسٹیشن ہندوستان کا مشہور جنکشن تھا اور یہاں پر ریلوے کے اعلیٰ آفیسران جو عموماً
انگریز ہوتے تھے رہائش پذیر تھے۔ ان آفیسران کے لیے ایک شاندار ریفریشمنٹ
روم تھا جس کا معیار آج کل کے فائیو سٹار ہوٹل کے مساوی تھا۔ حضرت دوران سفر
اس ریفریشمنٹ روم میں کھانا تناول فرماتے۔ آپ کا سفر پر اکثر جانا ہوتا تھا اس
لیے وہاں اکثر تشریف لے جاتے۔

انگریز آفیسران آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ ریفریشمنٹ روم کا
انچارج (منیجر) گوا کا رہنے والا اینگلو انڈین تھا۔ حضرت کی آمد و رفت کی وجہ سے
حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضرت کی
خدمت میں مستقل رہنے لگا۔ آپ نے اسے مشرف با اسلام فرما کر اس کا اسلامی
نام نور محمد تجویز فرمایا۔ اس کا سابقہ نام فرانڈرس تھا۔

نور محمد (فرانڈرس) ایک ماہر باورچی تھا اور ہر طرح کے کھانے تیار

کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حضرت کی خدمت میں آنے کے بعد حضرت کا کھانا خود تیار کرتا اور سفر میں مریدین کے پاس جب حضرت جاتے چولھے کے ارگرد چارپائیاں کھڑی کر دیتا اور کھانا تیار کرتے وقت کسی کو قریب نہ آنے دیتا جو بھی قریب آتا کہتا حضرت کا کھانا تیار ہو رہا ہے، ادب کرو۔ آپ سے اسے بہت محبت تھی کھانا کھلاتے وقت کسی کو حضرت کے قریب نہ آنے دیتا۔ حضرت سے بے تکلفی تھی اس وجہ سے کہتا رہتا۔ سلطان بنا پھرتا ہے اگر نور محمد نہ ہو تو آپ کو کوئی پوچھے بھی نہ۔ (یعنی اتنا کوئی خیال نہ رکھے)

حضرت کو بھی نور محمد سے بہت انس تھا اس کا بطور خاص خیال رکھتے اس لیے حضرت کے لواحقین بھی نور محمد کی بڑی عزت کرتے۔

آپ نوجوان تھے کہ ایک دفعہ سمہ سٹہ ریلوے اسٹیشن پر ریل پر سوار ہوئے۔ اس ٹرین میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ (ہفت زبان صوفی شاعر) بھی سفر فرما رہے تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سمہ سٹہ اسٹیشن سے حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوار ہونے کا علم ہوا تو اپنے ڈبہ سے اتر کر حضرت سلطان صاحب کے پاس تشریف لائے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بزرگ سن تھے۔ حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا حضرت آپ بزرگ ہیں آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ مجھے حکم فرمایا ہوتا میں حاضر ہو جاتا تو خواجہ غلام فرید صاحب کوریجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

"اے راہ کہیں اندھے کون ڈکھا میں اکھیں والا ہاں"۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ بات اس شخص کو کہو جو تمہارے مرتبہ کو نہیں جانتا۔ میں تو سب کچھ سمجھتا اور جانتا ہوں۔ نیز آپ نے فرمایا میری ایک سال کی عبادت اور آپ کی ایک دن کی سیر۔ حضرت خواجہ صاحب کا یہ فرمان حضرت خواجہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور خصوصاً سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ کے ارفع واعلیٰ ہونے کی شہادت تھا۔

حضرت سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس مسجد میں درس قائم کیا۔ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے مولانا احمد علی صاحب جن کو حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستی فوجہ (تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان) سے لائے تھے مقرر فرمایا۔

یہ پاکستان کے مشہور پارلیمنٹرین اور مغربی پاکستان اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب کے والد گرامی تھے۔ آپ بعد میں ریاست بہاول پور کی اسلامی یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ) کے نائب شیخ الجامعہ بھی مقرر ہوئے۔ اس درسگاہ میں تعلیم دینے کے لیے ان کے علاوہ دو اور علماء دین استاد بھی مقرر فرمائے۔

اس درسگاہ میں تقریباً تین صد طلباء جو ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے تھے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تمام طلباء اور اساتذہ کا معہ اہل وعیال رہائش اور خوراک کا بندوبست سلطان صاحب کے لنگر کی طرف سے تھا۔ طلباء کو رہائش اور خوراک کے علاوہ کپڑے اور کتابیں بھی مفت مہیا کی جاتی تھیں۔

اس درسگاہ سے فارغ التحصیل بڑے بڑے جید عالم ہوئے جو اپنے اپنے

وقت میں منفرد اور معروف ہوئے۔ مولانا عبیداللہ صاحب جو آخر میں ریاست بہاول پور کی اسلامی یونیورسٹی (جامعہ اسلامیہ) کے ناظم (پرنسپل) مقرر ہوئے اسی درسگاہ کے سند یافتہ تھے۔

آپ کا لنگر بہت وسیع تھا۔ حضرت کے لنگر سے روزانہ آستانہ عالیہ پر آنے والے مریدین اور زائرین کے علاوہ علاقہ کے غریب نادار، یتیم اور بے سہارا لوگوں کو بھی کھانا ملتا تھا چاہے جتنی تعداد میں لوگ آ جائیں کھانے میں کمی نہ آتی تھی۔

آپ کے زمانہ میں جنگ عظیم چھڑ گئی جس کی وجہ سے ملک میں کھانے پینے کی اشیاء کی کمی ہو گئی۔ مہنگائی عروج پر پہنچ گئی بلکہ قحط کی صورت پیدا ہو گئی لیکن اس کے باوجود حضرت کے لنگر میں کمی نہ آئی۔ حسب سابق لنگر سے کھانا تقسیم ہوتا رہا بلکہ جنگ کے لیے جو رنگروٹ لائے جاتے ان کو بھی حضرت کے لنگر سے کھانا ملتا۔ چاہے ان کی تعداد کتنی کیوں نہ ہو بعض اوقات ان کی تعداد پانچ سو یا اس سے زیادہ بھی ہو جاتی۔

لنگر کا وقت ختم بھی ہو چکا ہوتا تو آپ کے حکم سے کھانا تیار کرا کران میں تقسیم کیا جاتا۔ ریاست بہاول پور میں اعلیٰ عہدوں پر فائز آفیسران، وزیر اور مشیر آپ کی زیارت کے لیے باادب حاضر ہوتے۔

سر رحیم بخش پریذیڈنٹ حکومت ریاست بہاول پور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دور سے جوتا اتار کر ننگے پاؤں حضرت کی کچہری میں حاضر ہوتے۔

ریاست بہاول پور کے نواب بہاول خان ثانی عباسی صاحب آپ کی خدمت میں معہ اپنی والدہ صاحبہ، بیگم صاحبہ اور دوسرے رشتہ داروں کے حضرت کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو مرید کرنے کی استدعا کی۔

حضرت نے فرمایا کہ نہ تو سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اجداد کو مرید بنایا اور نہ ہی میرے دادا حضرت حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے دادا کو مرید بنایا۔ میں کس طرح ان حضرات کی سنت کی خلاف ورزی کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو تو مرید نہ فرمایا۔ نواب صاحب کی والدہ صاحبہ، بیگم صاحبہ اور دیگر بہت سارے نواب صاحب کے رشتہ داروں کو مرید کر لیا۔

نواب صاحب بہاول خان ثانی حضرت کی بہت عزت کرتے اور حسب روایت اجداد عرس کے موقع پر سجادہ نشین اوّل یا خلیفہ آستانہ عالیہ سیرانیہ کی بجائے آپ کے مہمان بنتے اور عرس مبارک پر دربار شریف آپ ہی کے ہمراہ جاتے۔

حضرت کو لفافہ میں عرس کے موقع پر نذرانہ اسی طرح ادب و احترام کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا۔ حضرت کو ڈیرہ نواب صاحب میں شاہی محل میں کئی مرتبہ نواب صاحب نے دعوت پر مدعو کیا۔ آپ دعوت پر تشریف لے جاتے تو آپ کو زنان خانہ میں بھی قدم رنجہ فرمانے کے لیے لے جاتے کیونکہ محل کی بیگمات حضرت کی دست بیعت تھیں۔

نواب صاحب کے قریبی عزیز صاحبزادہ قادر بخش خان صاحب (فاروق انور عباسی ایم این اے کے دادا) بہت عرصہ تک حضرت کی خدمت گزاری میں رہے اور حضرت کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے خلفاء میں سے مخدوم محمد بخش صاحب (موشریف والے) جو ضلع رحیم یار خان میں مشہور درگاہ

کے سجادہ نشین ہیں نے بہت شہرت پائی۔

مولانا رسول بخش صاحب ساکن محمد پور تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان جو بہت بڑے عالم دین تھی۔ آپ نے ایک سو سال عمر پائی آپ کے خلیفہ تھے۔

فقیر محمد بخش صاحب جو اللہ والا فقیر کے نام سے مشہور ہوئے اور ایک سو تیس سال عمر پائی۔ علی پور ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے لاتعداد مرید ہیں جن کی زیادہ تعداد ڈیرہ غازی خان کے پہاڑی علاقوں فورٹ منرو وغیرہ میں ہے حضرت کے خلیفہ تھے۔

حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔

راقم الحروف کو تقریباً ۱۹۶۰ء میں ضلع ڈیرہ غازی خان جانے کا اتفاق ہوا۔ میں اس وقت نوعمر تھا۔ مولانا رسول بخش صاحب کو میرے آنے کی خبر ملی تو مجھے آ کر اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا۔ میں آپ کے گھر گیا اور رات کو وہاں رہا۔ حضرت مولانا نے میری بہت تکریم کی کیونکہ حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا کے مرشد) میرے دادا حافظ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی تھے۔ مولانا رات کو دیر تک مجھے حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور کرامات سناتے رہے اور روتے رہے۔

مولانا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے علاقہ میں علماء کا مباحثہ تھا جس کا موضوع تھا آنحضور ﷺ کو علم غائب تھا یا نہیں۔ اس مباحثہ میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا جس کے لیے میں بہت پریشان تھا۔ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ حضرت

سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں میں قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب میں بتاؤں کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے اور کیا کیا کام کیا ہے؟ میں نے عرض کی حضرت آپ سے کون سی بات پوشیدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا میں آنحضور ﷺ کا ادنیٰ غلام ہوں اور مجھے سب معلوم ہے تو کیا دونوں جہانوں کے سردار کو کوئی علم نہ تھا؟ میری جاگ ہوگئی میں نے سکون محسوس کیا اور دوسرے دن مناظرہ جیت لیا۔ مناظرہ میں نہ معلوم میری زبان سے روانی کے ساتھ آنحضور ﷺ کے علوم غائب معلوم ہونے پر دلائل خود بخود روانی سے جاری ہوئے۔ جب کچھ عرصہ کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو خواب کا حوالہ حضرت نے دیا۔

مولانا غلام رسول صاحب نے حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت حافظ محمد عارف صاحب کی کرامت سے پہاڑوں میں آبشار جاری ہونے کا واقعہ سنایا۔ یہ واقعہ آپ حضرت حافظ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں پڑھ چکے ہیں۔ اس آبشار سے جو پانی آتا تھا اس سے وہاں کی زمینیں آباد ہوئیں اور کثیر تعداد میں غلہ پیدا ہونے لگا۔ یہ کیونکہ حضرت کی کرامت سے ہوا تھا اس لیے وہاں کے لوگ اس آمدنی سے لنگر سیرانی کے لیے حصہ نکالتے تھے۔

آبشار کو وہاں کی زبان میں چر اور پانچواں حصہ جو لنگر میں دیا جاتا تھا کو پتھ کہتے تھے۔ حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں لوگوں نے لنگر سیرانی کا حصہ دینا بند کر دیا۔ آپ کے خلیفہ نے حضرت سے شکایت کی کہ مریدین نے چر سے پتھ دینا بند کر دی ہے۔

آپ نے فرمایا پریشان کیوں ہوتے ہو دیتے تھے تو لیتے بھی تھے۔ نہیں

دیں گے تو لیں گے بھی نہیں۔آپ کے فرمان سے وہ آبشار بند ہوگئی اور اس طرح زمین پھر سے بنجر (غیر آباد) ہوگئی۔

اس کے علاوہ مولانا نے حضرت کی کوئٹہ میں وفات اور وہاں سے آنے کا احوال بھی سنایا جس کا ذکر آگے آئے گا۔نوعمری کی وجہ سے اکثر باتیں میرے ذہن سے نکل گئی ہیں۔

حضرت نے حج پر جانے کا ارادہ کیا۔حضرت کی اولا د نرینہ نہ تھی صرف ایک بیٹی تھی جو ٹی بی (تپ دق) کے مرض میں مبتلا تھی۔ٹی بی تیسرے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اور مریضہ قریب المرگ تھی۔حضرت نے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت کے لواحقین بہت پریشان ہوئے کہ بیٹی کی حالت نازک ہے اور آپ حج پر جانا چاہتے ہیں لیکن آپ کو روکنے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔مولانا غلام رسول صاحب (محمد پور والے) اگرچہ آپ کے مرید تھے لیکن عالم دین ہونے کے ناطے حضرت صاحب ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔اس لیے فیصلہ ہوا کہ مولانا حضرت صاحب سے بات کریں اور آپ کا ارادہ حج موقوف کرانے کی گزارش کریں۔

مولانا نے حضرت سے عرض کی کہ بچی کی حالت نازک ہے اس لیے آپ حج پر جانے کے پروگرام پر نظر ثانی فرمائیں تو آپ نے جواب دیا مولوی صاحب میں بیٹی کو اللہ تعالیٰ کو بطور امانت دے جاؤں گا اور واپس آ کر اسی حالت میں لوں گا۔

حضرت کا فرمان پورا ہوا جب حضرت حج کے لیے روانہ ہو گئے بچی چلنے پھرنے لگی اور طویل عرصہ کے بعد جب آپ واپس تشریف لائے تو بچی بالکل اسی حالت پر آ گئی جیسے آپ چھوڑ گئے تھے اور آخر اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئی۔

حضرت کے ساتھ حج پر جانے والے قافلے میں آپ کے بھائی حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ خدام اور دیگر لوگ کثیر تعداد میں تھے۔ ان سب کا کرایہ اور خرچہ حضرت نے برداشت فرمایا۔ مدینہ منورہ میں کافی لوگ حضرت کے مرید ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لیکن آپ نے انہیں مرید نہ کیا اور فرمایا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ حضور ﷺ کے ہمسایوں کو مرید بناؤں۔ یہ سب میرے لیے قابل احترام ہیں۔ بیت اللہ شریف میں کئی فقرا (اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ) آخری دستار بندی کیلئے حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے خلیفہ کے ذریعہ ان کو دستاریں بھجوائیں۔ ان برگزیدہ ہستی میں سے ایک نے خلیفہ کو بتایا کہ میں بارہ سال سے حضرت کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔

آپ نے مدینہ منورہ میں فرمایا کہ میں یہاں پر مستقل قیام کرنا چاہتا ہوں۔ واپس نہیں جانا چاہتا آپ کا فرمان سن کر آپ کے سب ساتھی جو حضرت کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے بہت پریشان ہوئے اور خصوصاً آپ کے بھائی حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ روضہ رسول اللہ ﷺ پر رو رو کر استدعا کرتے تھے۔ جن بزرگان کی آپ نے دستار بندی کرائی تھی ان میں سے ایک نے حضرت کے خلیفہ محمد موسیٰ کو کہا کہ یار کو چھنوا چکے ہو۔

روضہ اقدس پر حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی استدعا قبول ہوئی اور ایک دن دستار بندی کرانے والے فقرا میں سے ایک نے آ کر حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ مبارک ہو۔ سلطان صاحب کو اجازت مل گئی ہے بلکہ حکم ہوا ہے کہ واپس جائیں۔ اس طرح حضرت اس مقدس ترین

سر زمین کو چھوڑ کر واپس وطن تشریف لے آئے۔ حضرت کے کوئٹہ کے گردونواح (صوبہ بلوچستان) میں کثیر تعداد میں مرید تھے۔ حضرت گرمیوں میں کوئٹہ ہر سال تشریف لے جاتے اور وہاں کافی دن قیام فرماتے۔ آپ نے حسب معمول موسم گرما میں کوئٹہ جانے کی تیاری کی آپ بیمار تھے۔ بیماری کی وجہ سے سب لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ کوئٹہ نہ جائیں لیکن آپ نہ مانے۔ چھوٹے بھائی حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔ خدام کے علاوہ خلیفہ مولانا غلام رسول صاحب (محمد پور ضلع ڈیرہ غازی خان) خلیفہ فقیر محمد بخش عرف اللہ والا (علی پور مظفر گڑھ) اور احمد شاہ قریشی صاحب (خلیفہ) آپ کے ہمراہ تھے۔

کوئٹہ جانے کے لیے ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ سے ریل گاڑی کے ٹکٹ خرید فرمائے۔ اس وقت ریل گاڑی کے آمد و رفت کے ٹکٹ بھی ملتے تھے اور دو طرفہ ٹکٹ خرید کرنے پر پچیس فیصد رعایت ملتی تھی۔ حضرت نے ہمراہ جانے والے سب لوگوں کے دو طرفہ ٹکٹ خرید فرمائے لیکن اپنا ٹکٹ یک طرفہ لیا۔ بیماری کی وجہ سے آپ نے کوئٹہ میں وفات پائی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَیْهِ رَاجِعُوْنِ o

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھیوں کی سمجھ میں بات آئی کہ آپ نے ٹرین کا یکطرفہ ٹکٹ کیوں خرید فرمایا اور بیماری کی حالت میں کوئٹہ کے لیے کیوں عزم ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سفر میں وفات پانا چاہتے تھے۔

فقیر محمد بخش صاحب عرف فقیر اللہ والا بیان کرتے تھے کہ اس وقت سوال

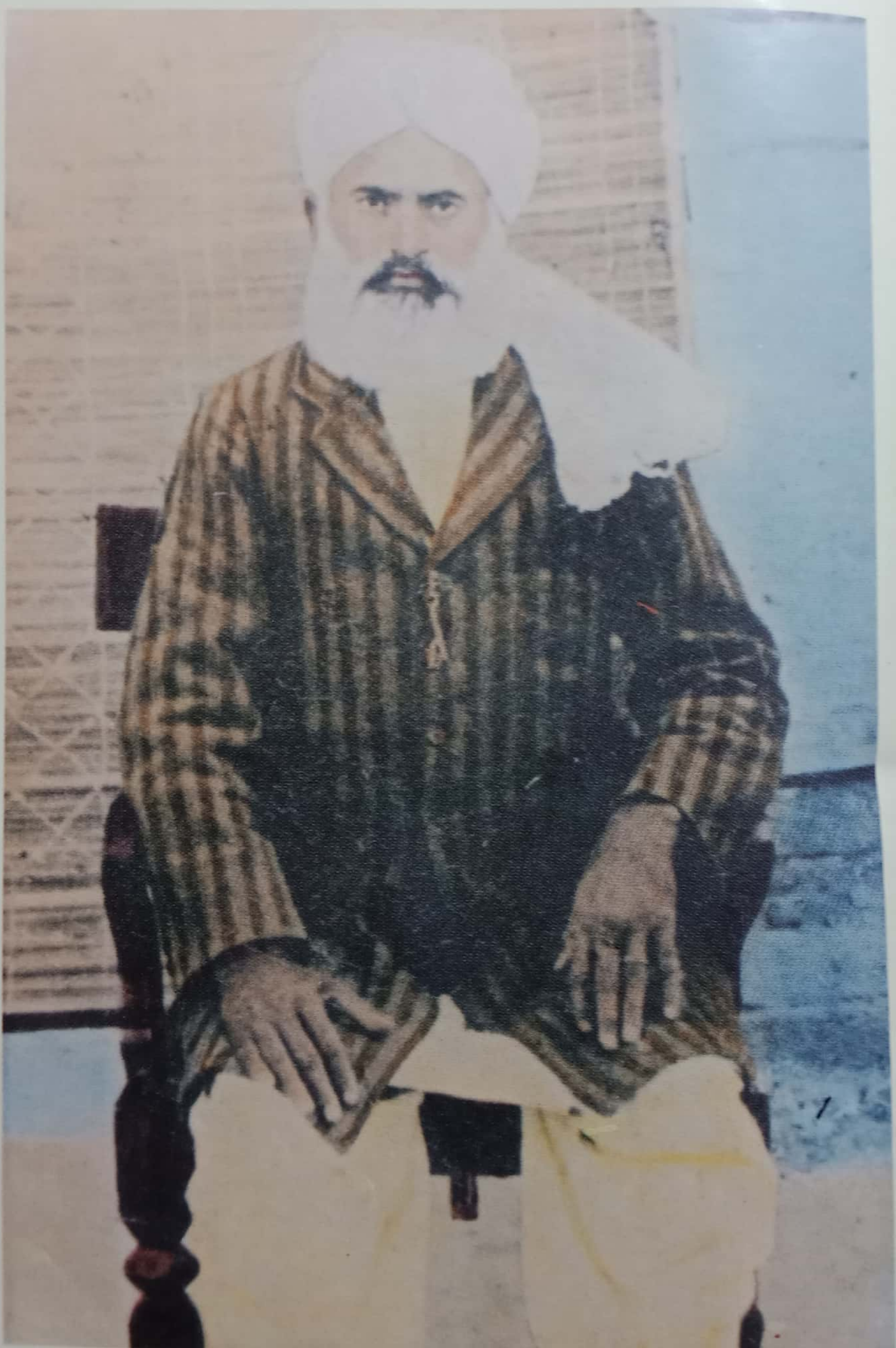
جائے
پیدا ہوا کہ حضرت کا جنازہ کس طرح قیام گاہ سے ریلوے اسٹیشن تک لے جایا جائے کیونکہ ریلوے اسٹیشن اور حضرت کی قیام گاہ کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ نیز پہاڑی علاقہ تھا۔ بعض خدام نے تجویز کی کہ مزدور کر لیے جائیں لیکن مولانا غلام رسول صاحب (محمد پوری) نے کہا کہ کیوں مزدور کریں شہباز کا جنازہ ہے ہم خود اٹھائیں گے۔ فقیر اللہ والا صاحب بیان کرتے تھے کہ جنازہ اٹھانے کے وقت نہ معلوم کہاں کہاں سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور ہم لوگوں کو قیام گاہ سے ریلوے اسٹیشن تک جنازہ کو ہاتھ لگانے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ آپ کا جسد مبارک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے ٹرین کے مال ڈبہ (لگیج) میں لے جانے کا قانون تھا۔ کوئٹہ سے خانقاہ شریف پہنچنے میں تین دن لگے۔ آپ کی میت شام کے وقت خانقاہ شریف پہنچی۔ حضرت نے اپنے مدفن کے لیے حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں جگہ منتخب فرما کر وصیت فرمائی تھی۔ جب اس جگہ کو دیکھا گیا تو وہ جگہ مزار کے لیے تنگ (ناکافی) تھی۔ دیر ہو چکی تھی اس لیے فیصلہ ہوا کہ کل صبح کے وقت دوسری جگہ کا انتخاب کر کے دفن کیا جائے گا۔

رات کے وقت کافی لوگوں نے خانقاہ (دربار شریف) سے بادلوں کی طرح گڑ گڑاہٹ کی آوازیں سنیں۔ دوسرے دن آستانہ میں سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جہاں آپ نے نشان دہی فرمائی تھی وہ جگہ چوڑی ہو چکی تھی اور قبر کے لیے موزوں تھی۔ اس لیے وہاں آپ کی قبر تیار کی گئی۔ شدید گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ کا جسد مبارک لکڑی کے صندوق میں بند تھا اور تین دن بھی گزر چکے تھے اس لیے سر رحیم بخش پریذیڈنٹ ریاست بہاول پور نے کہا کہ حضرت کو صندوق

میں ہی رہنے دیا جائے اور بمعہ صندوق دفن کر دیا جائے۔

حضرت سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں صندوق میں دفن ہونے کی روایت نہ تھی اس لیے ہزار کوشش کے بعد صندوق اس میں نہ سما سکا۔ قبر جس قدر کشادہ کرتے قبر میں صندوق پھر بھی نہ جاتا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کا جسد مبارک صندوق سے نکال لیا جائے۔ شیخ کامل کے جسم میں کوئی نقص نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ صندوق کو توڑ کر حضرت کا جسد مبارک باہر نکالا گیا تو حضرت کا جسم نرم اور معطر تھا۔ ماتھے مبارک پر پسینہ کے قطرے تھے۔ سب لوگوں نے زیارت کی اور پھر حضرت کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی وفات کوئٹہ میں مورخہ ۲۷ شوال ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ کا خادم خاص نور محمد (فرانڈرس گوا کا انگریز) حضرت کے بھائی حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگا اور ہر وقت حضرت کی یاد میں روتا رہتا۔ صبح، شام مزار اقدس پر حاضری دیتا۔ اسے کشف القبور حاصل ہو گیا۔ (یعنی صاحب مزار سے گفتگو کرنا) روزانہ حضرت سلطان صاحب سے جو گفتگو کرتا۔ مولانا احمد علی صاحب (علامہ ارشد صاحب کے والد) کو احوال سناتا۔ نور محمد نے رو رو کر بتایا کہ حضرت سلطان صاحب فرماتے ہیں نور محمد اب بولو تم کہا کرتے تھے بڑا سلطان بنا پھرتا ہے اگر نور محمد نہ ہو تو تمہیں کوئی بھی نہ پوچھے۔ اب میں نہیں ہوں تو کوئی تمہیں پوچھتا ہے؟ بعد میں مولوی احمد علی صاحب کو احوال سنانا بند کر دیا اور پوچھنے پر کہا کہ سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوتے ہیں کہ تم گفتگو کا احوال لوگوں کو سنا دیتے ہو۔



حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(ثانی سجادہ نشین سوم)

حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ثانی سجادہ نشین سوم

حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک بیٹی تھی جو آپ کی زندگی میں وفات پا گئیں۔ اس لیے حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑے بھائی کے جانشین ہوئے اور آپ بھائی کی دستار سے سرفراز ہوئے۔ نواب صاحب بہاول پور کی طرف سے حضرت کی بطور ثانی سجادہ نشین سوم کا نوٹیفکیشن جاری ہوا۔ تمام اعزازات اور مراعات حاصل ہوئے اور نواب صاحب حسب دستور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑے بھائی کے بے حد خدمت گزار، تابعدار تھے اور بڑے بھائی صاحب کا والد کی طرح احترام فرماتے۔ حضرت کو بھی آپ سے سب بھائیوں کی نسبت بہت محبت تھی اور ہمیشہ حافظ صاحب کو اپنے ساتھ رکھتے۔ جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو حضرت حافظ صاحب آپ کے ہمراہ تھے اور جب حضرت نے کوئٹہ میں وفات پائی تب بھی حافظ صاحب ہی آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ بیٹوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔

حضرت نے بہت چھوٹی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور حسب روایت

دینی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی۔ آپ بچپن سے ہی خاموش طبع تھے۔ آپ پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور شرعی امور پر سختی سے کاربند رہے۔

آپ بڑی پروقار اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے اور کسی کو آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

آپ صاحب مجلس تھے اور آپ کی مجلس میں ہر وقت ڈیڑھ دو سو آدمی موجود رہتے لیکن مجلس میں ہمیشہ سنجیدہ گفتگو ہوتی اور دینی امور پر تبادلہ خیال ہوتا۔ حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ صاحب کہا جاتا تھا۔ حافظ صاحب کو اپنے بڑے بھائی سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر قرب حاصل تھا کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ اس لیے حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور ارادتمند حافظ صاحب کو وہی درجہ دیتے جو حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اور ان سے بھی اتنی ہی عقیدت رکھتے۔ اکثر لوگ آپ کو سلطان ثانی بھی کہتے تھے۔ حضرت نے بھائی صاحب کی وفات کے بعد لنگر کا سلسلہ اسی طریقہ سے جاری رکھا اور حضرت کے قائم کردہ درس میں بھی فرق نہ آنے دیا۔

حضرت صاحب کے تمام خلفاء حافظ صاحب کی خدمت میں آ گئے۔ گوا کا انگریز نور محمد (فرانڈرس) بھی حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں آ گیا آپ اس کا بہت خیال رکھتے۔ حضرت کے خلفاء سے بہت شفقت سے پیش آتے اور کوشش کرتے کہ ان لوگوں کو حضرت کی کمی محسوس نہ ہو۔

گھوڑوں کا شوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کے اصطبل میں کثیر تعداد

میں اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ آپ ان کی خوراک کا بہت خیال رکھتے اور بعض اوقات رات کو اٹھ کر ان کی خوراک کا معائنہ کرتے کہیں ملازمین نے خوراک میں غفلت یا کمی نہ کی ہو۔

حافظ صاحب کے چلنے کا ایسا انداز تھا کہ آواز بالکل پیدا نہ ہوتی۔ اس لیے سب لوگ چوکنا رہتے کہ کہیں حضرت اچانک نہ آ جائیں۔

آپ میں سخاوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ مریدین سے جو سامان، جانور، غلہ بطور نذر آتا غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے حتیٰ کہ بعض اوقات لنگر میں بھی سامان ختم ہو جاتا تو بازار سے خرید کرنا پڑتا۔

حضرت نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا تھا جن کا نام نور احمد صاحب عرف بکھو سائیں تھا۔ بکھو سائیں کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد آپ کی بیوی وفات پا گئیں۔ آپ نے بیٹے کو ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور ایک ماں کی طرح پرورش کی۔ آپ کے عزیز و اقارب اور خلفاء نے آپ سے بہت گزارش کی کہ دوسری شادی کر لیں لیکن آپ نے بیٹے کی محبت کی وجہ سے شادی نہ کی۔ جب حضرت نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرف بکھو سائیں جوان ہو گئے اور ان کی شادی ہو گئی تب آپ نے تنہائی اور عزیز و اقارب کے مجبور کرنے پر دوسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹا حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ حضرت نور احمد صاحب عرف بکھو سائیں رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی پرورش اور تربیت کی وجہ سے نہایت سعادت مند تھے۔ اس لیے اپنی والدہ محترمہ اور چھوٹے بھائی کا بہت خیال کرتے۔ والدہ صاحبہ کے ساتھ احترام اور بھائی کے

ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ حضرت حافظ صاحب کو اپنے بڑے بیٹے خواجہ نور احمد سائیں سے عشق کی حد تک پیار تھا۔ حضرت نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات رات کو گھر کی بجائے ڈیرہ پر سو جاتے جس پر حضرت نے آپ کو کئی بار منع بھی فرمایا۔

ایک رات کچھ مخالفین نے حضرت نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ آپ بہت بہادر تھے اکیلے بغیر ہتھیار ان کے وار کو روکتے رہے لیکن کسی ملازم کو آواز نہ دی حالانکہ ملازم نزدیک سوئے ہوئے تھے۔

آپ کے جسم پر سولہ زخم آئے اور سب سے مہلک زخم سر پر آیا۔ اسی حالت میں مخالفین کا پیچھا کیا اور جب وہ لوگ پھاٹک سے نکل کر بھاگ گئے تب واپس ملازم کو جگایا۔ صندوق منگوا کر کپڑا نکالا اور اسے پھاڑ کر سر پر پٹی باندھی۔ گردن پر اور دوسرے زخموں پر پٹیاں باندھی۔ اس کے بعد والد صاحب کو جگا کر اطلاع دینے کے لیے ملازم کو بھیجا۔ آپ کو دو ماہ تک ہسپتال میں رکھا گیا اور دو ماہ تک حالت نہایت تشویشناک رہی۔ دو ماہ کے بعد کچھ طبیعت سنبھلی تو گھر منتقل ہوئے۔ سر پر گہرے زخم کی وجہ سے یادداشت متاثر ہوئی۔ تلاوت کلام پاک کرتے کرتے بھول جاتے۔

لیکن اس حملہ نے آپ کی کایا پلٹ دی۔ آستانہ عالیہ حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہو کر گھنٹوں روتے رہتے اور سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں کے لیے گڑگڑا کر معافی طلب کرتے۔ دربار پر موجود لوگوں کو گواہ بنا کر توبہ فرماتے۔ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض رحمت جوش میں آیا اور حضرت کے فیض

سے درجہ ولایت پر جا پہنچے اور آپ کو کشف القبور حاصل ہوا۔ ایک سال تندرست رہنے کے بعد اچانک طبیعت خراب ہوئی اور لمحوں میں مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُوْن٥

حضرت خواجہ حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیارے نوجوان بیٹے کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔

لیکن حضرت خواجہ نور احمد صاحب عرف بکھو سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے حضرت حافظ صاحب کا ایک اور روپ ظاہر ہوا۔ حضرت کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا اور حضرت نے نوجوان بیٹے کی تجہیز و تکفین کا انتظام خود فرمایا۔ قبر کی تیاری، کفن تیار کرنے، غسل، جنازہ کے متعلق اس طرح ہدایات دیتے رہے جیسے ان کے نوجوان بیٹے کا نہیں کسی دوسرے شخص کی تدفین کا معاملہ ہے۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر دیکھا ہے۔

دربار شریف میں حضرت نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیے جانے کے بعد آپ نے صاحب مزار سے مخاطب ہو کر فرمایا:

بکھو! اب میں تمہاری قبر پر نہیں آؤں گا اور جب آؤں گا تو مستقل تمہارے پاس رہنے کے لیے آؤں گا۔

اس کے بعد آپ دربار شریف پر نہ گئے۔ بیٹے کی جدائی اور غم سے بیمار پڑ گئے اور سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی۔

آپ روز بروز کمزور ہوتے گئے۔ حضرت خواجہ فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ

علیہ نے اپنے بیٹے حضرت جندوڈا سائیں عرف جندن سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور پوتے سلطان احمد دین صاحب عرف سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے بھتیجے حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نواسے خواجہ محمد عارف صاحب عرف منظور سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان کی خواتین جواب تک مرید نہ ہوئی تھیں اپنے برادر بزرگ کی بیعت کروایا اور فرماتے تھے یہ فیض حاصل کرنے کا وقت ہے۔

آپ نے اپنے بھتیجے حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لنگر، درس اور دیگر جائیداد کے معاملات کے بارے میں ہدایت دیں۔

اپنے بیٹے حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور یتیم پوتے حضرت خواجہ محمد عارف صاحب عرف منظور سائیں کا خیال رکھنے کے لیے کہا۔

اپنے کفن، دفن اور خیرات کے لیے رقم دی۔ اپنے پیارے بیٹے حضرت نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کرنے کی وصیت فرمائی کیونکہ سجادگان کے لیے علیحدہ جگہ مخصوص تھی۔ آخر کار بیٹے کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد ۲۸ جمادی الاوّل ۱۳۵۱ھ بوقت عصر مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُوْنِ ٥



حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(ثانی سجادہ نشین چہارم)

حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ثانی سجادہ نشین چہارم

حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ محمود الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ثانی سلطان) کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کے برادر اکبر والد محترم کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔ اس لیے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ۱۳۵۱ھ میں نوعمری میں مسند ثانی سجادہ نشین پر فائز ہوئے۔ نواب صاحب ریاست بہاول پور کی طرف سے آپ کی سجادگی کا سرکاری نوٹیفکیشن جاری ہو کر حکومتی گزٹ میں شائع ہوا۔

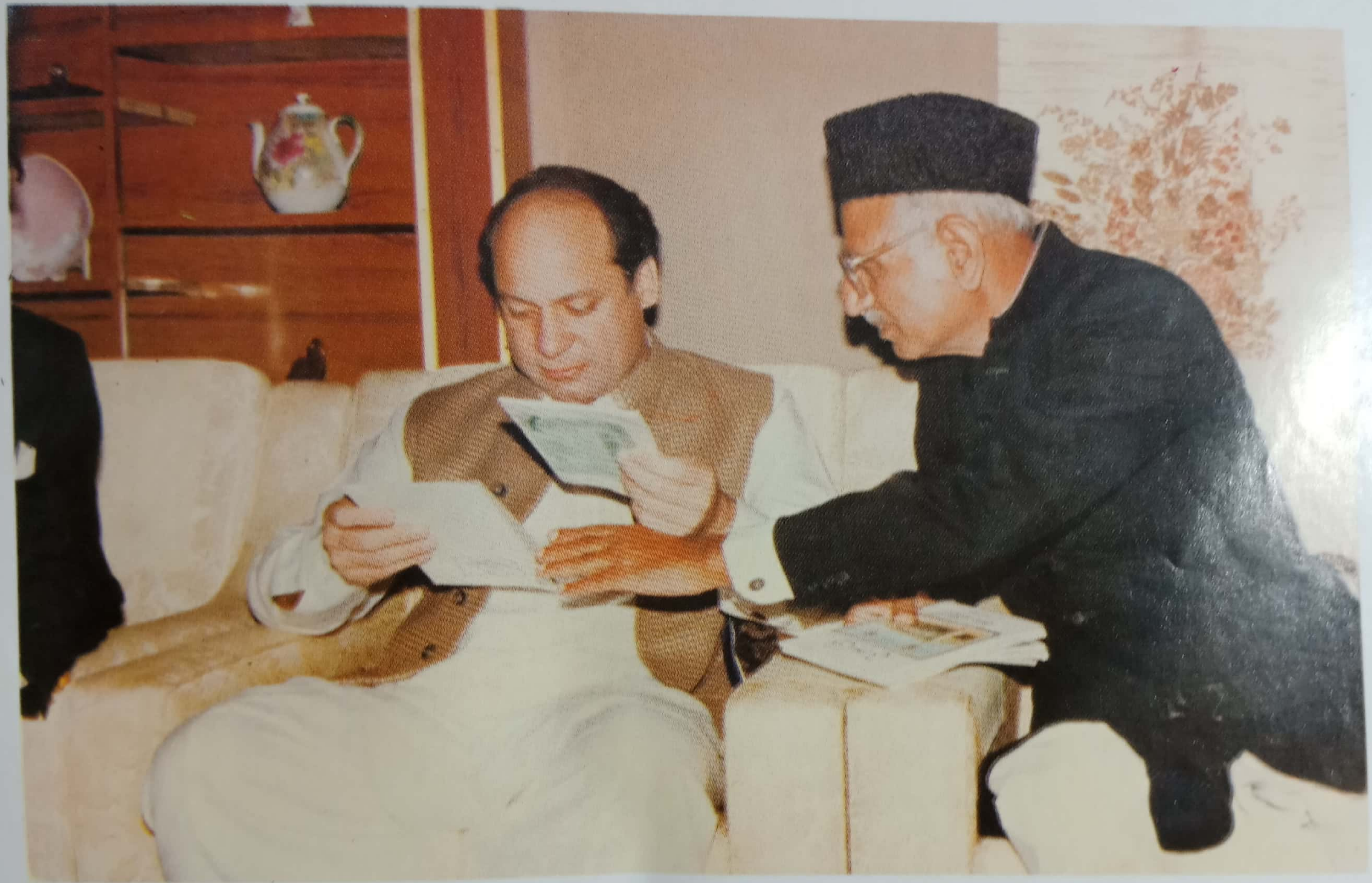
حکومت ریاست بہاول پور کی طرف سے آپ کو والد صاحب کی جگہ سجادہ نشین مقرر کیے جانے اور حضرت حافظ صاحب کے تمام اعزازات، مراعات کی منتقلی کی چٹھی بھیجی گئی اور یہ چٹھی میرے پاس موجود ہے اور اس کا معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ سرکاری طور پر ۱۳۵۱ھ میں سجادہ نشین ثانی مقرر ہوئے جبکہ خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات ۱۳۶۵ھ ہے یعنی صاحب دستار سائیں کی وفات سے چودہ سال قبل سجادہ نشین ثانی تھے۔ منفی سوچ پر صرف افسوس کیا جا سکتا ہے۔ ریاست کے وجود تک آپ کو عرس مبارک پر لفافہ میں دیگر درگاہوں کے سجادہ نشینوں کی طرح نذرانہ پیش کیا جاتا رہا۔ آپ کو شاہی کرسی نشین، عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ، سرکار کے پاس درخواست کی بجائے مراسلہ روانہ کرنے، اسلحہ کی لائسنس فیس سے مستثنیٰ اور دیگر مراعات سے نوازا گیا۔ حضرت حافظ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی قل خوانی پر حکومت ریاست بہاول پور کا نمائندہ وفد شریک ہوا اور سرکار کی طرف سے آپ کو دستار پیش کی گئی۔ سرکاری گزٹ میں آپ کے چچا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی نوعمری کی وجہ سے آپ کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ آپ ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم، حضرت سلطان احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی گئی گھر کی مسجد میں قائم درسگاہ میں پائی۔ اس درسگاہ میں آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب (علامہ رحمت اللہ ارشد کے والد) اور مولوی عبدالغفور صاحب المعروف مولوی صوم صاحب (مولوی عبدالخالق مالک پاکستان بک کمپنی بہاول پور کے والد) سے قرآن پاک کے علاوہ عربی اور فارسی کے علوم حاصل کیے۔ آپ بچپن سے نماز کے پابند تھے۔ صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک کرنا آپ کا معمول تھا۔ جو آپ کبھی قضا نہ کرتے۔

پاکستان کے معروف سیاستدان علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب، روزنامہ کائنات کے مالک و مدیر علامہ ولی اللہ اوحد صاحب، پاکستان بک کمپنی کے مالک علامہ عبدالخالق صاحب، آپ کے ہم درس تھے۔

آپ کو کاشتکاری کا بہت شوق تھا اس لیے آپ نے سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کے بعد پھر کاشتکاری کا سلسلہ شروع کیا۔ اس وقت زمین پر ہل ٹریکٹر کی بجائے بیلوں سے چلائے جاتے تھے۔ ٹیوب ویل کی جگہ کنویں چلتے تھے اور تھریشر کی بجائے گندم کی دیسی طریقہ سے گہائی کی جاتی تھی۔ ان سب امور کے لیے بیلوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس لیے آپ داجل (ضلع ڈیرہ غازی خان)



حضرت خواجہ محمد قاسم صاحبؒ ثانی سجادہ نشین چہارم میاں نواز شریف سابق وزیر اعظم پاکستان کو اپنی تصنیف دے رہے ہیں۔

سے اعلیٰ نسل کے بیل خرید لائے۔ آپ کو ان کی کافی پہچان تھی اس لیے آپ کے پاس کافی تعداد میں اعلیٰ نسل کی گائیں اور بیل تھے۔ آپ خود بھی ہل چلاتے تھے۔

جب ٹریکٹر کا زمانہ آیا تو آپ نے ٹریکٹر خرید کیا اور خود روزانہ ٹریکٹر سے ہل چلاتے۔ ٹیوب ویل لگائے۔ جدید آلات زرعی لیے اور جدید سائنٹیفک طریقہ سے کاشتکاری شروع کر دی۔ آپ نے محکمہ مال کے امور اور قاعدے قوانین کا مطالعہ کیا اور آپ کو ایک ماہر پٹواری اور تحصیلدار کی طرح محکمہ مال کے قوانین پر عبور حاصل تھا۔ آپ کے پاس تمام مواضعات جن میں آپ کا رقبہ تھا کے نقشہ جات اور سرکاری ریکارڈ کی نقول موجود تھیں۔

آپ نے اپنے ڈیرہ پر ایک کمرہ دفتر کے طور پر مخصوص کیا ہوا تھا۔ جس کا پورا ماحول سرکاری دفاتر کی طرح تھا۔ زراعت کے آمد و خرچ، ملازمین کی تنخواہ، سالانہ غلہ کی تقسیم، جانوروں کا ریکارڈ معہ حلیہ اور تاریخ پیدائش کے علیحدہ علیحدہ رجسٹر موجود تھے۔

سالانہ ڈائریاں ایک ٹرے میں لائبریری کی طرح چٹ لگا کر ترتیب وار رکھی جاتیں۔ نیز لکھنے پڑھنے کی میز پر سرخ، سیاہ اور نیلے رنگ کا قلم اور پنسلیں، سیاہی چوس (بلائنگ پیپر) شاپنر، ریزر، پیمانہ (فٹا) غرض ہر چیز موجود ہوتی تھی۔

آپ کو ریاضی (حساب) میں مہارت حاصل تھی۔ لاکھوں کی جمع تقسیم، تفریق منٹ میں کر لیتے۔ آپ کو لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا آپ نے دو کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ ایک کتاب خاندان سیرانی رحمۃ اللہ علیہ پر ''اویسی سیرانی'' اور دوسری ''مسائل نماز مع نماز مترجم'' آپ نے ''اویسی سیرانی'' پر اپنا نام بطور

ثانی سجادہ نشین چہارم تحریر کیا۔آپ نے تمام عمر مراسلہ جات میں اپنے آپ کو سجادہ نشین تحریر نہ کیا۔ نہ تو رائٹنگ پیڈ چھپوایا، نہ وزیٹنگ کارڈ بنوایا اور نہ ہی اپنی رہائش گاہ کے باہر سجادہ نشین کی تختی آویزاں کرائی۔ حالانکہ آپ تقریباً ساٹھ سال تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے اور حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے چچا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانہ سے ہی منصب سجادگی پر مسند نشین تھے۔ آپ شہرت سے اجتناب فرماتے تھے۔

آپ میں انتظامی امور انجام دینے کی صلاحیت اور مہارت تھی اس لیے نوجوانی میں حضرت خواجہ امام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صاحب دستار سائیں) کی وفات پر قل خوانی، جمعرات اور لنگر کے اخراجات اور انتظامات آپ کے چچا حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سپرد کیے۔ حضرت صاحب دستار سائیں کے لنگر کے علاوہ جائیداد کے انتقالات جن کے احکامات نواب صاحب بہاول پور کی طرف سے جاری ہوئے تھے کی تکمیل اور نگرانی آپ کے چچا نے آپ کے سپرد فرمائی۔ حالانکہ آپ کے فرزند خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے بلکہ آپ کے پوتے حضرت سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں تقریباً دس سال بڑے تھے۔ حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ رہے آپ نے اپنے بھتیجے حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تمام متعلقہ امور کا انچارج بنائے رکھا۔ یہ حضرت کی انتظامی صلاحیتوں کا اعتراف اور آپ پر اعتماد کا اظہار تھا۔

آپ حضرت فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے۔

حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ پنجم کی وفات پر بھی آپ کی تجہیز و تکفین، قل خوانی، جمعرات، خیرات اور دیگر امور کی ذمہ داری خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی بجائے آپ کے سپرد فرمائیں۔ خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ششم جب بیمار ہوئے تو آپ نے تیمارداری فرمائی اور حضرت نے تمام امور مثلاً لنگر، دربار شریف، جائیداد کے متعلق ہدایات اور وصیت آپ کو فرمائی۔ حضرت کی تجہیز و تکفین کے تمام انتظامات آپ ہی کی زیر نگرانی ہوئے کیونکہ آپ کے فرزند حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تھے اور شام کے وقت بذریعہ خیبر میل پہنچے اور آپ کی آمد کے چند گھنٹے بعد حضرت کی تدفین ہوئی۔ کاشتکاری اور انتظامی امور کی انجام دہی میں مہارت کے علاوہ آپ کو علاقائی مسائل حل کرنے میں بھی خداداد صلاحیت حاصل تھی۔

خانقاہ شریف کے علاوہ دیگر مواضعات موضع نوروائیں، موضع سجاول والا، موضع جمال چنڑ، موضع بہار بورانہ کے آپ نمبردار تھے اور آپ نے مختلف علاقوں کے عوامی مسائل حل کرنے کے لیے مختلف دن مخصوص کر رکھے تھے اور تانگہ میں سوار ہو کر ان علاقوں میں مقررہ دن تشریف لے جاتے۔ وہاں کے لوگ کثیر تعداد میں آپ کے منتظر ہوتے وہ اپنے مسائل جھگڑوں، لین دین کے معاملات اور دیگر تنازعات کی آپ سے شکایت نہ کرتے۔ آپ دونوں فریقین سے سوال و جواب اور تحقیق کر کے فیصلہ صادر کرتے جو سب کیلئے قابل قبول ہوتا۔ اس طرح

لوگ تھانہ، کچہری اور عدالتی امور میں دھکے کھانے سے بچ جاتے۔ لڑائی جھگڑے والوں کی سرزنش کر کے تنبیہ فرماتے۔ اس طرح لوگ آپ سے بہت خوش تھے۔

نواب صاحب نے ریاست بہاول پور میں برطانیہ کے طرز پر جمہوری نظام قائم کیا تو آپ بھاری اکثریت سے پہلی بار بہاول پور اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نے الیکشن میں اپنے حریف کی ضمانت ضبط کرا دی۔ ون یونٹ بنا اور ریاست بہاول پور اس میں مدغم ہو گئی تو آپ پہلی مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ بطور ایم ایل اے مغربی پاکستان اسمبلی میں حزب اختلاف کی بنچوں پر بیٹھے۔ حکومت کی کوششوں کے باوجود آپ حکومتی پارٹی میں شامل نہ ہوئے۔ آپ کے اس استحکام کی وجہ سے اسمبلی میں آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا۔ بانی بنگلہ دیش اور وزیراعظم بنگلہ دیش شیخ مجیب الرحمٰن سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔

اس کے علاوہ مغربی پاکستان کے نامور لیڈروں کے ساتھ آپ کے قریبی تعلقات استوار ہوئے۔ آپ نے زندگی بھر اصولوں پر سودے بازی نہیں کی۔ آپ بہت اصول پسند تھے۔ سیاست میں بے اصولی داخل ہو جانے سے آپ دل برداشتہ ہوئے اور سیاست سے کنارہ کشی کر لی اور اپنے حلقہ انتخاب سے اپنے قریبی دوست علامہ ارشد صاحب کو کامیاب کرایا۔

آپ اپنے والد محترم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح پر وقار اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے سامنے کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ہر شخص کو حق سچ بات منہ پر کہہ دیتے۔ سچ کیونکہ کڑوا ہوتا ہے اس لیے

اکثر عزیز و اقارب برا محسوس کرتے اور آپ کو سخت مزاج کہا جاتا۔ حالانکہ آپ نہایت شفیق تھے۔ خاندان اور ہمسایوں میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ضرورت اور مشکل میں اس کے کام نہ آئے ہوں۔

آپ بہت فیاض تھے آپ نے غرباء کو رہائش کے لیے مفت رہائشی پلاٹ دیئے۔ آپ کے گھر کے نزدیک کا علاقہ جو اب محلہ اویسیہ کہلاتا ہے یہاں کے رہنے والوں کے پاس آپ ہی کے عطا کردہ پلاٹ ہیں بلکہ غریب لوگوں کو مکان تعمیر کرنے میں بھی مدد دی۔ خانقاہ شریف میں ایک علاقہ قاسم آباد آپ کے نام سے منسوب ہے۔ آپ نے رفاہی اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آپ کس قدر لوگوں کی کفالت کرتے تھے اس کا علم ہمیں آپ کی وفات کے بعد ہوا۔ آپ کے گھر کی نزدیکی مسجد جو آپ کے چچا حضرت سلطان احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بنوائی تھی اور آپ اس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسے شہید کرا کر دوبارہ تعمیر کرایا۔ نیز مسجد سے ملحقہ مکانات خرید کر کے مسجد میں خاصی توسیع کرائی جس سے نمازیوں کے لیے چار گنا سے زائد کا اضافہ ہو گیا۔ مسجد میں غسل خانے (فلش سسٹم والے)، وضو خانہ، امام مسجد کی رہائش کے لیے مکان تعمیر کرایا۔ بجلی اور سوئی گیس کے میٹر لگوائے۔ پانی کے لیے مسجد میں ڈونکی پمپ لگوایا۔ پنکھوں اور لاؤڈ سپیکر کا بندوبست کیا۔ اس کے تمام اخراجات اپنی جیب سے ادا کیے کسی سے چندہ قبول نہ کیا۔ نیز مسجد کے سارے اخراجات مثلاً امام مسجد اور مؤذن کی تنخواہ، بجلی اور سوئی گیس کا بل، ضروری مرمت، صفوں کی تبدیلی، ستائیسویں رمضان میں ختم قرآن پاک پر مسجد کی بجلی کی لائٹوں سے زیبائش اور

دیگر اخراجات اپنی جیب سے ادا فرماتے۔

خانقاہ شریف سے دس کلومیٹر کالانچ والا کے نزدیک سات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات ہیں۔ جو بھی ذہنی توازن کھو بیٹھے اگر اسے ان مزارات پر سات روز باندھ دیا جائے تو وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔ مزارات کھلی جگہ پر تھے۔ زائرین کے بیٹھنے کے لیے کوئی چھت نہ تھی۔ اس لیے شدید موسم گرما اور شدید سردی میں لوگ بہت تکلیف اٹھاتے۔ آپ نے زائرین اور مسافروں کے لیے آرام گاہ بنوائی۔ مزارات کا چبوترہ اور مسجد شریف تعمیر کرائی اور وہاں پر پانی کے لیے نالکا لگوایا۔ آپ ہر ماہ وہاں تشریف لے جاتے اور وہاں زائرین اور مسافروں کے لیے لنگر پکواتے اور خود اپنی نگرانی میں تقسیم کراتے۔

خانقاہ شریف کے نزدیک تین بزرگ ہستیوں حضرت پہاڑ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ آپ نے ان کے مزارات کی ضروری مرمت کرائی اور اکثر وہاں فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دیتے اور دس محرم الحرام کو دربار شریف محکم الدین سیرانی پر صندل کا عرق، پھول، کھجور کے پتے چڑھانے کے بعد ان تینوں حضرات کے مزارت پر بھی یہ چیزیں چڑھاتے۔

آپ حضرت خواجہ سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تقریب میں باقاعدگی سے شرکت فرماتے اور عرس پر جب جاتے تو چشتیاں شریف آستانہ عالیہ حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور حاضری دیتے۔



حضرت خواجہ محمد قاسم صاحبؒ ثانی سجادہ نشین چہارم (دربار شریف میں) سابق وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کو چادر پہنا رہے ہیں۔
ہمراہ سابق وفاقی وزیر صحت سید تسنیم نواز گردیزی اور سابق صوبائی پارلیمانی سیکریٹری میاں شہاب الدین اویسی صاحب۔

پاکستان کے قیام سے قبل اجمیر شریف میں حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ لاہور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور حاضری دیتے اور جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے بزرگان دین کے مزارات کی زیارت سے ضرور مشرف ہوتے۔

۱۹۸۰ء میں حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے راقم الحروف بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ چند سال بعد عمرہ کے لیے تشریف لے گئے تب بھی راقم الحروف آپ کا شریک سفر تھا۔

آپ کو والد محترم کی طرح بواسیر کا عارضہ لاحق تھا۔ بلڈ پریشر اور گردے کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس لیے آپ غذا میں بہت زیادہ پرہیز کرتے۔ لوگ آپ کی اس قدر غذا میں پرہیز پر حیران ہوتے۔ پرہیز کا جوانی میں تو اثر نہ ہوا لیکن آخری عمر میں غذا کی کمی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے۔ آپ نے مستقل بہاول پور ماڈل ٹاؤن اے میں رہائش اختیار کر لی۔ بروز جمعۃ المبارک خانقاہ شریف نماز جمعہ ادا کرنے اور بروز منگل دیگر امور نپٹانے خانقاہ شریف آتے۔

آپ زیادہ وقت کلام پاک پڑھنے میں صرف کرنے لگے۔ جون ۱۹۹۶ میں کمزوری زیادہ ہو گئی۔ ڈاکٹروں کو دکھایا گیا اور تمام ٹیسٹ مثلاً ای سی جی، خون کے ٹسٹ، الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کرائی گئی سب کی رپورٹ صحیح نکلی۔ کسی سنجیدہ بیماری کی نشاندہی نہ ہو سکی۔

میں نے حسب معمول معہ اہل و عیال مری جانے کی تیاری کی تو آپ سے اجازت لی اور آپ نے باخوشی اجازت عنایت فرمائی۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ہمارے مری جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میرے چھوٹے بھائی میاں شہاب الدین اویسی ایم پی اے کا ماہ جون میں بجٹ اجلاس تھا۔ بھائی صاحب حسب معمول آپ سے قدم بوس ہوئے اور جانے کی اجازت طلب کرنے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے خلاف معمول آپ کو خدا حافظ کے الفاظ کہے۔ جس کا مطلب بعد میں سمجھ آیا۔ کمزوری کی وجہ سے اکثر لیٹے رہتے اور پڑھتے رہتے۔ بیٹھ کر تلاوت کرنے میں تھکاوٹ محسوس کرتے۔

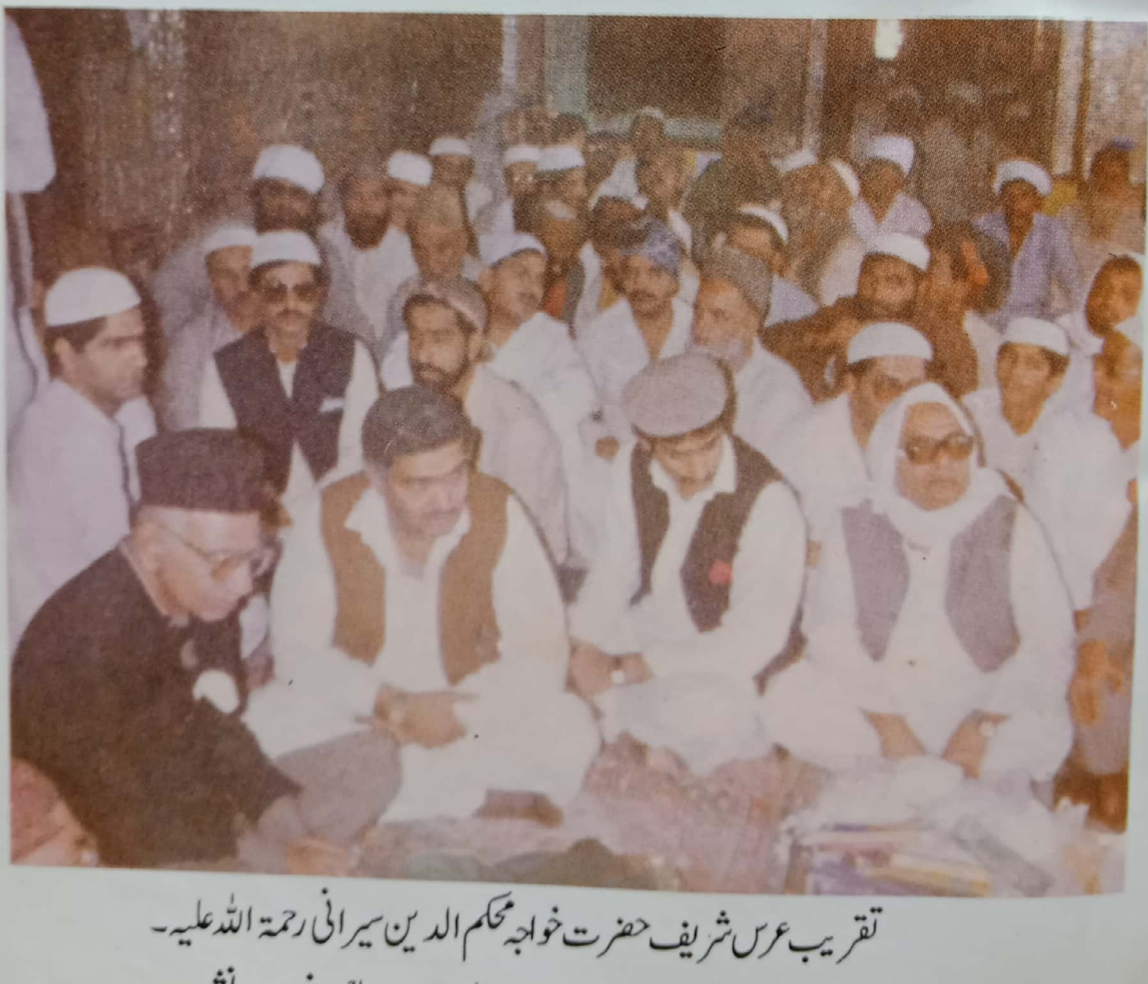
۲۱ جون ۱۹۹۶ء کو ملازم کے ذریعہ عبدالستار شاہ صاحب کو کہلوا بھیجا کہ کل صبح میرے پاس ضرور بالضرور آئے۔ میرے بھائی نجیب الدین صاحب اویسی، سیف اللہ اویسی صاحب مستقل آپ کے پاس رہائش پذیر تھے۔ میاں امان اللہ صاحب اویسی اور میرے بھتیجے اور داماد میاں محمد شعیب اویسی روزانہ صبح سے رات تک آپ کے پاس رہتے۔ آپ نے ۲۲ جون کو صبح آٹھ بجے معمول کے مطابق ناشتہ کیا اور ساڑھے آٹھ بجے گھڑی دیکھ کر فرمایا کہ میں نے عبدالستار شاہ صاحب کو بلوایا تھا ساڑھے آٹھ بج گئے ہیں لیکن وہ ابھی نہیں آیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ شاہ صاحب آ گئے ہیں اور باہر بیٹھے ہیں۔ آپ نے ان کو فوراً اندر بلانے کا حکم دیا۔ شاہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا: آپ نے فرمایا شاہ صاحب! میں نے آپ کو باہر بیٹھنے کے لیے نہیں بلوایا تھا۔

آپ پلنگ پر لیٹ گئے اور شاہ صاحب کو فرمایا کہ میرے قریب کرسی پر



حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دفتر سیرانی ٹرسٹ کراچی میں۔

ہمراہ چیئرمین سیرانی ٹرسٹ اور ٹرسٹی واراکین۔



تقریب عرس شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

زیر سرپرستی حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب اویسی صاحبؒ ثانی سجادہ نشین چہارم

بیٹھ کر تلاوت کلام پاک کرو۔ شاہ صاحب کلام پاک با آواز بلند پڑھتے رہے اور آپ غور سے سنتے رہے۔۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ شاہ صاحب سمجھے کہ حضرت کو نیند آ گئی ہے اس لیے تلاوت آہستہ آواز میں کرنے لگے آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ آواز آہستہ نہ کرو میں سن رہا ہوں۔ سوا نو بجے آپ نے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور کمرے میں موجود سب لوگوں کی طرف دیکھا سب کا بیان ہے کہ آپ کا دیکھنے کا انداز منفرد تھا جیسے الوداعی نظر ہو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں آپ کے ہونٹ ہلنے لگے اور آہستہ سے کلمہ طیبہ پڑھا اور آپ کی روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ میرے چھوٹے بھائی میاں سیف اللہ صاحب اویسی یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہوئے اور کار بھگا کر ڈاکٹر اکبر خان صاحب کے پاس پہنچے۔ اتفاق سے وہ گھر سے باہر ہسپتال جانے کیلئے نکل رہے تھے۔ فوراً چلے آئے آپ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ حضرت تقریباً پندرہ منٹ قبل انتقال فرما گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا عَلَيۡهِ رَاجِعُوۡنِ٥

آپ کے انتقال کی خبر ریڈیو پاکستان بہاول پور سے نشر ہوئی تو خانقاہ شریف اور گردونواح میں کہرام مچ گیا۔ آپ کے سوگ میں خانقاہ شریف اور ملحقہ علاقہ جات کے بازار بند ہو گئے۔ میرے اور بھائی شہاب الدین صاحب اویسی کی غیر موجودگی کی وجہ سے دوسرے دن صبح دس بجے جنازہ کا وقت مقرر ہوا۔ مجھے مری اور بھائی صاحب کو لاہور دس بجے ٹیلی فون پر اطلاع دی گئی۔ تیاری میں دو گھنٹے صرف ہوئے۔ میں مری سے بذریعہ کار معہ اہل وعیال بارہ بجے روانہ ہو کر شام چھ بجے لاہور پہنچا۔ بھائی شہاب الدین اویسی صاحب میرے منتظر تھے۔ معمولی

ریسٹ کے بعد ہم لوگ خانقاہ شریف کے لیے روانہ ہوئے اور صبح پانچ بجے خانقاہ شریف پہنچ گئے۔ ساڑھے نو بجے گھر سے جنازہ اٹھایا گیا تو جم غفیر اُمڈ آیا۔ نہ معلوم اتنے لوگ کہاں سے آ گئے؟ جنازہ اٹھاتے وقت رقت آمیز مناظر پیش آئے۔

جنازہ کے لیے آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا صحن، ملحقہ مسجد شریف کا صحن، مسافروں کے لیے برآمدے بھر گئے اور تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ دربار شریف کے باہر سیرانی ٹرسٹ کی عمارت کا صحن بھر گیا لوگوں نے سڑکوں پر نماز جنازہ ادا کی۔

آپ کے جنازہ میں صوبائی وزیر زراعت چوہدری طارق بشیر چیمہ صاحب، وفاقی اور صوبائی پارلیمانی سیکریٹری، ایم این اے، ایم پی اے، کمشنر بہاول پور، ڈپٹی کمشنر بہاول پور، ڈی آئی جی بہاول پور غرض تمام سرکاری آفیسران، قومی اور مقامی اخبارات کے ایڈیٹران اور نمائندے شریک ہوئے۔ اولیاء کرام کے سجادہ نشین، مشائخ عظام، علمائے کرام، قریبی زمیندار، آستانہ عالیہ کے مریدین، معتقدین غرض ہر طبقہ کے لوگ جنازہ میں شریک ہوئے۔ حضرت کا جنازہ آستانہ عالیہ سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند حضرت حافظ نظام الدین اویسی صاحب نے پڑھایا۔ جنازہ کے بعد آپ کو آہوں اور سسکیوں کے ساتھ محل سیرانی میں بروز اتوار ۲۳ جون ۱۹۹۶ء بمطابق ۶ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ کو سجادگان کے لیے مخصوص تھلہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحب وزیراعظم پاکستان نے فون کر کے بھائی

شہاب الدین اویسی صاحب سے تعزیت کی۔ پنجاب اسمبلی میں تعزیتی قرارداد پیش کی گئی۔ قومی اور صوبائی وزراء، اراکین اسمبلی اور دوسرے معزز حضرات آپ کی تعزیت کے لیے آنا شروع ہوئے۔ اس لیے ہم سب بھائیوں کو حضرت کی رہائش گاہ پر دو ماہ تک بیٹھنا پڑا۔ شدید گرمیوں کی وجہ سے حضرت کی قل خوانی موسم بہتر ہونے تک ماہ اکتوبر تک کے لیے مؤخر کی گئی۔ حضرت کے جنازہ کا ہجوم دیکھ کر آستانہ عالیہ سیرانیہ پر قل خوانی کا اہتمام مشکل تھا۔ اس لیے خاندانی روایات سے ہٹ کر قاسم باغ میں قل خوانی کی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

آپ کی روح پاک کو ایصال ثواب کے لیے ۴ر اکتوبر ۱۹۹۶ء ۲۱ جمادی الآخر بروز جمعۃ المبارک بوقت صبح دس بجے ختم شریف (قل خوانی) کی تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب قل خوانی میں ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے جن حضرات کا نمازہ جنازہ میں شرکت کا ذکر کیا گیا ہے ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر جناب سید ظہیر الحسن رضوی صاحب معہ سرکاری عملہ، فوٹو گرافر، مقامی اخبارات کے ایڈیٹران اور قومی اخبارات کے نمائندوں سمیت تقریب کی کوریج کے لیے تشریف لائے۔

روزنامہ "تسلسل" بہاول پور نے باتصویر ضمیمہ شائع کیا۔ جو ہزاروں کی تعداد میں شریک مجلس میں مفت تقسیم کیا گیا۔ میرے والد محترم اور میری تصویر ساتھ ساتھ چھاپی جن کا عنوان تھا مرحوم سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیرانیہ اور نئے سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیرانیہ جن کی آج دستار بندی کی جائے گی۔

ختم شریف کے بعد آستانہ عالیہ سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق

رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند حضرت حافظ نظام الدین اویسی صاحب نے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد میری دستار بندی خاندانی دستار کے ساتھ آستانہ عالیہ سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ غلام اویس صاحب نے حسب خاندانی روایت کرائی۔

دستار بندی کے بعد کیونکہ صاحب دستار بطور جانشین مرحوم و مغفور کے مسند عالیہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس لیے سب درگاہوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ مسند نشین ہی اختتامی دعا کراتا ہے۔ اس لیے سجادہ نشین سلطان العاشقین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اختتامی دعا کرانے کے لیے فرمایا۔ میں نے دعا کرائی اور ہزاروں لوگ میرے ساتھ دعا میں شریک ہوئے۔ لنگر تقسیم کیا گیا۔ دعا کے بعد تقریب میں شریک آستانہ عالیہ کے سجادگان، مشائخ عظام، علماء کرام، وزرا، سرکاری آفیسران، عوامی نمائندوں، خاندان اویسیہ کے معزز افراد، مریدین، معتقدین، زمینداروں، اور دیگر افراد سمیت سب حضرات نے مجھے حسب روایات گلے مل کر حضرت قبلہ سلطان التارکین خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ثانی سجادہ نشین پنجم کے مسند جلیلہ پر فائز ہونے کی مبارک باد دی اور ہر طبقہ سے متعلق حضرات نے کثیر تعداد میں دستاریں عنایت فرمائیں اور اس طرح حضرت کے خادم ہونے کا بھاری بوجھ میرے ناتواں کاندھوں پر آن پڑا۔

رب ذوالجلال کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا گو ہوں کہ رب جلیل میری خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ (آمین)

میں جناب ظہیر الحسن رضوی صاحب ڈائریکٹر تعلقات عامہ کا خصوصی طور

پرشکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے والد گرامی کی تقریب قل خوانی کی خبریں اور فوٹو گراف پاکستان کے اردو اور انگریزی تمام قومی (نیشنل) اخبارات اور رسائل نیز مقامی تمام اخبارات کو بھی بھجوائیں اور سب نے اسے چھاپا۔ خبروں کی شہہ سرخی تھی سجادہ نشین عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قل خوانی کی تقریب اور نئے سجادہ نشین صلاح الدین اویسی کی دستار بندی۔

دعا کا فوٹو بھی چھاپا گیا جس کے نیچے درج تھا نئے سجادہ نشین صلاح الدین اویسی دعا کرا رہے ہیں۔ آپ نے ان سب اخبارات میں شائع شدہ فوٹو اور تراشے ایک فائل میں خوبصورت شکل میں آویزاں کر کے میرے پاس بھجوائے جو میرے پاس محفوظ ہیں۔

محمد صلاح الدین اویسی

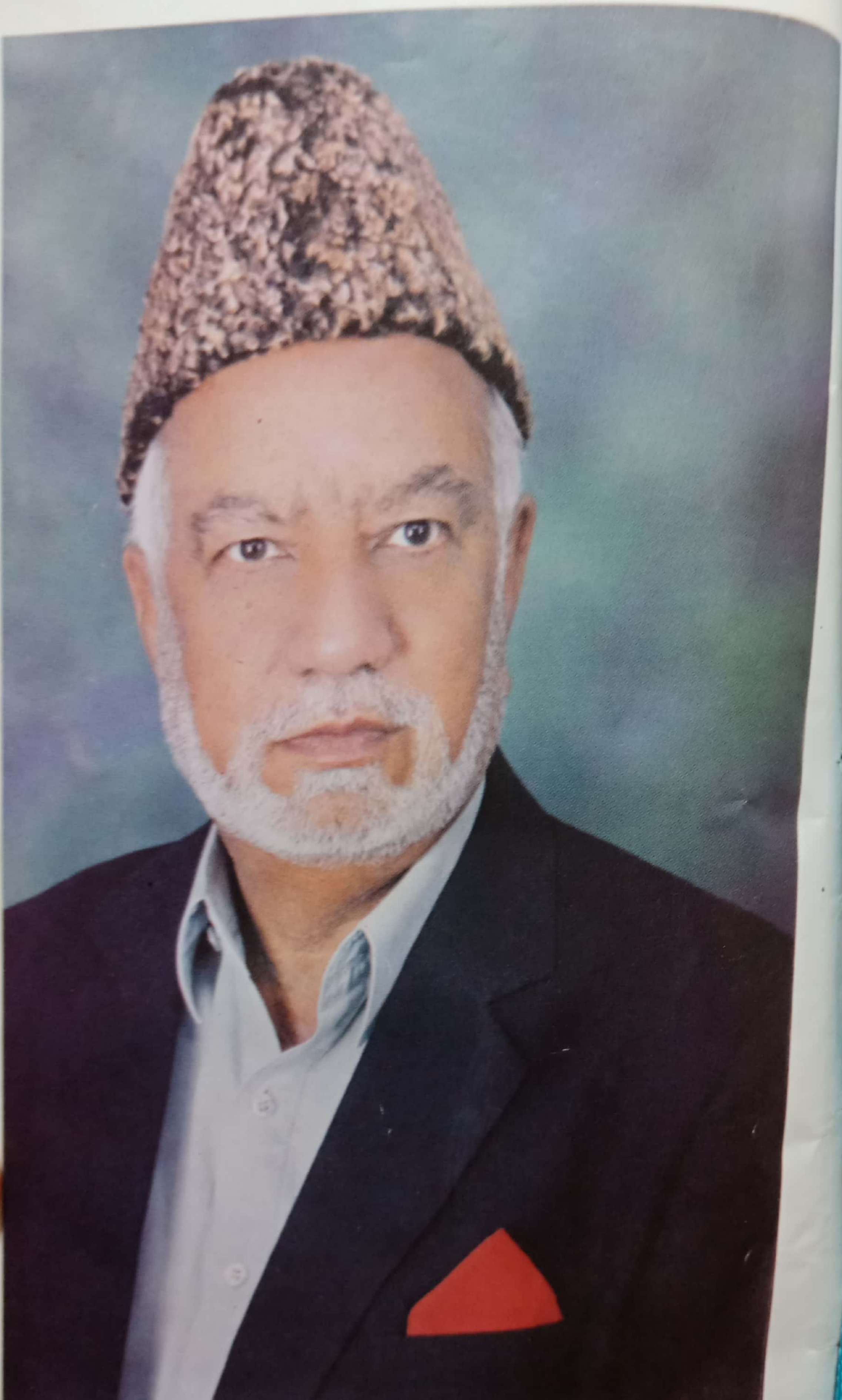
ثانی سجادہ نشین پنجم

راقم الحروف ۲۱ دسمبر ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوا۔ میری دادی محترمہ نے میرا نام حسنین محمود تجویز کیا۔ لیکن حضرت مولانا احمد علی صاحب علیہ رحمۃ (میرے والد صاحب کے استاد محترم) نے قرآنی فال سے میرا نام صلاح الدین نکالا۔

۱۹۴۴ء میں چار سال کی عمر میں میری رسم بسم اللہ خاندانی روایت کے مطابق درگاہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے برآمدہ (مجلس خانہ) میں ادا کی گئی۔

حضرت خواجہ امام بخش صاحب (صاحب دستار سائیں) رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ چہارم نے مجھے بسم اللہ پڑھائی۔ اس تقریب میں حضرت خواجہ فیض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ پنجم، خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ششم اور حضرت خواجہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلفیہ ہفتم، حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا احمد علی صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب اور بہت سارے دیگر معزز حضرات نے شرکت کی۔ رسم بسم اللہ اور دعا کے بعد میرے والد گرامی نے مٹھائی تقسیم کرائی۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور سید رحمت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مجھے قرآن پاک پڑھایا۔

۱۹۴۷ء میں مجھے مزید تعلیم کے لیے بہاول پور بھیج دیا گیا۔ جہاں میرا



محمد صلاح الدین اویسی (مصنف) (ثانی سجادہ نشین پنجم)

داخلہ گورنمنٹ عباسیہ ہائی سکول میں کرایا گیا۔ میری رہائش علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب کے گھر تھی۔

علامہ رحمت اللہ ارشد صاحب پاکستان کے معروف سیاستدان، عالم اور ادیب تھے اس لیے ان کے ملک کی نامور شخصیات کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ یہ حضرات جب بہاول پور تشریف لاتے تو علامہ صاحب کی ان سے ملاقات ہوتی۔ آپ مجھے اپنے ہمراہ لے جاتے۔ اس طرح مجھے سید حسین شہید سہروردی سابق وزیراعظم پاکستان، حضرت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور نامور ادیب، مقرر، صحافی آغا شورش کاشمیری صاحب سے ملاقات اور ان کی گفتگو سننے کا شرف حاصل ہوا۔ تینوں حضرات مجھ سے بہت شفقت اور محبت فرماتے۔ اس کے علاوہ بہت سی سیاسی شخصیات سے ملاقات رہتی۔

۱۹۵۷ء میں گورنمنٹ عباسیہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میں گورنمنٹ عباسیہ ہائی سکول کی اے لیول کرکٹ ٹیم میں شامل تھا اور میں نے اپنے سکول کی ٹیم کے ساتھ موجودہ مینار پاکستان جو اس وقت منٹو پارک لاہور کہلاتا تھا کرکٹ میچ کھیلے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ ایس ای کالج میں داخلہ لیا اور کالج مذکور کے ہوسٹل میں منتقل ہو گیا۔ میرے مضامین میں تاریخ شامل تھی اس لیے کالج میں ہسٹری سوسائٹی کا رکن بنا اور ہسٹری سوسائٹی کے ساتھ پاکستان کے مشہور تاریخی شہروں کا مطالعاتی دورہ کیا۔ جن میں قدیم تہذیب ہڑپہ، ٹیکسلا، لاہور، پشاور، مالاکنڈ، درگئی، درہ خیبر، وارسک، حسن ابدال وغیرہ شامل تھے۔

۱۹۵۹ء میں ایف اے پاس کر لی۔ اب بی اے میں داخلہ لینا چاہتا تھا لیکن والد

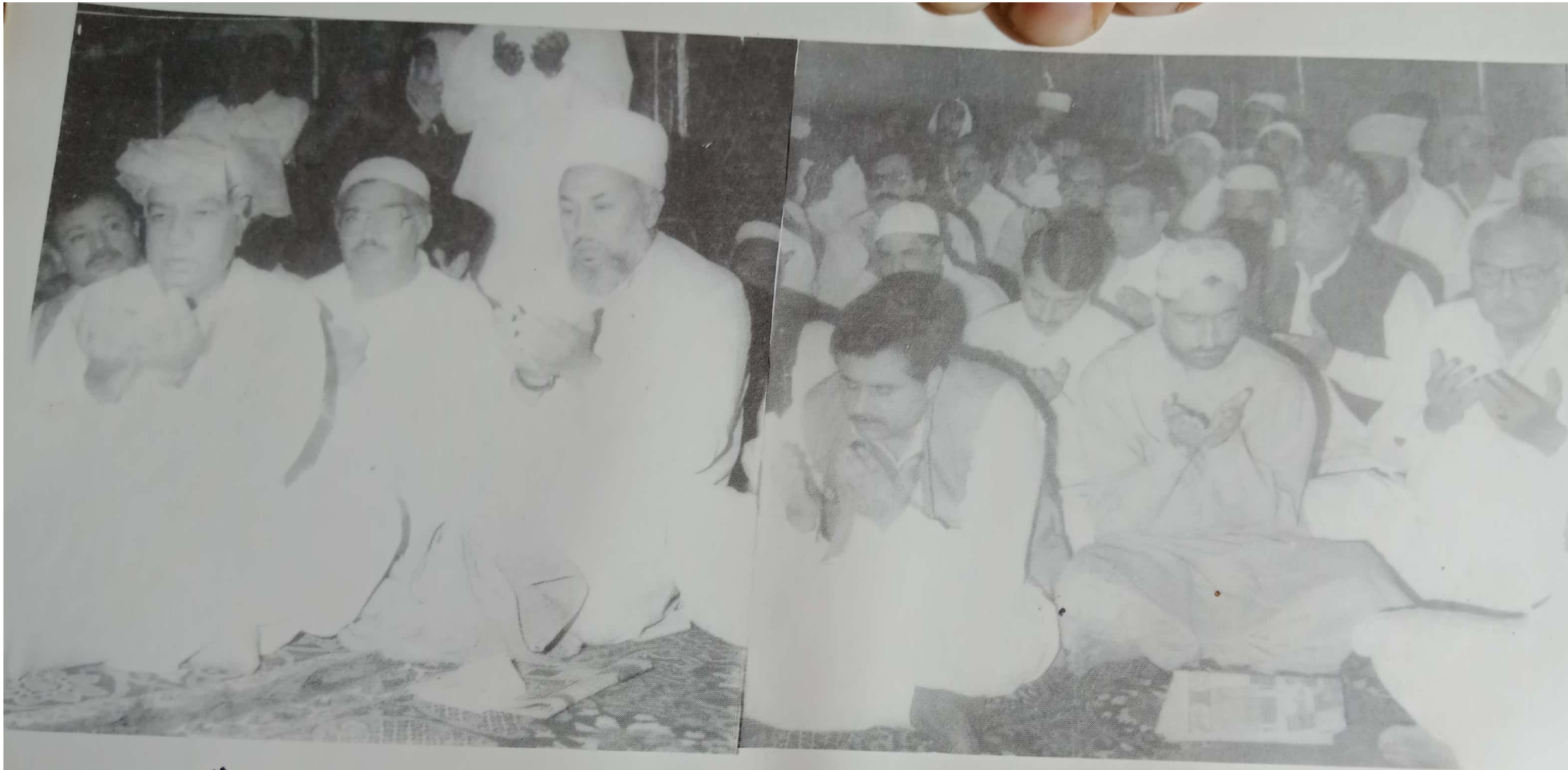
گرامی نے گھریلو امور میں ہاتھ بٹانے کے لیے واپس خانقاہ شریف طلب کر لیا اس لیے سلسلہ تعلیم منقطع ہوا۔

۱۹۶۲ء میں میری شادی حضرت خواجہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی اور حضرت خواجہ محمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی سے ہوئی۔ زراعت میں خود کاشت شروع کی۔

سیاحت کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ اگرچہ مغربی پاکستان تقریباً سارا دیکھ چکا تھا۔ مشرقی پاکستان کی خوبصورتی کی بہت تعریف سنی تھی اس لیے وہاں جانے کا بے حد شوق تھا۔

بہاول پور کے معروف وکیل چوہدری حشمت علی صاحب کے متعلق علم ہوا کہ وہ اکثر مشرقی پاکستان جاتے رہتے ہیں اور میری خواہش تھی کہ کسی ایسے فرد کے ساتھ وہاں جاؤں جو واقف ہو۔ اس لیے ان کے پاس بہاول پور گیا اور ان کو کہا کہ اب اگر مشرقی پاکستان جانا ہو تو مجھے ضرور ہمراہ لے جائیں۔

ایوب خان کے خلاف تمام بڑی جماعتوں نے اتحاد کر لیا اور اس اتحاد کا نام متحدہ محاذ اور بنگال میں جگتو فرنٹ رکھا گیا۔ اس محاذ کا کل پاکستان کنونشن ڈھاکہ میں بلایا گیا۔ چوہدری حشمت علی صاحب پاکستان ڈیموکریٹ پارٹی بہاول پور کے صدر تھے۔ مغربی پاکستان کی تمام جماعتوں کو وفود لانے کی ہدایت تھی۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے مجھے بہاول پور بلوایا اور مجھ سے پوچھا کہ مشرقی پاکستان چلنا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اس کے لیے ایک شرط ہے تمہیں ہماری پارٹی کا رکن بننا پڑے گا۔ اس طرح تم ہمارے وفد کے ساتھ



بعد تقریب دستار بندی ثانی سجادہ نشین پنجم محمد صلاح الدین اویسی دعا کر رہے ہیں۔ شریکِ دعا حضرت حافظ نظام الدین اویسی سجادہ نشین شاہ پور شریف،
حضرت شہاب الدین اویسی جگر گوشہ حضرت خواجہ عبدالخالق صاحبؒ، حضرت خواجہ معین الدین محبوب کوریجہ سجادہ نشین دربار حضرت خواجہ فریدؒ، سابق وفاقی
وزیر سید ناصر علی رضوی، سابق صوبائی وزیر طارق بشیر چیمہ، اور دیگر معززین۔

کنونشن میں شریک وفد میں شامل ہو سکتے ہو۔ ہوائی جہاز کا کرایہ اور رہائش وطعام کے اخراجات پارٹی ممبران کو اپنی جیب سے ادا کرنے ہوں گے۔ تین دن کنونشن کے بعد پھر مشرقی پاکستان کی سیر کریں گے۔ میں راضی ہو گیا۔ مجھے مغربی پاکستان سے جانے والے وفد میں شریک کر لیا گیا۔ لاہور سے سپیشل طیارہ چارٹر کیا گیا۔ جس میں مغربی پاکستان کے بڑے بڑے نامور سیاستدان تھے۔ مجھے ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہمارا طیارہ ڈھاکہ ایئر پورٹ پر اترا ایئر پورٹ پر بہت بڑا اجتماع تھا۔ ایئر پورٹ ہمارے حق میں نعروں سے گونج رہا تھا ہمارے اوپر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ ہمیں پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا گیا اور کاروں، موٹر سائیکلوں کے بڑے جلوس کی شکل میں ہمیں ایئر پورٹ سے ہوٹل لے جایا گیا۔ مشرقی پاکستان میں اپوزیشن کا زور تھا اور ڈھاکہ اس کا گڑھ تھا۔ اس شاندار استقبال سے بڑی خوشی ہوئی۔

تین دن کنونشن مشرقی پاکستان (ڈھاکہ) کے سب سے بڑے ہوٹل میں جاری رہا اور وہاں کے لیڈران کی طرف سے روزانہ دوپہر کا کھانا پرتکلف دیا جاتا۔ اس فرنٹ کے چیئرمین ملک کے نامور سیاستدان جناب نورالامین صاحب تھے۔ سب حضرات سے ملاقات ان کی تقاریر اور خیالات سن کر دلی خوشی ہوئی۔

تین دن کے بعد جب کنونشن ختم ہوا۔ چوہدری حشمت علی صاحب میں اور دیگر پانچ دوسرے دوست مشرقی پاکستان کی سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔ ہم پندرہ دن گھومتے رہے۔ رات کو ٹرین میں سفر کرتے اور دن کو تفریح۔ ہم نے مشرقی پاکستان کے قابل ذکر شہر چٹاگانگ، سلہٹ، نارائن گنج، کرنافلی، رنگامتی اور بہت

سے شہر دیکھے۔ کرنافلی جو دریائے کرنافلی کے کنارے واقع ہے وہاں پاکستان کا سب سے بڑا کاغذ کا کارکانہ تھا۔ اس کارخانے کی مکمل سیر کی اور دریا کے ذریعے لکڑی لانے سے کاغذ بننے تک کا تمام عمل دیکھا۔ چائے کے باغات اور چائے بنانے کے کارخانے اور چائے بنتے دیکھی۔ جہاں بھی جاتے لوگ بہت پیار سے ملتے اور عزت کرتے۔ اس زمانے میں مشرقی پاکستان کے لوگوں کے دلوں میں مغربی پاکستان کے لوگوں کے لیے بڑی محبت تھی۔

سلہٹ میں سلطان الاصفیاء جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری دی۔ حضرت تبریزی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے عظیم اولیاء حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ دونوں حضرات بہت عرصہ تک بغداد (عراق) میں حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ دہلی کی جامع مسجد میں ہندوستان کے مشائخ عظام، علماء کرام اور بڑے اجتماع میں جس میں ہندوستان کا بادشاہ شمس الدین التمش بھی شریک تھا۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے اٹھا لیئے۔ لوگوں نے حضرت ذکریا رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ اس وقت ولایت کے جس مقام پر فائز ہیں اس کا ثانی نہیں۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے میرے مرشد کی سات سال تک سفرو حضر میں خدمت کی میں ان کی خاک پا کا سرمہ بنالوں میرے لیے واجب اور فخر کی بات ہے۔ (سبحان اللہ)

ہمارے ولیوں نے اپنے ہر فعل سے ہمارے لیے ہدایات چھوڑی ہیں۔





تقریب قل خوانی حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ جس میں ہر طبقہ فکر کے معززین شریک ہیں۔

حضرت نے اس عمل سے مرشد کا مقام و مرتبہ سمجھایا ہے۔ واضح رہے مرشد کے بے ادب کا کہیں ٹھکانا نہیں۔

سلہٹ میں حضرت جلال الدین سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت نے سلہٹ کے راجہ گوڑ گوبند جس کے پاس جادوگروں کی بڑی تعداد اور مضبوط فوج تھی۔ پورے ہندوستان میں اس کا رعب و دبدبہ تھا کو صرف تیرہ سو مریدوں کے ہمراہ شکست فاش دی۔

سلہٹ کا پورا علاقہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا۔ حضرت نے اس سرزمین کو نورِ اسلام سے منور فرمایا۔ مشرقی پاکستان کے خوبصورت مقامات کی سیر سے خوشی ہوئی۔ لیکن ان اولیاء کرام کی حاضری اور زیارت سے مشرف ہو کر دل کو جو روحانی سکون ملا اس کا بیان مشکل ہے۔

دسمبر ۱۹۸۰ء میں سنگاپور، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ کے ملکوں کی سیر کی۔

مارچ ۱۹۸۱ء میں ایک ٹورسٹ کمپنی کے ساتھ ہندوستان گیا۔ ہم لوگ بذریعہ بس آواری ہوٹل مال روڈ سے روانہ ہوئے اور براستہ واہگہ، اٹاری، امرتسر پہنچے۔ اٹاری میں ہندوستان ٹورازم ڈیپارٹمنٹ کی ایئرکنڈیشن شاندار بسیں ہمیں لینے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ ہمارا شاندار استقبال کیا گیا اور بہت بڑے بڑے وزنی پھولوں کے ہاروں سے ہمیں لاد دیا گیا۔ ہندوستان میں ٹورازم ڈیپارٹمنٹ کا شاندار انتظام پورے ہندوستان میں جگہ جگہ شاہراہوں پر ٹورسٹ ریسٹورنٹ، ہٹ گائیڈ اور دیگر انتظامات دیکھ کر حیرت ہوئی۔

امرتسر کی سیر کی اور سکھوں کا مقدس گولڈن ٹیمپل دیکھا۔ بہت ہی

خوبصورت ہے۔ جس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے اور اس کے انتظامات حیران کن ہیں۔ شاندار مسافر خانہ ہے جس میں بلا امتیاز مذہب رہائش اور مفت کھانا ملتا ہے۔ صفائی کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ پانی پت اور دوسرے شہروں سے گزر کر دہلی پہنچے۔ دہلی میں قیام کے دوران وہاں کے تاریخی مقامات شاہی قلعہ دہلی، بادشاہی مسجد، قطب صاحب کی لاٹھ اور دیگر مقامات یعنی راشٹ پتی بھون (ایوان صدر) وہاں کے خوبصورت پارک، ہوٹل دیکھے لیکن میرے لیے سب سے بڑا اعزاز سب سے بڑی خوش نصیبی، دل اور روح کے سکون کا باعث ان اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضری تھا جو دہلی میں آرام فرما رہے ہیں۔

دہلی غیاث پور شاہ جہاں آباد میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی اور شاعر مشرق علامہ اقبال کا شعر جو علامہ صاحب نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر بوقت حاضری کہا تھا۔ زبان پر آ گیا۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

شاعر مشرق نے حضرت کے آستانہ پر حاضر ہو کر بوقت روانگی یورپ جو

دعائیہ نظم ''التجائے مسافر'' کہی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ نظم میں کہے گئے دعائیہ کلمات کا ایک ایک لفظ پورا ہوا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی سرکار مجھ میں تو مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں۔ تیرے فیض عام سے جو بھی عطا ہو میری خوش بختی ہے۔

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں مدفون حضرت کے مرید باصفا حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ جو ایک صوفی، شاعر، ماہر موسیقی، پہیلیوں کے موجد، متعدد زبانوں کے عالم اور کئی سازوں کے خالق تھے کے مزار پر حاضری دی۔

حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا تھا اگر ایک قبر میں دو انسانوں کا دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو میرے ساتھ دفن کیا جائے۔ آپ نے بوقت وفات فرمایا تھا کہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو میرے مزار کے پاس نہ آنے دینا کیونکہ اگر امیر خسرو میرے مزار کے قریب آ گئے تو مجھے اٹھنا پڑے گا۔ لہٰذا ان کو مزار سے دور رکھا گیا۔ اس بات سے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ اور مقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر واقعہ یاد آ گیا جب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ شاہی مشاعرہ میں شرکت کر کے واپس دہلی آ رہے تھے اور آپ کو انعام میں اشرفیوں کی بھری تھیلی ملی تھی۔ آپ نے راستہ میں ایک سرائے میں قیام کیا اور سرائے میں داخل ہوتے ہی کہنے لگے مجھے یہاں مرشد کی خوشبو آ رہی ہے۔ سرائے میں مقیم ہر ایک مسافر کے پاس فرداً فرداً گئے اور دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو۔ ایک آدمی نے بتایا کہ میں دہلی سے آ رہا ہوں اور حضرت

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا تھا۔ آپ نے جانے کا مقصد پوچھا تو اس شخص نے بتایا میں نے سنا تھا کہ حضرت بہت سخی اور خدا ترس ہیں۔ میں غریب آدمی ہوں اس لیے آپ سے خیرات لینے گیا لیکن آپ نے مجھے اپنے استعمال شدہ پرانے جوتے دیئے۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا یہ جوتے میرے پاس بیچو گے؟ اس شخص نے حامی بھر لی تو آپ نے اشرفیوں سے بھری تھیلی ان جوتوں کے عوض اس شخص کو دے دی اور صبح جب دہلی کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں سر پر رکھی ہوئی تھیں اور کہتے جاتے تھے خدا کی قسم ان کی جگہ یہ ہے اور ساتھ ہی کہتے جاتے تھے میں نے اتنی قیمتی چیز معمولی رقم سے حاصل کر لی۔ میں نے بڑے منافع کا کاروبار کیا۔

یہ واقعہ ذہن میں آتے ہی دم بخود ہو گیا کبھی حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتا اور کبھی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کیسا پیر اور کیسا مرید؟ (سبحان اللہ)

دہلی میں سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور ولی کامل حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری دی۔ حضرت کے مزار مبارک کے قریب حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد اور سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے دہلی میں علم و فضل کی مجالس قائم کیں آپ کی درسگاہ سے ہزاروں لوگوں نے علم و فضل کی روشنی حاصل کی۔ آپ فقر و درویشی میں بے مثل تھے۔

بادشاہ دہلی اکبر شاہ ثانی اور ابوظفر بہادر شاہ آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ حضرت مولانا فخر الدین عرف فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی ایک شاخ فخریہ جاری ہوئی۔

حضرت مولانا علیہ رحمت کے مزار اقدس پر حاضری دی اور عرض گزاری کہ حضور کے شاگرد کا غلام آپ کے آستانہ پر حاضر ہے اور دعا کا طالب ہے۔ حاضری سے دلی سکون حاصل ہوا۔ بادشاہی مسجد کی سیڑھیوں میں مدفن حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ ہندوستان سے واپس گھر پہنچا تو اطلاع ملی کہ حج پر جانے کے لیے قرعہ اندازی میں نام نکل آیا ہے۔ ان دنوں حج درخواستوں کی قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ ہمارے علاقے کے بہت سے لوگ ایسے تھے جو کئی سال سے حج کے لیے درخواستیں دیتے لیکن قرعہ میں نام نہ نکلتا تھا۔

میرے والد صاحب کی تیاری کی خبر سن کر ہماری رفاقت میں جانے والے بہت سے لوگوں نے ہمارے گروپ کے ساتھ شمولیت اختیار کی۔ اللہ کے کرم سے سب لوگوں کا نام نکل آیا اور اس سال ہمارے قصبہ خانقاہ شریف حبیب بنک شاخ میں سے قرعہ اندازی میں نام نکلنے والوں کی تعداد پورے بہاول پور ڈویژن میں ریکارڈ تھی۔ یہ سب حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے ہوا۔

ستمبر ۱۹۸۱ء میں عازم بیت اللہ شریف ہوئے اور میری سب سے بڑی سعادت یہ تھی قبلہ والد صاحب کی چالیس روز تک پاک سرزمین میں خدمت گزاری نصیب ہوئی۔ جو یہاں پر ملازمان کی موجودگی کی وجہ سے ممکن نہ تھی۔

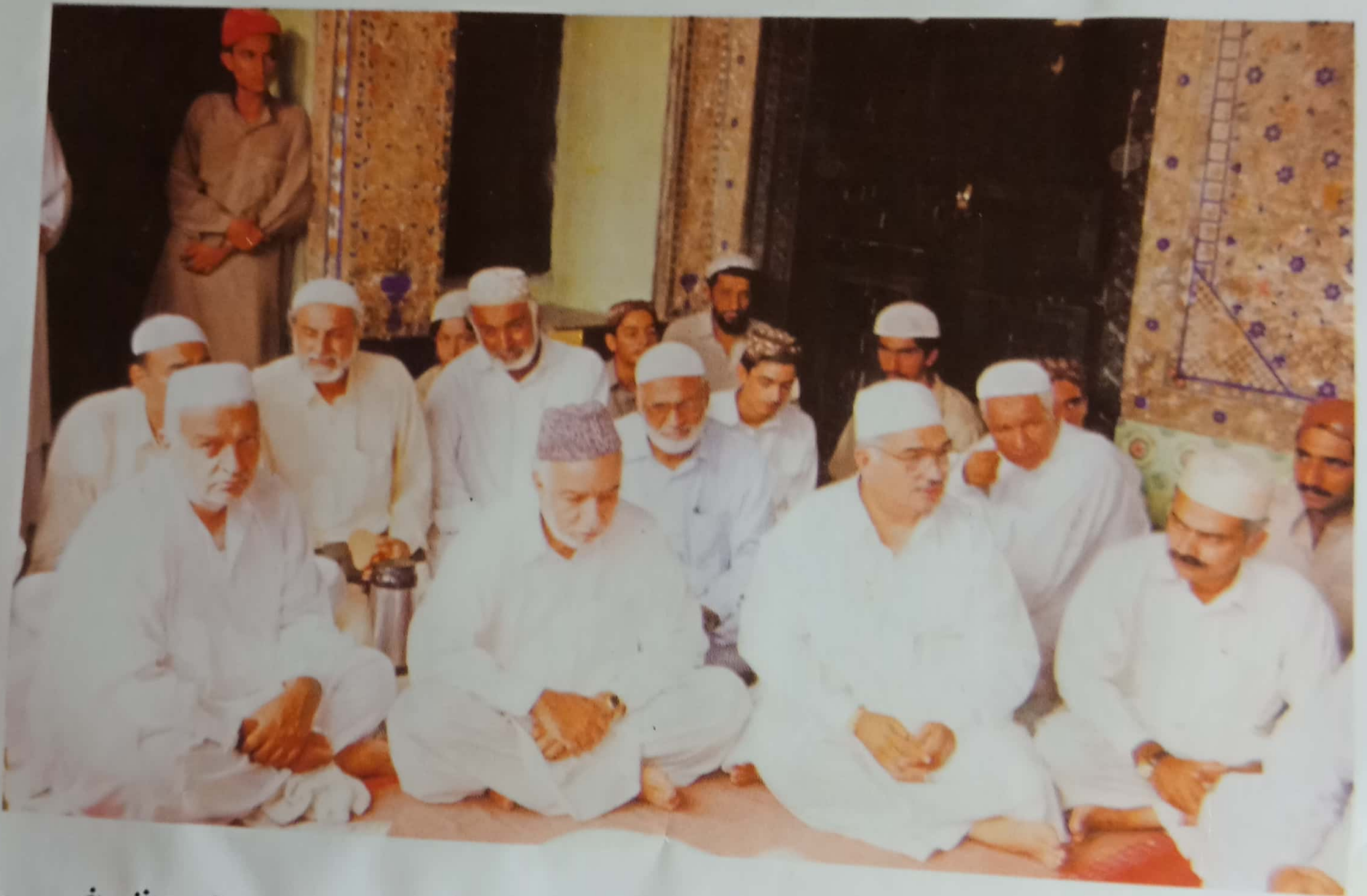
روضہ رسول اللہ ﷺ پر الوداعی سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا تو رقت طاری ہوئی اور سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں گزارش کی کہ سرکار! میری یہ حاضری آخری نہ ہو کرم فرمائیں اور مجھے بار بار حاضری کے لیے اجازت اور طلب عطا فرمائیں۔ میرا ایمان کامل ہے کہ اجازت نامہ سرکار جاری فرماتے ہیں۔

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہیں اس کو نواز دیں یہ در حبیب کی بات ہے
جسے چاہا در پر بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

سخی دربار سے مانگنے والا کب خالی ہاتھ آتا ہے۔ درخواست قبول ہوئی اور آج بیس سال سے ہر سال یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے وقفہ کے بعد ضرور بلاوا آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ میری خوش بختی ہے کہ ہر دفعہ روضہ رسول اللہ ﷺ پر کسی نہ کسی برگزیدہ ہستی سے قدم بوسی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

میں قبلہ والد صاحب کے ہمراہ ہر سال سلطان العاشقین حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے حاضر ہوتا۔ حضرت صاحب چشتیاں شریف قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر ضرور حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نور جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ پر تشریف فرما تھے۔ میرے والد گرامی نے ملاقات فرمائی اور میرا تعارف کرایا۔

حضرت نے کمال مہربانی سے شفقت فرمائی۔ یہ چند منٹ کی حاضری



تقریب عرس شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ زیر سرپرستی محمد صلاح الدین اویسی ثانی سجادہ نشین پنجم

(ملاقات) تھی اور اس کو کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ میں عمرہ کے لیے گیا تو مدینہ منورہ میں معلوم ہوا کہ حضرت نور جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ بھی عمرہ کی غرض سے تشریف لائے ہیں اور اس وقت مدینہ منورہ میں ہیں۔ مجھے حضرت کی زیارت کا اشتیاق ہوا اور اس غرض سے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی میں اس نیت سے گھومنے لگا۔ مسجد نبویؐ بے حد وسیع و عریض ہے لیکن میرا اندازہ تھا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے قریب ہوں گے۔ میں سید المرسلین ﷺ کی آرام گاہ کی طرف گیا تو آپ سر جھکائے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ میرا اندازہ صحیح ہوا۔ میں نے جا کر حضرت کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیا آپ نے سر اٹھایا اور میرا چہرا دیکھا۔ حضرت سے چند منٹ کی حاضری کو بہت عرصہ گزر چکا تھا حضور کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ باندھ کر گزارش کی کہ حضرت گناہگار نہ کریں لیکن آپ نے جس قدر کرم فرمایا۔ ضابطہ تحریر میں نہیں لا سکتا۔ بہت شفقت سے اپنے قریب بٹھایا۔ والد گرامی کی خیریت دریافت فرمائی۔

حضرت سے دست بستہ گزارش کی کہ میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے از راہ نوازش دعا فرمائی۔ میرے والد صاحب قبلہ فرمایا کرتے تھے حضرت نور جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ با کرامت ولی ہیں۔ والد صاحب کے قول کو سچ پایا میری سعادت تھی کہ عمرہ کے ساتھ ساتھ ایسی نعمت میسر آئی۔ جب بھی عمرہ پر جاتا ہوں کسی نہ کسی برگزیدہ ہستی کی زیارت ضرور نصیب ہوتی ہے۔ یہ سب میرے آقا کے عطا اور وسیلہ سے عطا ہوتا ہے۔

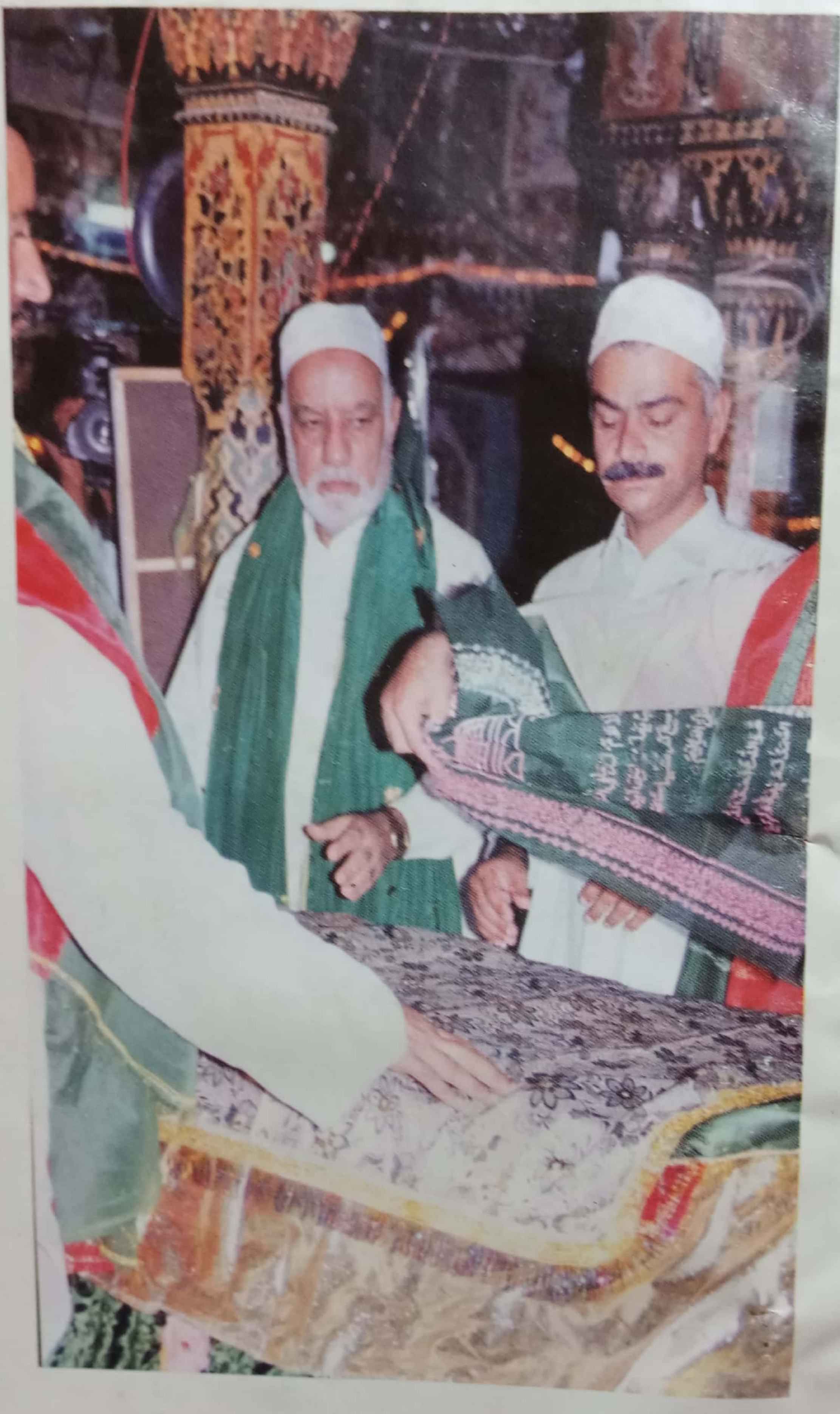
جون ۱۹۹۶ء میں میرے والد گرامی انتقال فرما گئے اور میں ماہ نومبر میں عمرہ کے لیے گیا۔ مدینہ منورہ میں حسب دستور سید محمد انور شاہ صاحب جیلانی

قادری رزاقی سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ بغدادیہ رزاقیہ سدرہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک ملنے والے نے آپ سے مجھے ملوایا اور میرا تعارف کرایا۔ یہ ملاقات مسجد نبوی ﷺ میں حوض کوثر پر مغرب کی نماز کے بعد ہوئی۔ حضرت سے دعا کی استدعا کی آپ نے میرے لیے دعا فرمائی اور دعا کے بعد مجھے فرمایا کہ اب تم اتنے بڑے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین ہو اور اس کے علاوہ جس سرکار کی خدمت میں حاضر ہو تمہارا بے ریش ہونا مناسب نہیں۔ اس وقت میں شیو کیا کرتا تھا۔

حضرت کے فرمان کا دل پر اثر ہوا اور مدینہ منورہ میں ہی شیو کرنا چھوڑ دی اور سیفٹی (ریزر) پھینک دیا۔

بیس سال کی عمر میں ۱۹۶۰ء کو والد صاحب نے خان پور ضلع رحیم یار خان بھیجا۔ گڑھی اختیار خان میں حضرت خواجہ سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر تعداد میں مرید ہیں۔ چند مریدوں نے جو قوم کے لوہار ہیں دعوت کی۔ اس لیے رات کو وہاں رہنے کا اتفاق ہوا۔

میرے ہمراہ ہمارا پرانا خلیفہ محمد نواز خان تھا۔ رات کو اس نے مجھے بتایا کہ یہاں پر خاندان کوریجہ کے بہت بزرگ ہستی حضرت خواجہ دُر محمد صاحب المعروف دُرن سائیں رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں۔ وہ کامل ولی اللہ ہیں اور آپ کے دادا صاحب کے وقتوں میں عرس مبارک کی تقریبات میں شریک ہونے خانقاہ شریف تشریف لاتے تھے۔ سمہ سٹہ ریلوے اسٹیشن سے خانقاہ شریف پاپیادہ تشریف لاتے اور راستے میں لکڑیاں بھی چنتے آتے اور آ کر لنگر میں جلانے کے لیے پیش کرتے۔



تقریب چادر پوشی عرس مبارک حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ
محمد صلاح الدین اویسی ثانی سجادہ نشین پنجم مزار شریف پر چادر پوشی کرا رہے ہیں

عرس کی تقریب میں شرکت فرماتے لیکن ختم پاک ختم ہونے کے بعد دربار شریف کے اندر تشریف نہ لے جاتے اور آپ کے دادا صاحب کے اسرار پر فرماتے حضرت! میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ دربار کے اندر جاؤں۔ (سبحان اللہ) عجز وانکساری کی یہ انتہا ولی اللہ ہونے کا نکتہ عروج ہے۔

بقول خلیفہ محمد نواز خان میرے دادا حضور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دُرن سائیں ولی کامل ہیں اور یہ درجہ آپ نے اس انکساری کی وجہ سے حاصل کیا ہے۔

ایک مرتبہ عرس مبارک میں شرکت کے لیے تشریف لائے تو آپ کے خادم کا جوتا پھٹ گیا وہ بازار میں موچی سے مرمت کروالایا۔ حضرت کو اس کا علم ہوا تو خادم سے بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا گستاخ تمہاری یہ ہمت کے سیرانی بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمسایہ سے جوتا مرمت کراؤ۔ فوراً میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور خادم کو ملازمت سے اسی وقت فارغ کر دیا۔

اس کے علاوہ بھی حضرت صاحب کی بہت سی کرامات سنائی جن کو سن کر مجھے حضرت کی زیارت کا بہت اشتیاق پیدا ہوا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ظاہر کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے والد صاحب جب بھی یہاں آتے حضرت خواجہ دُر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ضرور جاتے لیکن اب حضرت صاحب بہت ضعیف عمر ہو گئے ہیں۔ حضرت کسی سے ملاقات نہیں فرماتے بلکہ آپ کو اٹھنے بیٹھنے اور چلنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے جس کی وجہ سے حضرت اکثر لیٹے رہتے ہیں۔ لیکن میں نے کہا میں ضرور بالضرور حاضری دوں گا اور قسمت آزماؤں گا۔ شاید زیارت نصیب ہو جائے۔

صبح میں حضرت کی رہائش گاہ حاضر ہوا اور اپنا نام اندر کہلوا بھیجا چند ہی لمحوں میں حضرت کا خادم آیا اور اس نے بتایا حضرت نے آپ کو اندر لے آنے کا حکم فرمایا ہے۔ خادم کے ہمراہ گیا تو حضور پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ قدم بوسی کے لیے آگے بڑھا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور آپ نے جس طرح میری تعظیم فرمائی اس کو تحریر کرتے ہوئے بھی مجھے ندامت محسوس ہوتی ہے۔ میں سخت سردی میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضرت کے چہرے مبارک کا نور ناقابل برداشت تھا۔

آپ نے مجھے اپنے قریب پلنگ پر بٹھایا اور فارسی کے شعر اور قرآنی آیات پڑھنے لگے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات تھی۔ آپ جو فرما رہے تھے میری سمجھ سے بالاتر تھا اس کے باوجود حضرت کی کیفیت سے اشکبار ہو گیا۔ صرف یہ الفاظ میری سمجھ میں آ سکے جو آپ نے بار بار فرمائے۔ ایک ہی نور ہے ایک ہی نور ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنے ایک خادم کو اپنے قریب بلایا اور سرگوشی فرمائی جو میں نہ سن سکا تھوڑی دیر میں خادم تین روپے (سکہ والے) لے آیا اور حضور کی خدمت میں پیش کئے آپ نے یہ سکے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر میرے سامنے باادب طریقہ سے پیش کئے اور فرمایا یہ حضور کی نذر ہے۔

عنایت خصوصی سمجھ کر لے لیے اور حضرت سے دعا کی استدعا کی حضرت نے کرم نوازی فرمائی اور طویل دعا دی۔ یہ حضرت کی کرم نوازی تھی۔ اجازت لے کر واپس آیا۔ اگرچہ نوجوانی کا زمانہ تھا لیکن عجیب کیفیت طاری تھی۔ دل میں عہد کیا کہ یہ تین روپے خرچ نہ کروں گا اور تاعمر بطور تبرک اپنے پاس رکھوں گا مگر کسی بدبخت نے یہ روپے چرا لیے جس کا آج تک بہت ملال ہے۔



تقریب عرس شریف حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ محمد صلاح الدین اویسی ثانی سجادہ نشین پنجم اختتامی دعا کر رہے ہیں۔

سلطان التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کے سجادہ نشین ولی کامل متقی اور
عظیم روحانی پیشوا حضرت الحاج خواجہ صالح محمد صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے
بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے میری راہنمائی فرمائی اور مجھے صراط مستقیم پر
چلنے میں رہبری فرمائی۔ حضرت بہت کرم نوازی فرماتے۔ کمال محبت اور شفقت
سے پیش آتے۔ جب بھی حضور کی خدمت اقدس میں بغرض زیارت حاضری دی
دعائیں سمیٹ کر لایا۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں حضرت کی دعاؤں کی بدولت ہوں۔
میری خوش نصیبی ہے کہ بیعت کے معاملہ میں بھی مجھے سلطان التارکین
حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم (پیروی سنت) کی
سعادت نصیب ہوئی۔ میرے والد گرامی میرے مرشد حضرت خواجہ صالح محمد
صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے۔

آخری گزارش

جہاں اپنی تصنیف کو پایہ تکمیل ہونے پر خوشی محسوس کر رہا ہوں وہاں باری تعالی اور اولیاءکرام کا نہایت ادب واحترام اور عجز و نیاز کے ساتھ شکرادا کرتا ہوں جن کی بدولت میں اس قابل ہوا۔

میں نہ تو ادیب ہوں اور نہ ہی مجھے تجربہ ہے یہ میری پہلی کاوش ہے اور یہ میری اولیاءکرام اور اپنے خاندان سے محبت،عقیدت اور جذبہ حصول ثواب کے سبب ممکن ہوا۔اس لیے میری تحریر میں ادبی غلطی یا کوتاہی کا اہتمام ممکن ہے۔میری قارئین سے گزارش ہے کہ وہ جہاں بھی ادبی غلطی یا کوتاہی محسوس کریں مجھے اس سے مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اس کتاب کوتحریر کرنے کیلئے میں نے بہت سی کتب کا مطالعہ کر کے ان سے استفادہ حاصل کیا اور اپنے بزرگوں سے سنے ہوئے احوال کوضابطہ تحریر میں لایا۔

خاندانی احوال کوتحریر کرتے ہوئے خاندانی عزت ووقار کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ادب واحترام کا دامن مضبوطی سے تھاما اور حتی المقدور کوشش کی کہ کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس سے چشم پوشی ممکن نہیں کہ حقائق تلخ ہوتے ہیں۔ میرے ان حقائق کے بیان سے اگر میرے احباب میں سے کسی صاحب کے مزاج گرامی پر ناگواری گزرے تو میں اس کے لیے دل کی گہرائیوں سے معذرت خواہ ہوں۔میرے خاندان کا نوزائیدہ بھی واجب احترام ہے میں کسی کی دل آزادی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اس کتاب کو تحریر کرتے ہوئے میں نے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ حاصل کیا:

۱۔ تلقین لدنی

تصنیف سلطان التارکین حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ عین الحقائق

قلمی نسخہ تحریر مولانا عین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ لطائف سیریہ (فارسی)

تحریر مولانا محمد جیون داجلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ لطائف سیریہ (اردو)

تحریر مولانا علی مردان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتانی

۵۔ لطائف سیریہ (اُردو ترجمہ)

سید مسعود الحسن شہاب دہلوی صاحب (مرحوم)

۶۔ مصباح نورانی درحالات حضرت محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف مولانا محمد باقر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی ڈہریانوی

مولوی محمد اعظم صاحب سہر د رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ ذکر خیر

تصنیف مولوی عزیز الرحمٰن صاحب (آگرہ سے شائع ہوئی)

۸۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار ابرار۔

مرتبہ قاضی امام بخش صاحب جام پوری

۹۔ اویسی سیرانی

تصنیف حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب اویسی رحمۃ اللہ علیہ ثانی سجادہ نشین چہارم

۱۰۔ سوانح صاحب السیر رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف حضرت نظام الدین صاحب اویسی (برادر خورد راقم الحروف)

۱۱۔ ذکر سیرانی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف مولانا علامہ فیض احمد اویسی صاحب

۱۲۔ ذکر اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تصنیف مولانا علامہ فیض احمد اویسی صاحب

۱۳۔ انگریزی گزٹ ریاست بہاول پور مؤلفہ ملک محمد دین صاحب

۱۴۔ رسالہ الزبیر بہاول پور تاریخ اشاعت ۱۹۷۳ء

۱۵۔ خزینۃ الاصفیا تصنیف مولانا مفتی غلام سرور لاہوری صاحب

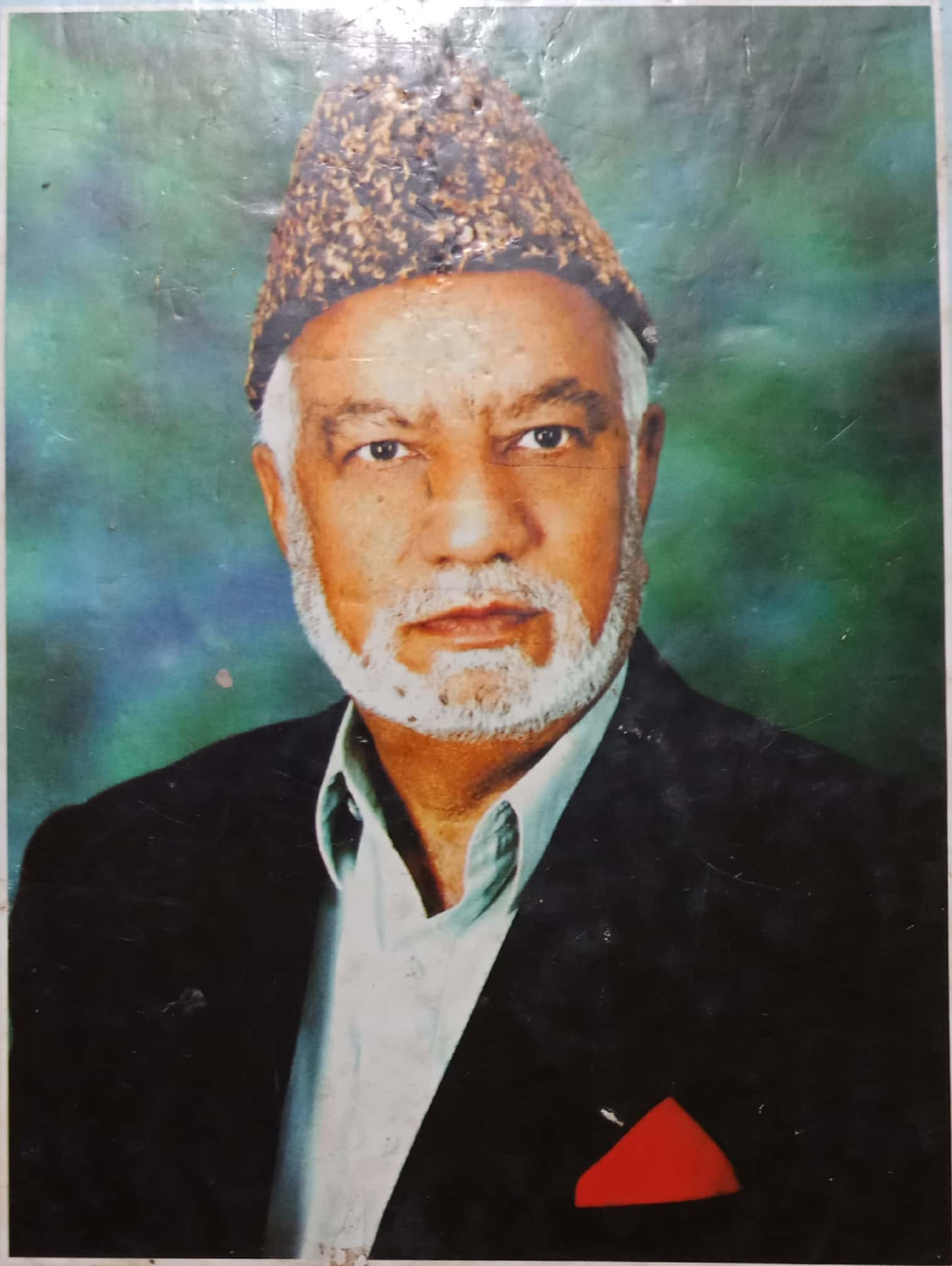
۱۶۔ لطائف نفسیہ اور فضائل اویسیہ

مؤلف شیخ احمد بن محمود ترجمہ سید منظور حسین رضوی صاحب

اس کے علاوہ اولیاء کرام کے متعلق تحریر کردہ بہت سی کتب کا مطالعہ کیا اور اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق کوشش کی اور ان کتب سے موقع محل کی مناسبت سے حوالہ جات تحریر کیے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے ان برگزیدہ ہستیوں کے فیوض برکات سے قبول فرمائے۔ (آمین)

گر قبول افتد زہے عزو شرف



الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
اُردو بازار لاہور

ISBN 969-503-216-8

9 799695 032168